حدیث میں آئے ہوئے
خواتین کے واقعات

(جلد سوم)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

افادات

حضرت مولانا مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

وخادمِ حدیث شریف: جامعہ دار الاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

کتاب کا نام	:	حدیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (سوم)
افادات	:	حضرت مفتی محمود صاحب حافظجی
صفحات	:	۲۷۲
سن اشاعت	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ نومبر ۲۰۲۳ء
ناشر	:	نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب	8140902756
ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات	9913319190
مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9898371086 9714814566
دار المکاتب کاپودرا	9824289750 9712005458
مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، باڑولی، سورت، گجرات	9157174772
مولانا بلال صاحب گورا گودھرا	9726293096

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	فہرستِ مضامین	صفحہ
✵	کتاب پڑھنے سے پہلے	۲۳
	حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ صاحب زادیوں کے واقعات: حضرت زینب رضی اللہ عنہا	
۱	شروع میں ضروری باتیں	۲۹
۲	حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحب زادے اور صاحب زادیاں	۳۰
۳	آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسل صرف صاحب زادیوں سے چلی	۳۱
۴	بیٹیوں کو دین کی تعلیم دینے کا اہتمام کرنا چاہیے	۳۲
۵	دوسری قوموں کی مشابہت اختیار نہ کریں	۳۲
۶	اپنے خاندان میں شادی کرنا عیب کی بات نہیں	۳۳
۷	حضرت زینب رضی اللہ عنہا	۳۳
۸	ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے	۳۴
۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے کی نقل	۳۴
۱۰	لڑکی کو چاہیے کہ گھر کے کاموں میں اپنی والدہ کی مدد کرے	۳۵
۱۱	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اخلاق واوصاف	۳۵
۱۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی یہ بیٹی بہت زیادہ محبوب تھی	۳۶

۱۳	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عجیب جذبہ	۳۶
۱۴	اپنے والد کے لیے ہمدردی وغم خواری	۳۷
۱۵	ابوالعاص کی جانب سے نکاح کا پیغام	۳۸
۱۶	داماد کیسا ہو؟	۳۸
۱۷	رشتے داروں سے تعلق رکھنا چاہیے	۳۹
۱۸	والدین کو چاہیے کہ رشتہ طے کرتے وقت اولاد سے مشورہ کریں	۳۹
۱۹	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جہیز	۴۰
۲۰	تم نے داماد ہونے کا حق ادا کردیا	۴۰
۲۱	ہمیں اچھے داماد بننے کی کوشش کرنی چاہیے	۴۱
۲۲	ابوالعاص کی وفاداری	۴۲
۲۳	خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں	۴۲
۲۴	اپنے شوہر کو اسلام کی دعوت	۴۳
۲۵	ماں-باپ اپنی اولاد کے گھروں کو اُجاڑنے سے بچیں	۴۴
۲۶	ابوالعاص نے وعدہ پورا کرکے دکھلایا	۴۴
۲۷	ابوالعاص کی گرفتاری	۴۵
۲۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثال انصاف	۴۵
۲۹	بیوی ہر وقت اپنے شوہر کا ساتھ دے	۴۶
۳۰	ہر کام مشورے سے کرنا چاہیے	۴۶
۳۱	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیجنے کا وعدہ	۴۷
۳۲	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت	۴۸

۳۳	مشرکوں کی گھیرابندی	۴۹
۳۴	حمل بھی ساقط ہوگیا	۴۹
۳۵	کنانہ بن ربیع کے دل سوز اشعار	۵۰
۳۶	ہمیں آپ سے دشمنی نہیں!	۵۰
۳۷	حضرت زید رضی اللہ عنہ کی چالاکی	۵۱
۳۸	حضرت عروہ اور حضرت علی بن حسین کا مشاجرہ	۵۳
۳۹	ہبار ظالم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلال	۵۴
۴۰	آگ کی سزا دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	۵۴
۴۱	ہبار کی توبہ	۵۵
۴۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے واسطے بدلہ نہیں لیا	۵۵
۴۳	معافی کا مزاج بنانا چاہیے	۵۷
۴۴	اللہ تعالیٰ کو معافی بہت زیادہ پسند ہے	۵۷
۴۵	جدائی کی وجہ سے ابوالعاص کا حال	۵۷
۴۶	قریش پر اللہ تعالیٰ کا انعام	۵۸
۴۷	ابوالعاص کی گرفتاری	۵۹
۴۸	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص کو امان دینا	۶۰
۴۹	یہاں سب کا حساب برابر ہوتا ہے	۶۱
۵۰	ابوالعاص کی امانت داری	۶۲
۵۱	ابوالعاص کا اسلام	۶۲
۵۲	تجدیدِ نکاح	۶۳

٥٣	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال	٦٣
٥٤	پورے گھرانے میں غم کا ماحول	٦٤
٥٥	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین	٦٥
٥٦	کفن میں برکتی کپڑا استعمال کرنا چاہیے	٦٥
٥٧	تبرک کا ثبوت	٦٦
٥٨	انسان کو زندگی ہی میں اپنا کفن تیار کر لینا چاہیے	٦٦
٥٩	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تدفین	٦٧
٦٠	اپنی بیٹی کی قبر اور آخرت کی فکر	٦٧
٦١	قبر کا معاملہ بڑا سنگین ہے	٦٨
٦٢	مصیبت کے وقت آواز نکال کر رونا نہیں چاہیے	٦٩
٦٣	حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کا انتقال	٧٠
٦٤	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد اور ان کی پرورش	٧٠
٦٥	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے کے انتقال کا واقعہ	٧١
٦٦	مصیبت کے وقت رونا نبوت کی شان کے خلاف نہیں ہے!	٧٢
٦٧	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی نواسی سے محبت	٧٣
٦٨	مجھے جو زیادہ محبوب ہے اسے میں "ہار" دوں گا	٧٣
٦٩	حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	٧٤
	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	
٧٠	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف	٧٧

۷۱	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا حسن	۷۸
۷۲	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق	۷۸
۷۳	ہر کام سلیقے سے کرنا چاہیے	۷۹
۷۴	شروع میں ایمان لانے والی	۷۹
۷۵	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی منگنی	۸۰
۷۶	رشتے داروں سے تعلق باقی رکھنے کا ایک بہترین طریقہ	۸۰
۷۷	چھوٹی عمر میں شادی کرنا	۸۱
۷۸	ایک ساتھ دو بیٹیوں کا رشتہ آ گیا!	۸۱
۷۹	بڑوں سے مشورہ کر کے رشتہ طے کرنے میں برکت	۸۲
۸۰	سوچ سمجھ کر رشتہ کرنا عقل مندی ہے	۸۲
۸۱	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	۸۳
۸۲	رشتہ طے ہونے کے بعد نکاح میں دیری نہ کریں	۸۳
۸۳	ابولہب اور اس کی بیوی	۸۴
۸۴	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی وجہ	۸۴
۸۵	ام جمیل ''ام الخبائث'' تھی	۸۵
۸۶	بیٹوں پر طلاق کے لیے دباؤ	۸۶
۸۷	ایک بہت غلط طریقہ	۸۷
۸۸	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق	۸۷
۸۹	طلاق کے پیچھے کا مقصد محض اسلام دشمنی	۸۷
۹۰	کبھی برائی بھی انسان کے حق میں اچھائی ثابت ہوتی ہے	۸۸

۹۱	واقعے کا دوسرا پہلو	۸۹
۹۲	جو سوچا بھی نہیں تھا وہ ہو گیا!	۸۹
۹۳	کچھ سمجھ میں نہیں آیا	۹۰
۹۴	حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کی فصاحت	۹۱
۹۵	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۹۱
۹۶	چراغِ نبوت سے ایک اور شمع روشن ہو گئی!	۹۲
۹۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	۹۳
۹۸	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کمالات وخوبیاں	۹۳
۹۹	بیٹی کو رخصت کرتے وقت ہدیہ	۹۴
۱۰۰	والدین اپنی بیٹیوں کو اچھے اخلاق سکھلائیں	۹۴
۱۰۱	مثالی جوڑا (couple)	۹۵
۱۰۲	میاں-بیوی میں محبت کی ایک عجیب مثال	۹۶
۱۰۳	خوش نصیب جوڑے کی محبت کے بارے میں حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کے اشعار	۹۶
۱۰۴	سسر اور داماد ہوتو ایسے ہوں! داماد، خسر کے لیے ہدیہ بھیجے	۹۷
۱۰۵	دعا لینے کا ایک آسان طریقہ	۹۸
۱۰۶	حبشہ (ایتھوپیا) کی طرف ہجرت	۹۸
۱۰۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ایک انوکھی خصوصیت	۹۹
۱۰۸	کبھی اللہ والوں کو ستانا نہیں چاہیے	۱۰۰
۱۰۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر	۱۰۰
۱۱۰	دو غمناک خبر	۱۰۱

۱۱۱	تین ہجرت کی سعادت	۱۰۲
۱۱۲	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری	۱۰۲
۱۱۳	بیوی کی خدمت اور بیمار پرسی کے لیے غزوے میں شرکت نہیں کی	۱۰۳
۱۱۴	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	۱۰۳
۱۱۵	ایک طرف جیت کی خوشی، دوسری طرف انتقال کی غمی	۱۰۴
۱۱۶	ہر طرف غم ہی غم تھا	۱۰۴
۱۱۷	وفاتِ حسرت آیات پر دل دہلانے والے اشعار	۱۰۵
۱۱۸	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد	۱۰۶
	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	
۱۱۹	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف	۱۰۹
۱۲۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چاروں بیٹیوں کی قربانی	۱۱۰
۱۲۱	عُتَیْبَہ کی بدتمیزی وگستاخی	۱۱۰
۱۲۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بددعا	۱۱۱
۱۲۳	محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو کہتے ہیں وہ ہو کر ہی رہتا ہے!	۱۱۲
۱۲۴	ابولہب کی قافلے والوں سے اپیل	۱۱۲
۱۲۵	عتیبہ کی حفاظت کا زبردست انتظام	۱۱۲
۱۲۶	ظالم کو بھیڑیا لقمہ بنا لے گیا	۱۱۳
۱۲۷	ابولہب کا عبرت ناک انجام	۱۱۴
۱۲۸	امِ جمیل کی دردناک موت	۱۱۵
۱۲۹	ظلم کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے	۱۱۶

۱۳۰	اپنے تمام خاندان والوں سے جدائی	۱۱۶
۱۳۱	مدینہ منورہ ہجرت	۱۱۶
۱۳۲	بیٹی کی شادی کی فکر	۱۱۷
۱۳۳	دوسری بیٹی بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں	۱۱۸
۱۳۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سعادت	۱۱۸
۱۳۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیٹیوں کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا	۱۱۹
۱۳۶	بیٹی کے رشتے کی بات سامنے سے کرنا بری چیز نہیں ہے	۱۱۹
۱۳۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دور اندیشی	۱۲۰
۱۳۸	حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی	۱۲۰
۱۳۹	شادی سادگی سے کیا کریں!	۱۲۱
۱۴۰	داماد۔ بیٹی کی خیر خبر لیتے رہنا چاہیے	۱۲۱
۱۴۱	عثمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے ہیں	۱۲۲
۱۴۲	شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو اچھے کپڑے پہنائے	۱۲۳
۱۴۳	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تواضع	۱۲۳
۱۴۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مالی قربانی	۱۲۴
۱۴۵	مسجدِ نبوی کی توسیع کا کام	۱۲۵
۱۴۶	حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال	۱۲۵
۱۴۷	امّت کو غسل وکفن کا مسنون طریقہ ملا	۱۲۶
۱۴۸	حضرت امِ کلثوم کا کفن، دفن	۱۲۶
۱۴۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رتبہ	۱۲۷

۱۵۰	پوری زندگی کبھی چین وسکون نصیب نہیں ہوا	۱۲۸
	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	
۱۵۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	۱۳۱
۱۵۲	فاطمہ کا معنیٰ اور فاطمہ نام رکھنے کی وجہ	۱۳۲
۱۵۳	فاطمہ نام رکھنے کی ایک اور وجہ	۱۳۲
۱۵۴	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لقب	۱۳۳
۱۵۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے نام پر قربانی وصدقہ	۱۳۳
۱۵۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش	۱۳۴
۱۵۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت فاطمہ کی رضی اللہ عنہا مشابہت	۱۳۴
۱۵۸	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حسن وجمال	۱۳۴
۱۵۹	بہت زیادہ ہوشیار اور خلوت پسند (تنہائی میں رہنے کو پسند کرنے والی)	۱۳۵
۱۶۰	اللہ تعالیٰ کیوں نظر نہیں آتے؟	۱۳۵
۱۶۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سادگی	۱۳۶
۱۶۲	شروع میں ایمان لانے والی	۱۳۶
۱۶۳	عتبہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دینا	۱۳۷
۱۶۴	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لیے پہنچنا	۱۳۷
۱۶۵	عقبہ کی ایک اور گستاخی	۱۳۹
۱۶۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہادری	۱۴۰
۱۶۷	ہر وقت اپنے والد کی فکر کرنے والی تھیں	۱۴۰

۱۶۸	شعبِ ابی طالب میں مشقت	۱۴۱
۱۶۹	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	۱۴۱
۱۷۰	مدینہ منورہ ہجرت	۱۴۲
۱۷۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر	۱۴۲
۱۷۲	نکاح کا پیغام	۱۴۲
۱۷۳	یہ سعادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقدّر میں تھی	۱۴۳
۱۷۴	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر	۱۴۴
۱۷۵	جاں نثاروں کے ایثار کی ایک مثال	۱۴۵
۱۷۶	بیتِ معمور کے پاس نکاح کی مجلس	۱۴۶
۱۷۷	دنیا میں اُس نکاح کی تجدید تھی	۱۴۶
۱۷۸	شادی کے موقع پر دعا اور مبارک باد دینا سنّت ہے	۱۴۷
۱۷۹	نکاح کے بعد چھوارے تقسیم کرنا سنّت ہے	۱۴۸
۱۸۰	جہیز کا سامان	۱۴۸
۱۸۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	۱۴۹
۱۸۲	بیٹی کو رخصت کرتے وقت نصیحت کرنا چاہیے	۱۵۰
۱۸۳	بیٹی کو خود اس کے شوہر کے گھر رخصت کیا	۱۵۱
۱۸۴	شادی کی پہلی رات کی ایک عجیب سنّت	۱۵۱
۱۸۵	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ	۱۵۳
۱۸۶	کام کاج کے لیے اپنے والد سے خادم کا مطالبہ	۱۵۴
۱۸۷	خادم سے بھی بہتر چیز	۱۵۴

۱۸۸	تھکان دور کرنے کا مجرّب عمل	۱۵۶
۱۸۹	غزوۂ احد میں شرکت	۱۵۶
۱۹۰	چٹائی جلا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علاج	۱۵۷
۱۹۱	غزوۂ خیبر میں بھی حصّہ لیا	۱۵۸
۱۹۲	فتحِ مکّہ کے وقت حاضری	۱۵۸
۱۹۳	ایک ہی وقت میں رونے اور ہنسنے نے تعجب میں ڈال دیا!	۱۵۹
۱۹۴	کیا تھی وہ راز کی بات؟	۱۵۹
۱۹۵	والد کے انتقال پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم	۱۶۱
۱۹۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تسلّی	۱۶۲
۱۹۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کے بعد اکثر بیمار رہتی تھیں	۱۶۳
۱۹۸	’’فدَک‘‘ ایک تاریخی مقام	۱۶۴
۱۹۹	فدک کی جائداد میں میراث کا مطالبہ	۱۶۴
۲۰۰	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی کے لیے جانا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا	۱۶۶
۲۰۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت	۱۶۷
۲۰۲	ملکِ حبشہ سے لکڑی کا جنازہ	۱۶۷
۲۰۳	اپنے رب سے ملاقات کی تیاری	۱۶۸
۲۰۳	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات	۱۶۹
۲۰۴	تجہیز وتکفین	۱۶۹
۲۰۵	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اظہارِ غم	۱۷۰

۲۰۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد	۱۷۰
۲۰۷	بچّے کی پیدائش کے وقت کے مسنون اعمال	۱۷۱
۲۰۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نواسے بہت زیادہ محبوب تھے	۱۷۱
۲۰۹	حضرت حسن وحسین سے محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب	۱۷۲
۲۱۰	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لڑکیاں	۱۷۲
۲۱۱	حضرت امِّ کلثوم بن علی رضی اللہ عنہا سے نکاح کی وجہ	۱۷۳
۲۱۲	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام	۱۷۴
۲۱۳	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دانتوں کی چمک سے پوری جنّت چمک اٹھے گی!	۱۷۵
۲۱۴	اسلام میں عورتوں کے رتبے ومقام کا ایک نمونہ	۱۷۵
۲۱۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رویہ	۱۷۶
۲۱۶	ایک احتیاط کی بات	۱۷۶
۲۱۷	چھوٹی بیٹی کو بوسہ دینا	۱۷۷
۲۱۸	اللہ کے رسول کی بیٹی اور اس کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں	۱۷۸
۲۱۹	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رویّہ	۱۷۹
۲۲۰	چار دن بعد روٹی نصیب ہوئی	۱۸۰
۲۲۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت	۱۸۰
۲۲۲	حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کے ایثار وسخاوت کا عجیب قصہ	۱۸۱
۲۲۳	اللہ تعالیٰ کے لیے منّت ماننا	۱۸۱
۲۲۴	منّت پوری کرنے کے لیے جفاکشی	۱۸۱
۲۲۵	ان حضرات کے کھانے میں خادموں کا بھی حصہ ہوتا تھا	۱۸۲

۲۲۶	پہلے دن کی افطاری فقیر کو صدقہ	۱۸۲
۲۲۷	دوسرے دن کی افطاری یتیم کو صدقہ	۱۸۲
۲۲۸	تیسرے دن کی افطاری قیدی کو صدقہ	۱۸۳
۲۲۹	اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند آئی	۱۸۳
۲۳۰	آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک اہم وضاحت	۱۸۴
۲۳۱	یہاں جو بوئیں گے آخرت میں پائیں گے	۱۸۵
۲۳۲	ایثار کی وجہ سے اسلام قبول کرنا	۱۸۶
۲۳۳	سائل کو خالی ہاتھ جانے نہیں دوں گی!	۱۸۶
۲۳۴	یہ وہی ہیں جن کی خبر تورات میں دی گئی ہے!	۱۸۷
۲۳۵	اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا جذبہ	۱۸۸
۲۳۶	گھر والوں کی دین داری کی فکر کرنی چاہیے	۱۸۸
۲۳۷	حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت	۱۸۹
۲۳۸	اہل سے مراد؟	۱۸۹
۲۳۹	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے اہلِ بیت میں شامل ہونے کی دلیل	۱۹۲
۲۴۰	اس بارے میں عُرفی دلیل	۱۹۳
۲۴۱	سوالِ مقدر کا جواب	۱۹۳
۲۴۲	آخرت کو یاد کر کے بہت زیادہ رونے والی تھیں	۱۹۳
۲۴۳	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک سب سے امتیازی شان	۱۹۴
۲۴۴	کھانا پکاتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے	۱۹۴
۲۴۵	میری شفا دو ہی چیزوں میں ہے	۱۹۵

۲۴۶	ایک مسلمان عورت کی خوبی	۱۹۶
۲۴۷	سوال کرکے شرمندگی سے بچیں	۱۹۷
۲۴۸	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کرامت	۱۹۷
۲۴۹	حضرت مریم رضی اللہ عنہا جیسا جواب	۱۹۸
۲۵۰	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا	۱۹۹
۲۵۱	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کا فقر	۲۰۰
۲۵۲	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لباس	۲۰۱
۲۵۳	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فقر	۲۰۱
۲۵۴	حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی	۲۰۲
۲۵۵	خود کے کھانے سے پہلے بیٹی کے کھانے کی فکر	۲۰۳
۲۵۶	قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا!	۲۰۴
۲۵۷	نعمتوں کے بارے میں اخروی سوال سے بچنے کا ایک وظیفہ	۲۰۴
۲۵۸	احسان کا بدلہ احسان سے	۲۰۵
۲۵۹	فرمانِ نبوی کا پاس ولحاظ	۲۰۵
۲۶۰	اپنے اعمال ہی کام آئیں گے	۲۰۶
۲۶۱	اپنے اعمال کی خود فکر کرنی چاہیے	۲۰۷
۲۶۲	میاں-بیوی کے درمیان جھگڑا فطری چیز ہے	۲۰۸
۲۶۳	میاں بیوی کے جھگڑے کو سلجھانے کی کوشش کریں	۲۰۸
۲۶۴	فاطمہ ایک خوشبودار پھول تھیں	۲۱۰
۲۶۵	جہنم کا خوف	۲۱۰

۲۶۶	روایاتِ حدیث	۲۱۱
۲۶۷	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فتاویٰ اور دین میں سمجھ داری کا مقام	۲۱۱
	حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی: حضرت امِ حکیم بنتِ حارث بنِ ہشام رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۲۶۸	اقتباس (ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر)	۲۱۴
۲۶۹	ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے	۲۱۵
۲۷۰	مکہ کے کافر بھی مصیبت کے وقت اللہ ہی کو پکارتے تھے	۲۱۵
۲۷۱	مکہ کے کافروں کے بت اور ان میں سے بعضوں کے نام	۲۱۶
۲۷۲	کعبہ کی دیوار پر زیادہ تر کانچ کے بت تھے	۲۱۹
۲۷۳	جب مصیبت ختم ہوجاتی تو پھر شرک کرنے لگتے	۲۱۹
۲۷۴	ہمارا ایمانی تقاضا	۲۲۰
۲۷۵	دین خیر خواہی کا نام ہے	۲۲۰
۲۷۶	اولاد کی خیر خواہی	۲۲۱
۲۷۷	مسلمان بھائی بہن کی خیر خواہی	۲۲۱
۲۷۸	افریقہ والوں کے لیے بہت بڑی اللہ کی نعمت	۲۲۱
۲۷۹	گھروں میں کام کرنے والوں نوکروں کی خیر خواہی	۲۲۲
۲۸۰	حدیث میں آیا ہوا ایک عجیب واقعہ	۲۲۲
۲۸۱	دوسرا واقعہ	۲۲۴

۲۸۲	بڑے افسوس کی بات!	۲۲۵
۲۸۳	شوہر کی خیر خواہی	۲۲۵
۲۸۴	اصل قصہ	۲۲۶
۲۸۵	مکۂ مکرمہ کی حرمت	۲۲۶
۲۸۶	لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی	۲۲۷
۲۸۷	عام معافی کا اعلان	۲۲۷
۲۸۸	گیارہ مرد اور چار عورتوں کو معافی نہیں	۲۲۸
۲۸۹	عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا	۲۲۸
۲۹۰	سمندر میں طوفان	۲۲۸
۲۹۱	سمندر میں لات وعزّیٰ مدد نہیں کر سکتے	۲۲۹
۲۹۲	عکرمہ کی اچھی نیت	۲۲۹
۲۹۳	ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان اور اپنے شوہر کے لیے امان طلب کرنا	۲۲۹
۲۹۴	آپ ﷺ کا عکرمہ کو امان دینا	۲۳۰
۲۹۵	بیوی شوہر کی تلاش میں	۲۳۰
۲۹۶	حضور ﷺ کی تین خوبیاں	۲۳۰
۲۹۷	قطع رحمی کرنے والے کی شبِ قدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی	۲۳۱
۲۹۸	اپنے اندر نیکی لاؤ	۲۳۱
۲۹۹	ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر	۲۳۲
۳۰۰	اگر اللہ کا ڈر آجاوے تو گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے	۲۳۳

۳۰۱	عکرمہ آرہے ہیں تم ان کے باپ کو برا مت کہنا	۲۳۳
۳۰۲	گالی دینا کتنی بری بات ہے؟	۲۳۳
۳۰۳	کافروں کے بتوں کو بھی گالی مت دو	۲۳۴
۳۰۴	دوسروں کے ماں باپ کو گالی مت دو؛ ورنہ!!!	۲۳۴
۳۰۵	پاکیزہ جذبہ	۲۳۵
۳۰۶	معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا	۲۳۵
۳۰۷	ستر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت	۲۳۵
	توکّل اور حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۳۰۸	اقتباس	۲۳۷
۳۰۹	توکل ایمان والوں کے لیے بہت ضروری چیز ہے	۲۳۹
۳۱۰	توکل کا مطلب	۲۴۰
۳۱۱	توکل کا غلط مطلب	۲۴۰
۳۱۲	ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے	۲۴۱
۳۱۳	وقت سے پہلے کسی چیز کو طلب کرنا بے کار ہے	۲۴۱
۳۱۴	تقدیر پر راضی رہنا چاہیے	۲۴۱
۳۱۵	کسی چیز کے چلے جانے کے وقت بہترین تسبیح	۲۴۲
۳۱۶	ہمارے پاس سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں	۲۴۲
۳۱۷	امانت کو خوشی خوشی واپس دینا چاہیے	۲۴۲
۳۱۸	خودکشی حرام کیوں ہے؟	۲۴۳

۳۱۹	خودکشی کی آخرت میں سزا	۲۴۳
۳۲۰	ہمیں اپنی زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیے	۲۴۳
۳۲۱	اللہ تعالیٰ کی عجیب مہربانی	۲۴۴
۳۲۲	چھوٹے بچے کا انتقال، والدین کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے	۲۴۴
۳۲۳	حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ	۲۴۵
۳۲۴	حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف	۲۴۵
۳۲۵	بچہ پہلے سے زیادہ آرام میں ہے	۲۴۶
۳۲۶	شوہر کی راحت کے خاطر نیک بیوی کا کردار	۲۴۶
۳۲۷	حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی اپنے جذبات کی عجیب قربانی	۲۴۶
۳۲۸	اپنے شوہر کی عجیب ایمان بھری ذہن سازی	۲۴۷
۳۲۹	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے برکت کی دعا	۲۴۸
۳۳۰	اس واقعے کی اہم نصیحتیں	۲۴۸
۳۳۱	ہر کام آسان ہونے اور غم والجھن کے دور کرنے کا وظیفہ	۲۴۹
۳۳۲	درد ختم کرنے کا ایک وظیفہ	۲۴۹

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شادی

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

۳۳۳	انسان کی زندگی اور ضروریات	۲۵۳
۳۳۴	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد	۲۵۳

۳۳۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی ایک نمونہ ہے	۲۵۳
۳۳۶	سنت پر چلنے کا انعام	۲۵۴
۳۳۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک شادی	۲۵۵
۳۳۸	ایک دکھ کی بات	۲۵۵
۳۳۹	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تعارف	۲۵۷
۳۴۰	خیبر کی طرف	۲۵۷
۳۴۱	خیبر کی جنگ	۲۵۸
۳۴۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ	۲۵۹
۳۴۳	حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت	۲۵۹
۳۴۴	معجزہ	۲۶۰
۳۴۵	ہمارے ذریعے دوسرے کو ہدایت ملے وہ قیمتی نعمت	۲۶۰
۳۴۶	خیبر میں بہت سارے قلعے	۲۶۱
۳۴۷	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک خواب	۲۶۱
۳۴۸	مار کا نشان	۲۶۲
۳۴۹	خواب کی تعبیر	۲۶۲
۳۵۰	قیدی زینب سے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تک	۲۶۳
۳۵۱	حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کا ایک نمونہ	۲۶۳
۳۵۲	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر	۲۶۴
۳۵۳	خواب کی تعبیر کی تکمیل	۲۶۴
۳۵۴	اللہ تعالیٰ جس کو چاہے نوازتے ہیں	۲۶۴

۳۵۵	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی	۲۶۵
۳۵۶	نکاح کے بعد رخصتی دیر سے کر سکتے ہیں	۲۶۵
۳۵۷	آج کے زمانے میں ایک گناہ اور اس سے بچنے کی ایک تدبیر	۲۶۶
۳۵۸	منگنی یعنی کیا؟	۲۶۷
۳۵۹	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	۲۶۷
۳۶۰	آج رخصتی میں ہمارا حال	۲۶۸
۳۶۱	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ	۲۶۸
۳۶۲	ولیمہ میں کیا تھا؟	۲۶۸
۳۶۳	ایسا ولیمہ بھی ہو سکتا ہے	۲۶۹
۳۶۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آسمانی کھانا	۲۶۹
۳۶۵	آسمانی عجیب کھانا	۲۷۰
۳۶۶	تاریخی زیارت	۲۷۱
۳۶۷	ولیمے کا مقصد	۲۷۲
۳۶۸	شادی کی سادگی غریبی کی وجہ سے نہیں ہے	۲۷۲

کتاب پڑھنے سے پہلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سَیِّدِنا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النبیین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلیٰ من تبعھم باحسانٍ إلیٰ یوم الدین، اَمَّا بَعْدُ!

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں ہمارے آقا، تاج دارِ مدینہ، محسنِ انسانیت، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت پر بے انتہا احسان ہے، ہر ہر امتی کیسے ایمان لے آوے اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حد فکر مندی، نیز زندگی کے تمام شعبے اور گوشے میں اصلاح وتربیت، کامیابی و کامرانی کے واسطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے انتہا کوشش ہماری گنتی اور شمار سے باہر ہے۔

ہماری محبت کا سلسلہ صرف اسی جگہ پر ختم نہیں ہوجاتا؛ بلکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر ہر چیز سے ہمیں بہت زیادہ محبت ہوتی ہے؛ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استعمال کی ہوئی ایک ایک چیز بھی ہمارے لیے عظمت اور احترام کے قابل ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی اولاد سے امتِ مسلمہ کو کس قدر محبت وعقیدت ہوگی، اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا!

بہر حال! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرینہ اولاد تو ایک خاص مصلحت کے پیشِ نظر بچپن ہی میں انتقال کرگئی؛ اس لیے ان کے حالات تو زیادہ تفصیل سے نہیں بیان کیے جاسکتے؛ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ بیٹیاں تھیں جن سے اِس دنیا میں آگے نسل چلی، ان پاکیزہ بیٹیوں نے زندگی کے ہر لمحے میں اپنے والد؛ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی، انھوں نے ہر مشکل گھڑی میں اپنے والد کا ساتھ دیا، جن کی قربانیوں کی وجہ سے اسلام کی شمع روشن ہوئی،

انھوں نے اپنے پیارے والد کی تعلیمات پر ایسا عمل کیا کہ ان کے لیے دنیا کی ہر تکلیف اور مشقت آسان ہوگئی۔

اس لیے ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے ضروری ہے کہ ان کی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرے اور اسے اپنی اور گھر والوں کی زندگی میں اتارنے کی کوشش کرے۔

لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ آج مسلمان بیٹیاں آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی بیٹیوں کو اپنا اُسوہ اور نمونہ (Ideal) بنانے کے بجائے فلمی اداکاراؤں اور فیشن شو (Fashoin Show) میں حصہ لینے والی موڈلوں (Models) کو اپنا اسوہ اور نمونہ بنا رہی ہیں، پھر عجیب بات یہ کہ اس پر فخر کرتے ہوئے اِتراتی بھی ہیں! اس لیے اِس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ امت کی ماں- بہنوں کی توجہ اس طرف موڑی جاوے، اس بارے میں علمائے کرام و صلحائے عظام کی سرپرستی میں کوئی تحریک چلائی جاوے، جس کی وجہ سے امت کی ہر بیٹی فلمی اداکاراؤں اور ننگے ناچ گان کرنے والی عورتوں کو اپنا نمونہ بنانے کے بجائے سرکارِ دو عالم ﷺ کی ان پاکیزہ بیٹیوں کو نمونہ بنائیں۔

اِس کتاب میں آپ ﷺ کی پاکیزہ شہزادیوں کے واقعات کو امت کی ماں- بہنوں کے سامنے اس نیت سے پیش کیا جارہا ہے؛ تاکہ اس کو پڑھ کو ہر مسلمان عورت اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرے اور انھیں پتا چلے کہ ان کا نمونہ ((Ideal) کون ہے؟

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد و عورت کو اس کتاب سے بھرپُور فائدہ اٹھانے کی اور اسے اپنی زندگی میں اتارنے کی توفیق و سعادت عطا فرماوے، آمین!

پچھلے کئی سالوں سے رمضان المبارک کے مہینے میں ایک عشرے کے لیے

’’ملاوی‘‘ (افریقہ) کے (Lilongwe) شہر میں دینی نسبت سے حاضری کی سعادت حاصل ہوتی ہے، وہاں اِس دوران مختلف دینی مجالس منعقد کی جاتی ہیں، ان میں سے ایک اہم کڑی ’’مستورات میں دینی بیانات‘‘ کی ہے۔

الحمد للہ! اس سے پہلے اِس مقام پر ’’قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات‘‘ کے سلسلے میں مفصل بیانات ہو چکے ہیں اور وہ کتابی شکل میں چھپ کر امت کے سامنے آچکے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت زیادہ مقبول ہو چکے ہیں اور ان کی اشاعت بھی جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے قیامت تک اس کے فیض کو جاری وباقی رکھے، آمین۔

پھر چند سالوں سے ’’احادیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات‘‘ کا بابرکت سلسلہ شروع ہوا، گزشتہ سال ’’امہات المؤمنین کے واقعات‘‘ کا سلسلہ چلا تھا جو بحمد للہ! ’’حدیث میں آئے ہوئے خواتین کے وواقعات، جلد ۲‘‘ کے نام سے شائع ہو چکا، اب وعدے کے مطابق اس سال حضرت نبی کریم ﷺ کی بناتِ طیبات کے واقعات کو امت کی ماں بہنوں کے سامنے بیان کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جس کو اب حوالوں سے مزین کرکے ’’حدیث میں آئے ہوئے خواتین، جلد: ۳‘‘ کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔

ساتھ ہی خطباتِ محمود کی نئی ترتیب کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے؛ اس لیے اس جلد میں بناتِ اربعہ کے علاوہ خطباتِ محمود میں سے تین بیانات اور شامل کیے گئے: (۱) حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی کا واقعہ (۲) توکل اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ (۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا واقعہ۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اِس مبارک سلسلے کو بے انتہا قبول فرماوے، یہ چیز

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی وجود میں آ رہی ہے، نیز ہمارے ملاوی کی ایمان والی عورتوں کا بھی اس سلسلے کے وجود میں آنے کا بہت بڑا کردار ہے، بہت بڑی قربانی ہے کہ انھوں نے رمضان المبارک میں روزے کے ساتھ، گھر کی کئی مشغولیات کے باوجود، اِن تمام دینی مجالس میں دل چسپی کے ساتھ حصہ لیا، یہ ان کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے۔

نیز ملاوی میں مقیم؛ حضرت مولانا ''سلیم ایسات صاحب'' (خلیفہ ومجاز: شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ)، حضرت مولانا عارف صاحب عیسیٰ (ادارہ ''المحمود'' کے شیخ) اوران کے رفقا کا بھی اس مبارک کام میں بڑا اہم حصہ ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں خاص طور پر: عزیزانِ مکرم: مفتی اسحاق درگودھرا، مفتی اویس صاحب وہورا (استاذِ حدیث، جامعہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ مپوٹو، افریقہ) اور مفتی احمد ڈابھیلی (فاضل: جامعہ ڈابھیل) زید فضلھم اور دوسرے جن حضرات کا تعاون رہا میں ان تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان تمام کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرما کر مزید خدماتِ علمیہ و دینیہ کے لیے موفق فرمائے، آمین!

نیز اس جلد کی طباعت کے لیے حاجی شبیر بھائی جسپ اینڈ کھربا فیملی سے مالی تعاون حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

حق تعالیٰ اِس مبارک کام کو اپنی بارگاہ میں بے انتہا قبول فرماوے، اس سلسلے کے فیض کو تا قیامت پورے عالم میں جاری و ساری فرماوے، اور ہم سب کے لیے اپنی رضا کا ذریعہ بناوے، آمین!

محمود حافظجی عفی عنہ

مؤرخہ: ۱۳/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ، ۲۹/اکتوبر ۲۰۲۳ء

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ صاحب زادیوں کے واقعات

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١٤٣٠

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾ (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور (قیامت تک آنے والی تمام) ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ: وہ اپنی چادریں (تھوڑی سی) اپنے (منہ کے) اوپر جھکا (یعنی لٹکا) لیا کریں، اِس طریقے میں اِس بات کی زیادہ امید ہے کہ وہ (آزاد عورت ہے یہ) پہچان لی جائیں گی؛ لہذا وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

شروع میں ضروری باتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین کی مبارک مجلس کی نسبت سے جمع فرمایا۔

پچھلے دو-تین سال سے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے آپ کے ملک (ملاوی)

میں اس طرح کی مبارک مجلسوں میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کے واقعات بیان کیے گئے تھے، وہ تمام کے تمام بیانات الحمدللہ! چھپ کر کتابی شکل میں منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

دراصل اُن بیانات کو سن کر اچھی طرح لکھا جاتا ہے، پھر اس میں تحقیق کر کے کچھ اور مناسب اضافے کر کے ان کو کتابی شکل میں لایا جاتا ہے؛ اس لیے اس کا مطالعہ اور اس کا پڑھنا آپ لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوگا۔

لہٰذا آپ سب سے یہ درخواست ہے کہ اُن کتابوں کو حاصل کر کے اس کو ضرور پڑھیں، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کے واقعات جب آپ کے گھر میں پڑھے جائیں گے تو ان شاء اللہ! اس کے بڑے انوار اور برکات نظر آویں گے۔

آج سے ہم حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیٹیوں کے واقعات شروع کرتے ہیں، ان میں بھی بڑی برکت کی باتیں ہیں۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے اور صاحب زادیاں

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل چار بیٹیاں تھیں:

(۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۲) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت امِّ کلثوم رضی اللہ عنہا (۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

اور دو بیٹے تھے: (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (۲) حضرت طاہر رضی اللہ عنہ۔

حضرت طاہر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا، ''زادالمعاد'' میں ہے کہ: آپ کا اصلی نام عبداللہ تھا اور ''طیب وطاہر'' دونوں آپ کے لقب تھے۔

(از: سیرت خاتم الانبیاء، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۹۷-۹۸)

یہ ساری اولاد ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں؛ البتہ آپ کے صرف تیسرے صاحب زادے-جن کا نام ابراہیم تھا-وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔

ان سب سے ہمیں سچی و پکی محبت ہونی چاہیے؛اس لیے کہ ہم اپنے پیارے آقا تاجدارِ مدینہ: حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں؛ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام چیزوں سے محبت کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل صرف صاحب زادیوں سے چلی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی اولاد تھیں ان میں سے صرف آپ کی بیٹیاں زندہ رہیں اور ان ہی سے دنیا میں آگے نسل چلیں؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام نرینہ اولاد (یعنی بیٹوں) کا بچپن میں ہی انتقال ہو چکا تھا، ان میں سے کوئی بالغ نہیں ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے؛ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ وہ جب چلنے پھرنے کی عمر تک پہنچے تو بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا، ان کی قبر شریف مدینۂ منورہ کے مبارک قبرستان: ''جنت البقیع'' میں موجود ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کی تمام بیٹیاں بڑی ہوئیں، ان کے نکاح بھی ہوئے اور اس کے نتیجے میں اولاد ہو کر ان کی نسل دنیا میں آگے چلی۔

اِس سال ہم ان مبارک بیٹیوں کے قصے سننا شروع کر رہے ہیں، جب ہم ان پاکیزہ عورتوں کے واقعات سنیں گے اور دین کے لیے ان کی قربانیاں سامنے آئیں گی تو ہمارے دل اور دماغ دین کی طرف مائل ہوں گے۔

اِن چاروں بیٹیوں نے اپنے والدِ ماجد ہمارے آقا: حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا بڑا ساتھ دیا، دینِ اسلام کی زبردست مدد کی، دین کے خاطر قربانیاں دیں، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین سیکھ کر پوری امت تک پہنچایا۔

بیٹیوں کو دین کی تعلیم دینے کا اہتمام کرنا چاہیے

اِن کے واقعات میں آئے گا کہ ان تمام بیٹیوں نے کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دینِ اسلام کی مدد کی، ان چاروں بیٹیوں سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی محبت اور شفقت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دینِ اسلام کی مبارک تعلیم دی تھی اور اسلامی پاکیزہ تربیت کی تھی، جس کی وجہ سے ان کے لیے ہر مصیبت و مشکل آسان ہوگئی تھی۔

آج ہماری مسلمان ماں- بہنوں کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ وہ گنہگار، ناپاک، فاسق و فاجر فلمی اداکاراؤں، ماڈلوں، فیشن ڈیزائنروں کو اپنے لیے اُسوہ اور نمونہ (ideal) بناتی ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِن مبارک و پاکیزہ بیویوں اور بیٹیوں کو اُسوہ اور نمونہ (ideal) بنانا چاہیے!

دوسری قوموں کی مشابہت اختیار نہ کریں

جو لوگ اسلام کے طریقے کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے طور و طریق اختیار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں بڑی وعید وارد ہوئی ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۰۳۱)

ترجمہ: جو دوسری قوموں سے مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہیں۔

اس لیے ہمیں اس بات سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور دوسری قوموں کے طور طریق اور ان کی تہذیب اختیار کرنے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، دنیا میں جن کی مشابہت اختیار کریں گے کل قیامت کے دن ان کے ساتھ حشر-نشر کیا جاوے گا۔

اپنے خاندان میں شادی کرنا عیب کی بات نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اِن چاروں بیٹیوں کی شادی اپنے خاندان: قریش میں ہی کروائی تھی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ لڑکے کے لیے اپنے رشتے دار کی لڑکی کے ساتھ اور لڑکی کے لیے اپنے رشتے دار لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت و برائی نہیں ہے؛ بلکہ اس سے تو بڑے فوائد حاصل ہوا کرتے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادیوں میں سب سے بڑی صاحب زادی تھیں۔ (سیرت ابن ہشام: ۹۸)

یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ خوش نصیب بیوی ہیں، جن کے پیٹ سے یہ چاروں بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے پانچ سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔ (اسد الغابۃ: ۷/۱۳۱)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شادی کے چار-پانچ سال بعد بچے پیدا ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے، کچھ گھرانوں میں شادی کے دو-تین سال بعد بچہ پیدا نہیں ہوتا

ہے تو لڑکی؛ یعنی بہو کو اس کے سسرال والے طعن و تشنیع اور ستانا شروع کردیتے ہیں۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے

یہ بہت غلط طریقہ ہے اور ایک طرح کا ظلم ہے؛ کیوں کہ اولاد دینا، نہ دینا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے؛ بلکہ ہر چیز کا اختیار اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہے، قرآنِ پاک میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾ (الشوریٰ: ۴۹،۵۰)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بیٹیاں عطا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے عطا کرتے ہیں ﴿۴۹﴾ یا ان کو لڑکے اور لڑکیاں (دونوں) جمع کردیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بانجھ (یعنی بے اولاد) رکھتے ہیں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے جاننے والے، بڑے قدرت والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کی نقل

بہر حال! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے پانچ سال بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پہلی بیٹی کا نام ''زینب'' رکھا؛ اس لیے اگر کوئی انسان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس مبارک طریقے کی نقل کرتے ہوئے اپنی پہلی بیٹی کا نام زینب رکھے گا تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس کی بیٹی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا

جیسے اوصاف اور کمالات پیدا کر دیں گے!

جس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبوت کے تاج سے نوازا گیا، اُس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال تھی۔

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی بیٹی: حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ایمان لے آئیں؛ اس لیے یہ بچیوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی قرار پائیں۔

امام زُرقانیؒ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں کی فہرست میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹیوں کا نام نہیں لیا جاتا؛ حالاں کہ وہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ فوراً مسلمان ہوگئی تھیں۔

لڑکی کو چاہیے کہ گھر کے کاموں میں اپنی والدہ کی مدد کرے

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر جب پانچ - سات سال ہوئی تو وہ گھریلو کام کاج میں اپنی والدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مدد کرنے لگیں، یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ اتنی سی چھوٹی عمر میں ایک بچی اپنی والدہ کی مدد کر رہی ہے!

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی بچیوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ گھریلو کام کاج بھی سکھائیں، یہی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندان (family) کا طرز وطریقہ تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اخلاق واوصاف

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی تھیں، خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آیا کرتی تھیں، لوگوں کے غم دور کیا کرتی تھیں، حیا والی تھیں، پاک دامن تھیں،

ساتھ ہی عقل مند و ہوشیار بھی بہت زیادہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ امّت کی ماں- بہنوں میں یہ تمام خوبیاں پیدا فرما دیں، آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی یہ بیٹی بہت زیادہ محبوب تھی

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، کتابوں میں لکھا ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُحِبّاً لَهَا. (الاستیعاب: ۴/ ۳۱۲)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بیٹی جتنی زیادہ پیار اور محبت میں بڑی ہوئیں، ان کو بعد میں اتنی ہی زیادہ دین کے لیے مشقّت برداشت کرنی پڑی، کافروں کی طرف سے ان کو بہت زیادہ ستایا گیا؛ اسی لیے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ:

زینب کو مجھ سے بہت زیادہ محبت ہے؛ اسی لیے ان کو کافروں کی طرف سے بہت زیادہ ستایا جاتا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/ ۴۲۶، البدایۃ والنہایۃ: ۳/ ۲۹۴)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عجیب جذبہ

اسلام کی دعوت کے لیے شروع زمانے میں مکہ مکرمہ میں کافر لوگ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچایا کرتے تھے، گالیاں دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھاتے تھے، پتھر مارتے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اُس وقت چھوٹی بچی تھیں۔

انھیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ میں اپنے ابا کے ساتھ باہر جاؤں گی تو مجھے

بھی ان تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اس کے باوجود وہ اپنے پیارے ابا کے ساتھ ان کی مدد اور حمایت کے واسطے باہر جایا کرتی تھیں۔ (پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص: ۲۳)

سبحان اللہ! کیا جذبہ تھا! آج کی لڑکیاں جب اپنے باپ کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتی ہیں تو بڑے ارمان کے ساتھ جاتی ہیں کہ میرے ابا مجھے کھانے۔ پینے کی چیزیں دلوائیں گے، میرے لیے کھلونے (Toys) خریدیں گے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی کی یہ لاڈلی بیٹی کچھ الگ ہی جذبات لے کر اپنے والد کے ساتھ جاتی تھیں۔

اپنے والد کے لیے ہمدردی وغم خواری

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''منیٰ'' میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی دوران بدبخت کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ڈھیلے اور پتھر برسانے شروع کر دیے، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زخمی ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن مبارک سے خون بہنے لگا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جب اس حادثے کا علم ہوا تو وہ ایک ہاتھ میں پانی کا برتن اور دوسرے ہاتھ میں کپڑا لے کر دوڑی دوڑی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ بیٹیوں کو اپنے والد سے بہت زیادہ محبت ہوا کرتی ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ رویہ بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ایک ہاتھ سے اپنے والد کو پانی پلا رہی تھیں، دوسرے ہاتھ سے اپنے ابا کا خون صاف کر رہی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے؛ اس لیے کہ

ایک باپ کو بھی اپنی بیٹی سے بہت زیادہ محبت ہوا کرتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے فرمانے لگے: بیٹی! صبر کرو! اللہ تعالیٰ تمھارے باپ کو ضائع نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تمھارے ابا کے ساتھ ہے۔ (البدایة والنهایة: ۳/ ۱۲۲، سیرتِ مصطفی: ۱/ ۲۰۳)

دینی بہنو! اگر اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دے تو اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرو! اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی عطا فرمائیں گے!

ابوالعاص کی جانب سے نکاح کا پیغام

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب آہستہ آہستہ جوان ہو گئیں تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قریش خاندان کے ایک نوجوان: ''ابوالعاص'' سے آپ کا نکاح کرا دیا۔

''ابوالعاص'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن: ''ہالہ'' کے لڑکے تھے، بہت زیادہ نیک اور شریف طبیعت کے انسان تھے، سچے اور ایمان دار تھے، نیز بہت بڑے تاجر بھی تھے، تجارت کرنے کے واسطے ملکِ شام اور یمن کا سفر بھی کیا کرتے تھے۔ (السیرة النبویة لابن هشام: ۳۴۱)

داماد کیسا ہو؟

دیکھیے! یہ مقام غور کرنے کا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے واسطے کیسا داماد پسند فرمایا! وہ کونسے عمدہ اخلاق کے مالک تھے؟ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ فیصلہ لیا تھا؟ کیا وجہ تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لیے اس شخصیت کا انتخاب کیا تھا؟

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ نے ان سے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ بہن!

تمھاری لڑکی کا نکاح میرے بیٹے سے کروادو، جس کی وجہ سے ہمارا رشتہ اور مضبوط ہو جاوے گا اور خود حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اِس بات کی درخواست کی تھی کہ آپ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیجیے۔ (السیرة النبویة: ۱/۳۴۱)

رشتے داروں سے تعلق رکھنا چاہیے

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابو العاص کے اخلاق و کردار سے پوری طرح واقف تھے؛ اس لیے کہ حضرت ابو العاص اپنی خالہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر بہت زیادہ آتے رہتے تھے، وہ جب تجارت کا سفر کر کے واپس آتے تھے تو اپنی خالہ کے سامنے اپنے پورے سفر کی کارگزاری بھی سنایا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کو تجارت کے سلسلے میں بڑے مفید مشورے بھی دیا کرتی تھیں، اس طرح دونوں خاندانوں کے درمیان روابط (relationship) بہت اچھے تھے۔

والدین کو چاہیے کہ رشتہ طے کرتے وقت اولاد سے مشورہ کریں

جب رشتے کی بات آئی تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جواب دیا کہ: دیکھو! میں اِس سلسلے میں اپنی بیٹی زینب سے گفتگو اور مشورہ کروں گا، اس کے بعد ہم اپنی بات آگے بڑھا سکتے ہیں۔

دینی بہنو! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیسے باپ تھے کہ آپ نے اپنی طرف سے ان کو کچھ جواب دینے کے بجائے پہلے اپنی بیٹی سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا؛ حالاں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کوئی ایسی بیٹی نہیں تھی جو اپنے والدِ ماجد کے فیصلے کو رد کرے؛ لیکن

اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جواب دیا۔

اس کے بعد جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں پوچھا گیا تو چوں کہ وہ پہلے سے ابوالعاص کے عمدہ اخلاق، امانت داری اور تجارت میں مہارت کو جانتی تھیں؛ اس لیے انھوں نے رشتے کے لیے ''ہاں'' کہہ دیا اور نکاح کے لیے تیار ہوگئیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جہیز

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ ذاتِ خود ان کا نکاح پڑھا دیا، نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی لختِ جگر کو دوسری چیزوں کے علاوہ عقیق کا بہت قیمتی یمنی ہار (Neckless) ہدیے میں دیا تھا جو ماں کی ممتا کی ایک انمول نشانی تھی۔ (طبقات لابن سعد:۱۰/۲۵)

والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو شادی کے موقع پر ہدیے-تحفے دیں؛ لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ اس موقع پر دوسرے خاندان والوں کی طرف سے سامان اور دوسری چیزوں کا مطالبہ (dimand) نہ ہو، یہ شریعت کے قوانین کے خلاف ہے۔

اس کے بعد دونوں میاں بیوی (couple) بہت اچھے طریقے سے خوشگوار زندگی گزارنے لگے۔

تم نے داماد ہونے کا حق ادا کر دیا

اسلام کے شروع زمانے میں مکہ والوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے خاندان والوں اور تمام مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا تھا؛ چناں چہ یہ سب شعبِ ابی طالب میں محصور (قید) ہوگئے تھے۔

اس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ''شعبِ ابی طالب'' میں رہ کر بڑی مشقت اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، کفار نے آنے جانے کے تمام راستے بند کر دیے تھے اور کھانے- پینے کی کوئی چیز مسلمانوں تک پہنچنے نہیں دیتے تھے، چھوٹے چھوٹے بچے بھوک اور پیاس کی وجہ سے بلبلاتے تھے، درختوں کے پتے چبا چبا کر اور چمڑے پکا پکا کر بھوک مٹاتے تھے!

ایسے نازک وقت میں بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والدِ محترم کے ساتھ تھیں، والد صاحب کی مدد کر رہی تھیں، نیز وہ اپنی دوسری چھوٹی بہنوں کو تسلی دیتی تھیں کہ ایک دن سب کچھ ٹھیک ہو جاوے گا، اللہ تعالیٰ ضرور ہمارے لیے کوئی راستہ کھولیں گے۔

اور ان کے شوہر: ابو العاص- جو اُس وقت تک کافر تھے- چپکے چپکے اپنی بیوی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے اور ان کو کھانے- پینے کی چیزیں دے کر چلے جاتے تھے؛ اِسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ:

تم نے ہمارے داماد ہونے کا حق ادا کر دیا۔ (از: پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص: ۲۷)

ہمیں اچھا داماد بننے کی کوشش کرنی چاہیے

اللہ تعالیٰ اس امّت کے دامادوں کو بھی اس طرح سے زندگی گزارنے اور اپنے سسرال والوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

آج کل تو داماد اپنے آپ کو خدا کے بعد سب سے بڑا سمجھتے ہیں؛ اس لیے ماں- باپ بیٹے سے کہیں کہ: بیٹا! اپنے سسرال میں جائے تو اللہ کے بعد اپنے آپ کو دوسرا سمجھ کر مت جانا! بلکہ ''ابو العاص'' بن کر جانا؛ یعنی تواضع سے رہنا!

ابوالعاص کی وفاداری

جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص سے نکاح ہوا تھا، اُس وقت اسلام کا شروع زمانہ تھا، مسلمان مرد وعورت کے لیے کافر مرد وعورت سے نکاح کرنا جائز تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے مسلمان ہوگئی تھیں اور ان کے شوہر: ابوالعاص نکاح کے وقت اور اس کے بعد بھی کئی سال تک ایمان نہیں لائے تھے؛ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب اسلامی احکام پر عمل کرتی تھیں تو ابوالعاص نے کبھی ان پر روک ٹوک نہیں کی؛ بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ شروع زمانے میں مکہ والوں نے ابوالعاص کے پاس آکر ان کے سامنے اِس بات کی پیش کش کی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں؛ تاکہ اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہو۔

مگر لاکھوں سلام ابوالعاص کے جذبے اور ان کی وفاداری پر! انھوں نے اِس بات سے صاف انکار کر دیا؛ بلکہ مکہ والوں نے تو یہاں تک کہا کہ: اگر تم زینب کو طلاق دے دو تو پورے مکہ میں جس خوب صورت عورت سے تم شادی کرنا چاہو، ہم اس سے تمھاری شادی کروادیں گے!

اس کے جواب میں ابوالعاص نے کہا کہ: اللہ کی قسم! میں اپنی وفادار بیوی کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا اور قریش کی کسی عورت کو اپنی بیوی کے بدلے میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

(سیرت ابن ہشام: ۱/۳۴۱)

خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں

جس زمانے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی ہونے کا اعلان کیا، اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص تجارت کے سفر کے لیے ملکِ شام گئے ہوئے تھے، اِدھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایمان لانے میں اپنے شوہر کی اجازت لینے کا انتظار نہیں کیا؛ بلکہ فوراً اپنے والد ماجد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایمان قبول کرلیا!

اِس سے معلوم ہوا کہ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے، شریعت کے احکام: فرائض وواجبات کے ادا کرنے کے واسطے کسی کی اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں تو ماں، باپ اور شوہر کی بھی نافرمانی جائز ہے، مشکوۃ شریف میں ہے:

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. (مشکوۃ: ۳۶۲۴)

ترجمہ: خالق کی معصیت (نافرمانی) میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاوے گی۔

اور بخاری شریف میں ہے:

لَاطَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ. (البخاری، رقم: ۷۲۵۷)

ترجمہ: گناہ کے کاموں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے، اطاعت تو نیکی کے کاموں میں کرنی چاہیے۔

اپنے شوہر کو اسلام کی دعوت

ابو العاص نے سفر سے واپسی کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جب اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگیں کہ: جی ہاں! میں نے ایمان قبول کرلیا ہے، میں سلامتی والے دین میں داخل ہوگئی ہوں!

پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ: آپ بھی اسلام میں داخل ہو جاؤ! سلامت رہو گے، دیکھو! تمھاری خالہ، خالہ زاد بہنیں سب مسلمان ہوگئی ہیں۔

اس پر ابو العاص نے کہا کہ: مجھے تمھارے والد؛ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور نہ میں ان کو جھٹلاتا ہوں؛ مگر میں ابھی اس بارے میں جلدی نہیں کرنا چاہتا؛ ورنہ لوگ یہ کہیں گے کہ: اپنی بیوی کی بات میں آکر اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا۔ (طبقات لابن سعد: ۱۰/ ۲۵)

ماں- باپ اپنی اولاد کے گھروں کو اُجاڑنے سے بچیں

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خاندان والوں نے جب مدینۂ منورہ ہجرت فرمائی تو اس وقت بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں اپنے شوہر کے پاس ہی تھی؛ لیکن اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داماد سے اس بات کا مطالبہ نہیں کیا کہ ہم سب مدینہ ہجرت کر کے جا رہے ہیں؛ اس لیے آپ ہماری بیٹی: زینب کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجیے!

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اِس بارے میں کچھ نہیں کہا اور اپنی بیٹی کو شوہر ہی کے پاس رہنے دیا۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کا گھر سلامت رکھنا چاہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میاں- بیوی ایک دوسرے سے دور ہو جاویں اور یہی چیز ان کے درمیان جدائی کا سبب بنے!

ابو العاص نے وعدہ پورا کر کے دکھلایا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جب مکہ مکرمہ میں رہ کر اپنے گھر اور خاندان والوں کی یاد

ستاتی تھی تو وہ غمگین ہو جاتی تھیں، اس وقت ابو العاص ان کو تسلی دیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ بھی ان کی تعریف کیا کرتے تھے: بخاری شریف میں ایک روایت ہے:

فَإِنِّي قَدْ أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي. (البخاری رقم الحدیث: ۳۷۲۹)

ترجمہ: میں نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح ابو العاص سے کیا تھا، انھوں نے اس وقت مجھ سے جو باتیں کہی تھی، وہ تمام کی تمام باتیں پوری کر کے دکھلائی۔

ابو العاص کی گرفتاری

ہجرت کے دوسرے سال جب غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا، اُس وقت ابو العاص مسلمانوں سے مقابلے کے لیے آنے کو تیار نہیں تھے؛ لیکن مکہ کے کافران کو زبردستی لے گئے، جب لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و کامیابی دی تو اس وقت مالِ غنیمت کے ساتھ ساتھ مشرکین کے ستّر (۷۰) آدمی مسلمانوں کی قید میں آئے تھے۔

اُن قیدیوں میں حضور ﷺ کے داماد: ابو العاص بھی تھے، حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ کر کے قیدیوں کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ ابھی چوں کہ مسلمانوں کی مالی حالت کمزور ہے؛ اس لیے ان قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ (پیسے) لے کر انھیں چھوڑ دیا جائے۔

حضور ﷺ کا بے مثال انصاف

ابو العاص نے مکہ مکرمہ میں اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اس سلسلے میں ایک خط روانہ فرمایا کہ: میں یہاں مدینہ منورہ میں قید ہوں، مجھے آزاد کرانے کے

لیے پیسوں کا انتظام کرو!

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصاف کی ایک مثال ہے کہ خود کا داماد قید میں ہے؛ لیکن اس کے لیے بھی فدیہ لانے کا حکم ہے!

بیوی ہر وقت اپنے شوہر کا ساتھ دے

جب ابو العاص کا خط حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا تو وہ بڑی فکر مند ہوئیں کہ کیا کیا جاوے؟ میرے شوہر کو قید و بند سے کس طرح آزاد کیا جاوے؟ روپیہ۔ پیسہ تو کچھ خاص تھا نہیں، ہاں! ان کے پاس ان کی شادی کے وقت ان کی ماں: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ایک قیمتی یمنی ہار تھا، انھوں نے دل پر پتھر رکھ کر وہ ہار بھیج دیا اور کہلوایا کہ: اِس ہار کو لے لو! اور میرے شوہر کو چھوڑ دو!

یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذاتی ہار تھا جو رخصتی کے وقت انھوں نے اپنے گلے سے اتار کر بیٹی کے گلے میں پہنا دیا تھا اور بیٹی نے بھی ساری زندگی اس ہار کی خوب حفاظت کی۔

دینی بہنو! بیوی ایسی ہونی چاہیے جو ہر وقت اپنے شوہر کو کام آئے، برے اور مشکل وقت میں اس کو تسلی دے، اس سے جتنا ہو سکے اتنی اپنے شوہر کی مدد کرنے کی کوشش کرے!

ہر کام مشورے سے کرنا چاہیے

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ ہار جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پیاری بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی اور اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے!

نظر آیا جوں ہی یہ ہار، دل حضرت کا بھر آیا	سمٹ کر ابرِ گوہر بار پلکوں پر اتر آیا

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ میری بیٹی زینب کا بھیجا ہوا ہار دراصل اس کے پاس اس کی والدہ خدیجہ کی ایک یادگار ہے؛ اگر آپ سب اجازت دیں تو میں اِس ہار کو واپس مکہ مکرمہ اپنی بیٹی کے پاس بھیج دوں؟

(طبقات لابن سعد:۱۰/۲۵،السیرۃ النبویۃ: ۱/۳۴۱)

دیکھیے! یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ ذاتِ خود کوئی فیصلہ نہیں لیا کہ یہ میری بیوی کا ہار ہے، اس کو میں واپس بھیج رہا ہوں! بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔

مشورہ بہت اچھی چیز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اس کے بڑے فوائد اور اثرات مرتب ہوا کرتے ہیں!

چناں چہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے کے بعد یہ بات طے ہوئی کہ ابو العاص کو چھوڑ دیا جائے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو وہ ہار واپس کر دیا جائے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیجنے کا وعدہ

البتہ ابو العاص سے اتنا کہا گیا کہ: جب تم مکہ مکرمہ پہنچو تو وہاں جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دینا؛ اس لیے کہ ایک تو وہاں حضرت زینب اکیلی تھیں، خاندان والے تمام لوگ مدینہ میں تھے، دوسرا یہ کہ کفار و مشرکین ہر وقت ان کو تکلیف پہنچانے اور ستانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کو مدینہ لانے کے واسطے ابو العاص کے ساتھ اپنے لے پالک بیٹے: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا کہ وہ مکہ مکرمہ جا کر

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ حفاظت سے لے آئے؛ چناں چہ وہ ابوالعاص کے ساتھ گئے اور مکہ مکرمہ سے ۱۳ رکلومیٹر دور بطنِ یاجج میں رک گئے اور ابوالعاص سے کہا کہ: حضرت زینب کو یہاں تک پہنچادو، اس کے بعد میں یہاں سے مدینہ منورہ لے جاؤں گا! (طبقات لابن سعد: ۱۰/۲۵، السیرۃ النبویۃ: ۳۴۲)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت

مکہ پہنچ کر ابوالعاص نے تو اپنی بیوی کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی؛ لیکن مکہ کے مشرکین یہ چاہتے تھے کہ زینب اس کے گھر والوں کے پاس مدینہ پہنچنے نہ پاوے؛ اس لیے انھوں نے حتیٰ الامکان حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو روکنے کی کوشش کی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے ہجرت کرنے کی تمام تیاریاں پوری کر لیں، سامان اور توشہ وغیرہ باندھ لیا، ان کو اِس طرح تیاری کرتے ہوئے دیکھ کر مکہ کے سردار ''ابوسفیان'' کی بیوی: ''ہندہ'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہنے لگیں: اے زینب! تم اپنے والد کے پاس جارہی ہو تو مجھ سے اپنی بات مت چھپاؤ! ہمیں تمھارے والد سے دشمنی ہے، تم سے نہیں! چوں کہ مدینہ کا سفر لمبا اور دشوار ہے؛ اس لیے میں تمھیں توشہ تیار کر دیتی ہوں! وہ راستے میں تمھارے کام آئے گا۔

ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ بن ربیع سے کہا کہ: زینب کو بطنِ یاجج پہنچا آئیں۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ شریف گھرانے کی عورتیں ہودج میں سفر کرتی تھیں، کنانہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نہایت احترام کے ساتھ ہودج میں سوار کیا، بیٹی امامہ بھی ساتھ تھیں، دوسرے اونٹ پر کنانہ سوار ہوئے، تیر اور ترکش ساتھ لیا اور بطنِ یاجج

کی طرف چل پڑے۔ جب مکہ کے مشرکین کو اِس بات کا پتا چلا تو وہ سب مشورہ کر کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو روکنے اور ان کو تکلیف پہنچانے کے ارادے سے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ (السیرۃ النبویۃ: ۳۴۲)

مشرکوں کی گھیرا بندی

''ذی طُویٰ'' نامی جگہ میں ان بدبختوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو گھیر لیا اور ان کو مدینہ جانے سے روکنے لگے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک چچا زاد بھائی: جس کا نام ''ہَبّار بن اسود'' تھا، اور ایک دوسرا آدمی؛ جس کا نام ''ہشام'' تھا وہ دونوں ان کے سامنے آ گئے اور کہنے لگے کہ: اے زینب! تو مدینہ نہیں جاسکتی! تو واپس مکہ کی طرف چل!

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بولی کہ: میں تو مدینہ جا کر ہی رہوں گی، تم جو چاہو کرلو!

اس کے بعد اُس ''ہبار'' نامی ظالم نے اونٹ کو ایک نیزہ مارا جس کی وجہ سے اونٹ تڑپا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ سے گر گئیں۔ (السیرۃ النبویۃ: ۳۴۲)

حمل بھی ساقط ہو گیا

اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں؛ اس لیے اس زخم اور چوٹ کی وجہ سے ان کا حمل بھی گر گیا!

دینی بہنو! ایک بیٹی نے اسلام قبول کیا، اس پر عمل کیا، وہ اپنے گھر والوں سے بچھڑ گئی، ان کے پاس جانا چاہتی تھی؛ مگر مکہ کے ظالموں نے ان کو روکا، پتھر اور نیزہ مارا اور زخمی کر دیا!

اس کے بعد وہ ظالم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا:

لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دیور کنانہ اپنے ترکش سے تیر نکال کر سامنے آئے اور للکار کر کہا کہ: خبردار! اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔

اس طرح اس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بچایا، اس کے بعد کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ (السیرۃ النبویۃ: ۲۴۲)

کنانہ بن ربیع کے دل سوز اشعار

جب کنانہ بن ربیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی یہ حالت اور ان کے زخموں کو دیکھا تو بڑے غم کے لہجے میں یہ اشعار پڑھے:

عَجِبْتُ لِهَبَّارَ وَ اَوْبَاشَ قَوْمِهِ	يُرِيْدُوْنَ اِخْفَارِیْ بِبِنْتِ مُحَمَّدٍ
وَ لَسْتُ اُبَالِیْ مَا حَيِيْتُ عَدِيْدَهُمْ	وَمَا اسْتَجْمَعْتُ قُبْضَا يَدَیّ بِالْمُهَنَّدِ

(السیرۃ النبویۃ: ۲۴۲)

ترجمہ: مجھے ہبار اور اُس کی قوم کے کمینوں پر بڑا تعجب ہے۔ وہ محمد کی بیٹی کے معاملے میں میرے عہد و پیمان کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔

جب تک میں زندہ ہوں مجھے ان کی تعداد کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ابھی تو میں نے اپنے ہاتھ میں ہندی تلوار بھی نہیں اٹھائی ہے۔

ہمیں آپ سے دشمنی نہیں!

مکہ کے سردار: ابوسفیان کو جب اس واقعے کے بارے میں پتا چلا تو وہ بھی اُس جگہ پہنچ گئے اور معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی اور کنانہ سے کہنے لگے: دیکھو! محمد کی بیٹی سے ہمیں کوئی دشمنی نہیں ہے، نہ ہم اس کو اس کے والد سے الگ کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن تم

دن کے اجالے میں ہم سب کے سامنے اِس طرح کھلم کھلا ہمارے دشمن کی بیٹی کو لے جا رہے ہو! یہ ٹھیک نہیں ہے۔

اس لیے کہ لوگ باتیں کریں گے کہ قریش اتنے بزدل ہو گئے ہیں کہ ایک عورت دن کے اجالے میں ان کی آنکھوں کے سامنے سے اطمینان کے ساتھ مدینہ ہجرت کر کے جا رہی ہے اور یہ لوگ اس کو روک بھی نہیں سکتے!

اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ ابھی مکہ واپس لوٹ جائیں، پھر جب معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے تو اس کے بعد رات کے وقت ان کو لے کر آپ یہاں سے نکل جانا؛ چناں چہ کنانہ نے ان کی بات قبول کر لی، نیز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو سخت چوٹ بھی آئی تھی، جس کے نتیجے میں بہت زیادہ خون بہہ رہا تھا؛ اس لیے آگے سفر کرنے کی ہمت نہیں ہوئی؛ لہٰذا ان کو مجبوراً مکہ واپس لوٹنا پڑا۔ (السیرۃ النبویۃ: ۲۴۳)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی چالاکی

دوسری طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تم مکہ مکرمہ جاؤ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر آؤ!

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: تم میری اِس انگوٹھی کو لے کر جاؤ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دے دینا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بڑی چالاکی سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ان کی ملاقات ایک چرواہے سے ہوئی، انھوں نے اس سے پوچھا کہ: تو کس کا چرواہا ہے۔ جواب ملا: ابوالعاص کا۔ پوچھا: کس کی بکریاں چراتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: زینب بنتِ محمد کی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ: میں تجھے ایک چیز دیتا ہوں، تو کسی کو کہے بغیر زینب کو دے دے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ انھوں نے وہ انگوٹھی اُس چرواہے کو دے دی۔ اس چرواہے نے گھر جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو وہ انگوٹھی دکھلائی، اس کو دیکھ کر وہ فوراً سمجھ گئی کہ پلان کیا ہے؟

انھوں نے چرواہے سے پوچھا کہ: تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی؟ اس نے پوری بات بتا دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا کہ: وہ تجھے کس جگہ ملے تھے؟

اس نے جگہ کا نام بتلا دیا، اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا چپ رہی۔

ایک- دو دن بعد کنانہ ان کو رات کے وقت لے کر مدینہ کی طرف چل پڑے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ جس جگہ ان کا انتظار کر رہے تھے، وہاں پہنچا دیا، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان کو وہاں سے لے کر خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے①۔ (البداية والنهاية: ۲۹۴/۳)

---

①قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ: أَلَا تَنْطَلِقُ فَتَجِيءَ بِزَيْنَبَ، فَقَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: فَخُذْ خَاتَمِي فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ. فَانْطَلَقَ زَيْدٌ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَلَطَّفُ فَلَقِيَ رَاعِيًا فَقَالَ: لِمَنْ تَرْعَى؟ فَقَالَ: لِأَبِي الْعَاصِ فَقَالَ: لِمَنْ هَذِهِ الْغَنَمُ فَقَالَ: لِزَيْنَبَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ فَسَارَ مَعَهُ شَيْئًا. ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي أَنْ أُعْطِيَكَ شَيْئًا تُعْطِيهَا إِيَّاهُ وَلَا تَذْكُرُهُ لِأَحَدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَعْطَاهُ الْخَاتَمَ وَانْطَلَقَ الرَّاعِي فَأَدْخَلَ غَنَمَهُ وَ أَعْطَاهَا الْخَاتَمَ فَعَرَفَتْهُ فَقَالَتْ: مَنْ أَعْطَاكَ هَذَا، قَالَ رَجُلٌ: قَالَتْ: فَأَيْنَ تَرَكْتَهُ؟ قَالَ: بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَسَكَتَتْ حَتَّى إِذَا كَانَ اللَّيْلُ خَرَجَتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا جَاءَتْهُ قَالَ لَهَا: ارْكَبِي بَيْنَ يَدَيَّ عَلَى بَعِيرِهِ، قَالَتْ: لَا وَلَكِنِ ارْكَبْ أَنْتَ بَيْنَ يَدَيَّ فَرَكِبَ وَرَكِبَتْ وَرَاءَهُ حَتَّى أَتَتْ. (مجمع الزوائد: ۱۵۲۳۰، المستدرك على الصحيحين: ۱۱۶۳۷)

حضرت عروہ اور حضرت علی بن حسین کا مشاجرہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت والی اِس روایت کے راوی: حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں؛ چوں کہ اس روایت میں آگے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا کہ:

خَيْرُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ. (مجمع الزوائد: ۲۱۵/۹)

زینب میری سب بہترین بیٹی ہے، جس کو میری وجہ سے ستایا گیا۔

چناں چہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو جب اِس روایت کے بارے میں پتا چلا تو ان کو یہ بات بری لگی کہ عروہ ایک ایسی روایت بیان کرتے ہیں جس سے میری دادی: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص ہو رہی ہے! اس لیے وہ اس بارے میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے بات چیت کرنے کے لیے گئے؛ مگر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے صاف بیان کر دیا کہ: اللہ کی قسم! اس سے میرا مقصد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص نہیں ہے؛ بلکہ مجھے اس کے بدلے میں مشرق و مغرب کی دولت مل جائے تب بھی میں اس بات کو پسند نہیں کروں گا!

پھر انھوں نے مزید کہا کہ: اگر آپ کو ایسا ہی لگتا ہے تو اب کے بعد میں یہ روایت کسی کے سامنے بیان نہیں کروں گا!①

---

①فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ فَانْطَلَقَ إِلَى عُرْوَةَ فَقَالَ: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ تَنْتَقِصُ فِيهِ حَقَّ فَاطِمَةَ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ: وَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَإِنِّي أَنْتَقِصُ لِفَاطِمَةَ حَقًّا هُوَ لَهَا، وَأَمَّا بَعْدَ ذَلِكَ إِنِّي لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَبَدًا.

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۰۵۱)

ہبار ظالم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلال

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اپنی بیٹی کی مدینہ منورہ ہجرت کر کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی لاڈلی بیٹی کے استقبال کے لیے مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور ان کا استقبال کیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ملے اُس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو سفر اور ان پر کیے گئے ظلم وستم کی پوری داستان سنائی تو اس کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ’’ہبار‘‘ درندے کے متعلق فرمایا کہ: وہ ظالم جہاں کہیں بھی ملے، اس کو زندہ آگ میں جلا دینا! (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام: ۳۴۳)

آگ کی سزا دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

لیکن پھر دوسرے دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کو جلانا نہیں! بلکہ یہ جہاں بھی ملے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے قتل کر دینا۔① (بخاری: ۳۰۱۶)

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی بھی مخلوق کو آگ میں نہ ڈالے، نہ جلائے، اگر اس کے شر کی وجہ سے اسے ختم ہی کرنا ہے تب بھی کسی اور طریقے سے ختم کرے؛ اس لیے کہ آگ کی سزا دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

---

①قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ: وَذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ أَنَّ وَاقِدَ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ قَالَ قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ: ما رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً قَطُّ اِلَّا قَالَ: إِنْ ظَفِرْتُمْ بِهُبَارَ، فَاقْطَعُوْا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ، ثُمَّ اضْرِبُوْا عُنُقَهُ.(تاریخ الطبری، ج:۱۱، ص:۵۳۸)

چناں چہ ۸ھ میں جب اللہ تعالیٰ نے ’’فتحِ مکہ‘‘ کی صورت میں عظیم فتح نصیب فرمائی تو اس وقت جن چند لوگوں کے سلسلے میں قتلِ عام کا حکم تھا، ان میں یہ ہبار بھی تھا؛ لہٰذا وہ اپنی جان بچانے کے لیے موقع پا کر مکہ مکرمہ سے بھاگ نکلا۔

ہبار کی توبہ

بعد میں ایک موقع پر چپکے سے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں بہت بڑا گنہگار اور مجرم ہوں، اول تو میں نے کفر و شرک کیا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، اس کے بعد مسلمانوں کو ستایا، پھر آپ کی بیٹی پر ظلم و ستم کیا، ان کا راستہ روکا، پتھر مارا، اونٹ سے گرا دیا، جس کی وجہ سے ان کو زخم آیا اور ان کا حمل بھی ساقط ہو گیا!

اے اللہ کے رسول! میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں اور مسلمان ہونا چاہتا ہوں، اب میں اپنی ذات آپ کے حوالے کرتا ہوں، آپ میرے بارے میں جو بھی سزا طے کریں، میں اس کے لیے تیار ہوں۔

حضور ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے واسطے بدلہ نہیں لیا

پیاری دینی بہنو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ذات پورے عالم والوں کے لیے رحمت تھی، آپ ہر وقت لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر اور معافی کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ کبھی بھی اپنی ذات کے واسطے انتقام نہیں لیتے تھے، اس نے آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کو آپ ﷺ بھولے نہیں تھے؛ لیکن اس بھیانک ترین جرم بھی آپ ﷺ نے معاف کر دیا، فرمایا:

قَدْعَفَوْتُ عَنْکَ.①

ترجمہ: اے ہبار! جاؤ! میں نے تمھیں معاف کر دیا!

آگے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ عفو کا معاملہ فرمائے!

یہاں ہمارے لیے عبرت کا سامان ہے کہ ایک انسان جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے خاندان والوں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ تکلیف دی، ظلم وستم کیا، اس کے باوجود جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس معافی مانگنے کے لیے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معاف فرما دیا۔

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے دلوں کو نرم بنائیں، لوگوں کی غلطیوں کو معاف کیا کریں، ان سے انتقام اور بدلہ نہ لیں، اس کی برکت سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیں گے!

---

①فَوَ اللهِ لَقَدْ كُنْتُ أَطْلُبُهُ وأَسْأَلُ عَنْهُ، وَاللهُ يَعْلَمُ لَوْ ظَفِرْتُ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَاتِيَ إِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَتَلْتُهُ، ثُمَّ طَلَعَ عَلَى رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا عِنْدَهُ جَالِسٌ فجَعَلَ يَعْتَذِرُ اِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ، وَيَقُوْلُ: سَبَّ يَا مُحَمَّدُ مَنْ سَبَّكَ، وَاٰذَ مَنْ اٰذَاكَ، فَقَدْ كُنْتُ مَوْضِعاً فِي سَبِّكَ وَاٰذَاكَ، وَكُنْتُ مَخْذُوْلًا وَقَدْ نَصَرَنِيَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَهَدَانِيْ اِلىٰ الاِسْلَامِ. قَالَ الزُّبَيْرُ: فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّهُ لَيَطَأْطِئُ رَأْسَهُ اسْتِحْيَاءً مِنْهُ، مِمَّا يَعْتَذِرُ هُبَارُ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَدْعَفَوْتُ عَنْكَ ، وَالاِسْلَامُ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ.

(تاریخ الطبری، ج:۱۱، ص:۵۳۸)

معافی کا مزاج بنانا چاہیے

اِس مجمع میں بہت ساری مائیں ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ: اگر آپ کی بہو اور بیٹی سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اسے معاف کردیں، اسی طرح بیٹی کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی بھاوج اور ساس کی غلطی کو معاف کردے، درگزر سے کام لے۔

اللہ تعالیٰ کو معافی بہت زیادہ پسند ہے

ایک روایت میں ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول! میں شبِ قدر میں اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّیْ. (ترمذی شریف: ۳۵۱۳)

ترجمہ: اے اللہ! آپ بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں، آپ معافی کو بہت پسند فرماتے ہیں، آپ مجھے معاف فرمادیجیے!

اس لیے ہمیں بھی معاف کرنے کا مزاج بنانا چاہیے، دل میں میل کچیل نہیں رکھنا چاہیے، بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ان کا کسی کے ساتھ کچھ معاملہ ہوجاتا ہے، لڑائی، جھگڑا ہوجاتا ہے تو وہ سامنے والے شخص کے متعلق اپنے دل میں سالوں تک دشمنی اور کینہ رکھتے ہیں، یہ غلط بات ہے۔

جدائی کی وجہ سے ابوالعاص کا حال

بہر حال! حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئیں؛ لیکن اب اس کے بعد بڑی فکر یہ تھی کہ ان کے شوہر: ابوالعاص کسی طرح ایمان لے آئے! وہ اُس

وقت تجارت کی غرض سے ملکِ شام کے سفر پر گئے تھے؛ لیکن سفر میں انھیں اپنی بیوی: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی یادوں نے بہت ستایا؛ چناں چہ جب ان کو یاد کرتے کرتے صبر وتحمّل بھی زیادہ ہوگیا تو ان کی زبان پر بے ساختہ یہ اشعار جاری ہو گئے؛ یعنی بیوی کی یاد اور محبت میں شاعری پڑھنے لگے:

ذَکَرْتُ زَیْنَبَ لَمَّا جَاوَزْتُ اِرَمَا	فَقُلْتُ سُقْیاً لِشَخْصٍ یَسْکُنُ الْحَرَمَا
بِنْتُ الاَمِیْنِ جَزَاھا اللہُ صَالِحَۃً	وَ کُلُّ بَعْلٍ سَیُثْنِیْ بِالَّذِیْ عَلِمَا

(طبقات ابن سعد: ۱۰/ ۲۵)

جب میں مقامِ ارم سے گزرا تو میں نے زینب کو یاد کیا۔ میں نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر وتازہ رکھے جو حرم میں رہتا تھا۔

امین (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی لڑکی، اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ ہر شوہر اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔

لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی دولت سے نوازا، ان کے ایمان لانے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔

قریش پر اللہ تعالیٰ کا انعام

پہلے بھی اس بات کا تذکرہ آچکا ہے کہ قریش کے لوگ تجارت کے لیے ملکِ شام اور یمن کا سفر کیا کرتے تھے۔

قریش کا امن واطمینان کے ساتھ سفر کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایک بڑی نعمت اور عظیم انعام تھا، اللہ تعالیٰ اس کے متعلق خود قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ﴿۲﴾ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ﴿۳﴾ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

ترجمہ: چوں کہ قریش کے لوگ مانوس ہیں ﴿۱﴾ وہ سردی اور گرمی میں (یمن اور شام کا) سفر کرنے سے مانوس ہیں ﴿۲﴾ اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ اس گھر (یعنی کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں ﴿۳﴾ جس نے ان کو بھوک کی حالت میں کھانا دیا، اور خوف سے ان کو امن دیا۔

ابوالعاص کی دوسری مرتبہ گرفتاری

۶ ھ میں صلحِ حدیبیہ کے بعد جب امن و اطمینان ہو گیا تو قریش کا ایک تجارتی قافلہ ملکِ شام تجارت کے واسطے روانہ ہوا، اس قافلے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بھی شامل تھے۔

جب یہ قافلہ مدینہ سے آگے نکلا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں پتا چلا تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ۱۷۰ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا پیچھا کرنے کے لیے روانہ فرمایا، انھوں نے ان کافروں کا پیچھا کیا اور ''مقامِ عیص'' میں ان کو پالیا۔

یہ ''عیص'' وہی جگہ ہے، جہاں بندہ اِس سال ماہِ ربیع الاول ۱۴۴۴ھ میں ''ارضِ مقدسہ'' کے سفر کے دوران گیا تھا، جس کا تذکرہ ہماری کتاب: ''دیکھی ہوئی دنیا جلد:۶'' میں آچکا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وہاں جا کر اس قافلے والوں کو گرفتار کر لیا اور ان کا سارا مال

سامان اپنے قبضے میں کر لیا؛ لیکن ان میں ابو العاص چوں کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تھے؛ اس لیے انھیں کچھ نہیں کیا، ابو العاص سارا مال چھوڑ کر موقع پاتے ہی وہاں سے جلدی مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور رات کے وقت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (السیرۃ النبویۃ: ۳۴۴، طبقات ابن سعد: ۲۶/۱۰)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابو العاص کو امان دینا

مدینہ پہنچنے کے بعد وہ سیدھے اپنی بیوی: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنی امان (حفاظت) میں رکھا، پھر جب صبح کی نماز ہوئی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سب کے سامنے یہ اعلان کیا:

اِنِّیْ قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِیْعِ. (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۳۴۴)

ترجمہ: میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں بالکل پتا نہیں تھا کہ ابو العاص یہاں مدینہ منورہ آ چکے ہیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ اعلان سنا تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی کہ ابو العاص مدینہ میں ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ: زینب جو کہہ رہی ہے کیا آپ لوگوں نے وہ سنا؟

لوگ کہنے لگے: جی! حضور! ہم نے زینب کی بات سنی ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے کہ:

أَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى سَمِعْتُهٗ كَمَا سَمِعْتُمْ.

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۳۴۴)

ترجمہ: اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم) مجھے اس بارے میں کچھ پتا نہیں تھا، مجھے بھی ابھی یہ اعلان سن کر پتا چلا، جیسے تم لوگوں کو اعلان سن کر پتا چلا ہے۔

یہاں سب کا حساب برابر ہوتا ہے

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ: ایک معمولی اور ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی کسی کافر کو امان دے دے تو اس کو قبول کیا جاوے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور جا کر ان سے کہنے لگے کہ: اے زینب! اب تمھارے پاس تمھارے شوہر آچکے ہیں، تم ان کو کھلاؤ، پلاؤ، ان کی خدمت کرو! ہاں! لیکن میاں بیوی والا تعلق قائم نہ ہونے پاوے! (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ٣٤٤)

اس لیے کہ تمھارا دین الگ ہے، ان کا دین الگ ہے؛ اس لیے تم ان کے ساتھ جماع نہیں کر سکتی!

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں کہ: انھوں نے ابو العاص کا جو مال اپنے قبضے میں لیا ہے، اسے واپس کر دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے درخواست کی کہ: ابو العاص کا ہمارے ساتھ جو تعلق ہے وہ تم لوگوں کو معلوم ہے، اس کا کچھ مال تمھارے ہاتھ لگا ہے، اگر تم احسان کرو اور اسے لوٹا دو تو مجھے خوشی ہوگی؛ لیکن اگر تم نہ دینا چاہو تو یہ مالِ فئ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا فرمایا ہے، تمھیں وہ مال اپنے پاس رکھنے کا پورا حق ہے۔

چناں چہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خوشی خوشی ان کا مال واپس کر دیا۔(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۳۴۴، طبقات لابن سعد: ۱۰/ ۲۷)

پیاری بہنو! یہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونچے اخلاق اور انصاف! حالاں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم فرما دیتے کہ سب لوگ ابوالعاص کا مال واپس کر دو تو کون انکار کرتا!! مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا؛ بلکہ صحابہ سے خوشی سے اجازت لی۔

ابوالعاص کی امانت داری

ابوالعاص اپنا مال حاصل کرنے کے بعد روتے ہوئے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گئے، جب مکہ پہنچے تو سب سے پہلے انھوں نے ان کے پاس جن لوگوں کی امانتیں تھیں، وہ سب ان کے حوالے کر دیں اور اس کے بعد یہ اعلان کیا کہ: کیا کسی کی کوئی امانت میرے پاس رہ گئی ہے؟ سب نے کہا: نہیں! آپ نے سب کی امانتیں واپس کر دی ہے۔(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۳۴۴)

ابوالعاص کا اسلام

اس کے بعد انھوں نے پورے مجمع کے سامنے زور سے کلمۂ شہادت پڑھا:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

سبحان اللہ! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد نے کفار کے پورے مجمع کے سامنے شہادتین کا اقرار کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا! اِس طرح کرنے کے پیچھے ان کا جذبہ یہ تھا کہ میں پہلے مکہ مکرمہ جا کر تمام لوگوں کا مال اور ان کی امانت واپس کر دوں! اس کے بعد ایمان قبول کروں گا؛ تاکہ بعد میں کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ

ہمارے مال پر قبضہ کرنے کے لیے مسلمان ہوگیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام: ۳۴۴)

اللہ اکبر! کتنا پیارا ان کا جذبہ تھا! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی لوگوں کے ساتھ امانت داری کا معاملہ کرنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین!

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: اگر میں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے سے پہلے ایمان لے آتا تو میرے اسلام کی ابتدا ایک غلط کام اور طریقے سے ہوتی اور میں اِس طرح نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مسلماں ہو گئے ابو العاص بھی بعد ایک مدّت کے	خدا کی راہ پر لائے انھیں احساں نبوت کے

تجدیدِ نکاح

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ خوشی ہوئی، حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ جب مدینہ واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح پڑھایا؛ اس لیے کہ پچھلے دنوں دونوں کا دین الگ تھا (ایک مسلمان، ایک کافر) اور الگ الگ دین کے ہوتے ہوئے نکاح باقی نہیں رہتا۔ (طبقات لابن سعد: ۱۰/۲۶)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال

میری دینی بہنو! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کرتے وقت کفار نے پتھر اور نیزہ مار کر جو زخم پہنچائے تھے، کچھ دن گزرنے کے بعد وہ زخم واپس تازہ ہوگئے، جس کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئی اور اسی بیماری میں ۸ھ میں ان کا انتقال ہوگیا؛ اس لیے علما کی ایک جماعت ان کو شہیدوں میں شمار کرتی ہے۔ (طبقات لابن سعد: ۱۰/۲۷)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَجُلًا أَقْبَلَ بِزَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحِقَهُ رَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَاتَلَاهُ حَتَّى غَلَبَاهُ عَلَيْهَا فَدَفَعَاهَا فَوَقَعَتْ عَلَى صَخْرَةٍ، فَأَسْقَطَتْ وَأُهْرِيقَتْ دَمًا فَذَهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي سُفْيَانَ، فَجَاءَتْهُ نِسَاءُ بَنِي هَاشِمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِنَّ، ثُمَّ جَاءَتْ بَعْدَ ذَلِكَ مُهَاجِرَةً فَلَمْ تَزَلْ وَجِعَةً حَتَّى مَاتَتْ مِنْ ذَلِكَ الْوَجَعِ فَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهَا شَهِيدَةٌ. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۰۵۳)

پورے گھرانے میں غم کا ماحول

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کی وجہ سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پورے گھرانے کو بہت زیادہ رنج ہوا کہ ہماری بیٹی کو اول مکہ میں بہت زیادہ تکلیف اور مصیبت برداشت کرنی پڑی، اور جب مدینہ منورہ میں آکر کچھ چین وسکون ملا اور ان کے شوہر ابوالعاص مسلمان ہو گئے اور خوشی کے دن لوٹے تو ان کا انتقال ہو گیا!

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کی وجہ سے ان کی بہنیں بھی زار و قطار رو رہی تھیں۔ (مشکوۃ: ۸۰۴، کتاب الجنائز، باب مایقال عند من حضر الموت)

ان کے انتقال کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امِ عطیہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ آپ لوگ میری بیٹی زینب کو غسل دو! اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔

(طبقات لابن سعد: ۱۰/ ۲۶)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین

بخاری شریف میں روایت ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ: آپ لوگ میری بیٹی کو بیری کے پتوں سے غسل دو اور طاق عدد؛ یعنی تین یا پانچ مرتبہ پانی بہاؤ!(البخاری:١٢٥٨)

اس لیے اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کو بیری کے پتّے ڈالے ہوئے گرم پانی سے غسل دینے کا اہتمام کرنا چاہیے، اس کی وجہ سے بدن کی اچھی طرح صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز عملیات جاننے والے حضرات کا کہنا ہے کہ انسان کو کبھی کبھی بیری کے پتے ڈالے ہوئے پانی سے غسل کرنا چاہیے، اس کی وجہ سے جادو کا اثر کٹتا (کم ہوتا) اور اس کا اثر ٹوٹتا ہے۔

حضرت امِ عطیہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل میں موجود تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دیتے وقت ہماری رہنمائی فرما رہے تھے کہ: میری بیٹی کے بدن پر اچھی طرح پانی بہاؤ! ان کے بال کی تین چوٹیاں بناؤ! ان کو اچھی طرح کفن پہناؤ!(البخاری:١٢٦٣، ١٢٥٨)

کفن میں برکتی کپڑا استعمال کرنا چاہیے

اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن کے واسطے خود اپنی لنگی مبارک عطا فرمائی۔

ظاہر بات ہے کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خوش قسمتی ہے کہ نبی کے کپڑے میں ان کو کفن دیا گیا! یہی چیز ان کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

معلوم ہوا کہ مردے کو کفن پہنانے کے وقت کوئی برکتی کپڑا؛ مثلاً: احرام کی چادر یا کسی بزرگ کا کپڑا مل جائے تو اس میں کفن دینا چاہیے، اس کی بڑی برکت ہوتی ہے۔

تبرک کا ثبوت

اِس حدیث سے برکت کا ثبوت ہوتا ہے، اسی طرح ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دودھ پیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں طرف حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچا ہوا دودھ ان کو دیا، انھوں نے نفل روزہ ہونے کے باوجود اس کو پی لیا؛ کیوں کہ روزے کی تو قضا بھی ہوسکتی تھی اور تبرک ہاتھ سے چلا جاتا تو کوئی دوسرا پی لیتا۔

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جبہ تھا جس کی انھوں نے زندگی بھر حفاظت کی اور انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ مجھے اس جبے میں کفن دیا جائے؛ کیوں کہ میں نے یہ جبہ پہن کر بدر کی لڑائی لڑی ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے میری ان استعمال کی ہوئی چادروں میں کفن دینا، گھر والوں نے عرض کیا کہ: ہم آپ کو نئے کپڑوں میں کفن دیں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نے ان چادروں میں نماز پڑھی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے کفن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی استعمال کی ہوئی لنگی مانگی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو عنایت فرمائی تھی اور وہ ان کا کفن بنی تھی۔

ان تمام روایتوں سے تبرک کا پکا ثبوت ملتا ہے۔ (ماخوذ از: تحفۃ القاری: ۳/ ۵۷۵)

انسان کو زندگی ہی میں اپنا کفن تیار کرلینا چاہیے

بخاری شریف کی شرح میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں ہی

اپنا کفن تیار کر کے رکھ لینا چاہیے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طریقہ تھا کہ وہ خود اپنی زندگی میں اپنا کفن تیار کر کے رکھ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عمر میں برکت عطا فرمائے؛ لیکن ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی میں ہی کوئی برکتی کپڑا یا چادر اپنے کفن کے لیے رکھ لیں اور گھر والوں کو اس بارے میں بتلا دیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تدفین

بہر حال! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کفن پہنا کر قبرستان لے جایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی پیاری بیٹی کا جنازہ اٹھایا اور ان کے جنازے کی نماز پڑھائی، اس کے بعد ان کو دفن کرنے کے واسطے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے شوہر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ قبر میں اترے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت زیادہ غم سوار تھا، آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے روتے فرمانے لگے: میری زینب سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت کی وجہ سے بہت زیادہ ستائی گئی۔

اپنی بیٹی کی قبر اور آخرت کی فکر

جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قبر تیار کی جارہی تھی، اس وقت ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا:

اُس زمانے میں میت کو دفن کرنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے میت کو قبرستان لے جایا جاتا تھا، اس کے بعد میت کو وہاں رکھ کر اس کی قبر تیار کی جاتی تھی؛ چناں چہ لوگ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قبر کھودنے میں مشغول تھے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں موجود تھے، بہت زیادہ صدمے میں تھے، اتنے زیادہ غمگین تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کو حضور ﷺ سے بات کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قبر میں اترے، جب آپ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قبر سے باہر نکلے تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا چہرہ بالکل چمک دار، گلاب کے پھول کی طرح کِھلا ہوا تھا!

جس وقت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا چہرہ کِھلا ہوا ہوتا اور آپ خوش ہوتے تو آپ ﷺ کی خوب صورتی زیادہ صاف اور بڑھی ہوئی نظر آتی تھی!

اچانک سے آپ ﷺ کو اِس طرح ہشاش بشاش دیکھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے پوچھ لیا کہ: حضور! کچھ دیر پہلے آپ بہت زیادہ غمگین تھے! لیکن جب آپ قبر میں اترے اور باہر نکلے تو آپ کی حالت بدل گئی!

اس کے جواب میں حضور ﷺ فرمانے لگے کہ: دراصل میری بیٹی: زینب بہت زیادہ کمزور تھی؛ اس لیے مجھے اس کے بارے میں بہت زیادہ فکر تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے واسطے دعا کی کہ: اے اللہ! میری بیٹی کی قبر کے عذاب سے حفاظت فرمائیے! میری بیٹی کی قبر کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیجیے!

قبر کا معاملہ بڑا سنگین ہے

یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ نبی ﷺ کی بڑی بیٹی ہے، جو بچپن سے ہی مسلمان ہوگئی تھی اور جسے اسلام کے خاطر اور اپنے والدِ ماجد کی محبت کی وجہ سے بہت زیادہ ستایا گیا، ایسی پیاری اور نیک بیٹی کو قبر میں اتارتے وقت حضور ﷺ ان کی قبر کی زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا فرما رہے ہیں!

دینی بہنو! قبر کا معاملہ بڑا سنگین ہے، اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی قبر کو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے! اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین!

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے: جب میں نے اپنے رب سے دعا کی تو میرے رب نے میری دعا قبول فرمالی اور میری بیٹی کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرنے کا وعدہ فرمایا! اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے مبارک ہاتھوں سے دفن فرمایا۔ (اسد الغابۃ: ۷/۱۳۲، مجمع الزوائد: ۴۲۵۸، طبرانی: ۷۴۵)

مصیبت کے وقت آواز نکال کر رونا نہیں چاہیے

جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا، اس وقت ان کے شوہر: حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی بہت زیادہ غمگین تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام گھر والے بھی غمگین تھے اور رو رہے تھے۔ جس وقت یہ سب رو رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان گھر والوں کو سختی سے روکنے کی کوشش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عمر! ان پر سختی مت کرو!

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر والوں اور دوسری عورتوں سے فرمایا کہ: تم شیطانی آواز مت نکالو! یعنی تم لوگ بول بول اور چلّا چلّا کر مت رویا کرو! (المشکوۃ: ۱۷۴۶)

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ کبھی ہم پر مصیبت یا غم کا موقع آجائے یا کسی کی موت ہو جائے تو اس وقت رونے کی گنجائش ہے اور ایسے موقع پر آنسو نکلنا، رونا آنا ایک فطری چیز ہے؛ لیکن چلّا چلّا کر اور آواز نکال کر نہیں رونا چاہیے، اسی طرح سینے وغیرہ پر ہاتھ مار کر بھی نہیں رونا چاہیے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جو شروع

زمانے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے تھے۔

نیز ان کا شمار ان عورتوں میں ہوتا ہے جنھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیعت کی تھی، اپنے والد اور مسلمانوں کی مدد کی اور آخر کار اللہ کے راستے میں ہجرت کرتے وقت جو زخم آیا تھا، اس کی وجہ سے شہید ہوگئیں۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کا انتقال

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے شوہر: حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی بہت زیادہ غمگین اور مایوس رہتے تھے، انھوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد دوسری کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔ (از: پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص: ۴۳)

اسی غم اور صدمے کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئے اور اسی بیماری میں ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد اور ان کی پرورش

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، لڑکے کا نام "علی" اور لڑکی کا نام "اُمامہ" تھا۔ (طبقات لابن سعد: ۱۰ / ۲۴)

پہلے لڑکی امامہ پیدا ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھی، گھر میں پہلی نواسی جتنی پیاری اور عزیز ہوتی ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ صحیح احادیث کے مطابق حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو گود میں لے کر بھی نماز پڑھائی تھی۔

نواسے: علی جب پیدا ہوئے تو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دودھ پلانے کے واسطے ان کو دیہات میں بھیجا تھا، اس زمانے میں عربوں میں یہ

عام رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے واسطے گاؤں کی عورتوں کے سپرد کردیا کرتے تھے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کی والدہ نے دودھ پلانے کے واسطے دیہات میں بھیجا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے: علی بھی ایک مدت تک ''بنوظاہرہ'' نامی ایک قبیلے کے پاس رہے اور مدت گزرنے کے بعد واپس اپنے نانا جان: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس رہنے لگے، کتنے خوش نصیب نواسے تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور آپ کا پیار ملا تھا۔

ان کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو وہ بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونٹنی پر پیچھے سوار تھے۔ (اسد الغابة: ۱۳۱/۷)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے کے انتقال کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے: علی بہت زیادہ بیمار ہوگئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے کسی سے کہا کہ: جاؤ! میرے والد کے پاس جاؤ! اور ان سے کہو کہ: زینب کا بچہ بیمار ہے؛ اس لیے زینب آپ کو بلا رہی ہے۔ کسی نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اہم کام میں مشغول تھے، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ ذاتِ خود جانے کے بجائے صرف سلام کہلوا دیا اور آگے فرمایا کہ: میری بیٹی زینب سے کہنا کہ صبر سے کام لے اور فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَعْطىٰ وَ لَهُ مَا أَخَذَ. (البخاری: ۷۳۷۷)

ترجمہ: دینے اور لینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر بعد کسی دوسرے آدمی کو قسم دے کر بھیجا کہ میرے والد کو میری قسم دے کر کہنا کہ: بیٹا بہت زیادہ بیمار ہے، آپ میرے گھر آجائیے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی بیٹی کی قسم آگئی تو آپ اپنے کام سے رک گئے اور فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے گھر جانے کے لیے تیار ہو گئے اور آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے نواسے کو دیکھا تو اس کی آخری حالت چل رہی تھی؛ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں لے لیا۔ (البخاری: ۷۳۷۷)

دینی بہنو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تمام نواسے اور نواسیوں سے بہت زیادہ محبت تھی؛ اس لیے نواسے-نواسیوں سے محبت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

مصیبت کے وقت رونا نبوت کی شان کے خلاف نہیں ہے!

اِس منظر کو؛ یعنی بچے کی نازک حالت کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ بھی رو رہے ہیں؟ شاید وہ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ بیماری یا موت پر رونا نبی کی شان کے خلاف بات ہے؛ اس لیے انھوں نے رونے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا کہ: سعد! یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیتے ہیں۔ (البخاری: ۷۳۷۷)

تھوڑی دیر میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نواسے کا انتقال ہوگیا۔

یہ ایک روایت ہے؛ جب کہ اُس کے برخلاف ابن عساکرؒ کا بیان ہے کہ: وہ بڑے ہوئے، جنگِ یرموگ میں شریک ہوئے تھے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ (شرح العلامۃ الزرقانی، ج: ۴، ص: ۳۱۸-۳۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی نواسی سے محبت

حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی بیٹی: امامہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے؛ حتیٰ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہوتے اور یہ آپ کے پاس آجاتی تو آپ اس کو اپنے مبارک کندھے پر بٹھا لیا کرتے تھے اور سجدے میں جاتے وقت واپس زمین پر رکھ دیا کرتے تھے۔ (البخاری: ۵۹۹۶، ۱۳۴۲، المسلم: ۱۲۱۴)

مجھے جو زیادہ محبوب ہے اسے میں ''ہار'' دوں گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ ہدیے میں ایک قیمتی ہار آیا، اُس وقت وہاں تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن موجود تھیں، انسان کی ایک فطرت ہے، اس کے دل میں چیزوں کو حاصل کرنے کی تمنا تو ہوتی ہی ہے کہ وہ چیز اسے ملے، اسی طرح یہاں بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک یہ تمنا کر رہی تھیں کہ وہ ہار مجھے ملے۔

عجیب بات یہ کہ اس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی: امامہ بھی کھیل رہی تھی؛ چناں چہ تمام لوگوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَأَدْفَعَنَّهَا إِلَىٰ أَحَبِّ أَهْلِهِ إِلَيَّ. (مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۴۷۰۴)

ترجمہ: میرے خاندان میں سے جو مجھے زیادہ محبوب ہے، اسے میں یہ ہار دوں گا۔

سبحان اللہ! تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اِس بات کے انتظار میں تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کس کو یہ ہار دیں گے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار اپنی نواسی کے گلے میں پہنا دیا۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم کبھی کبھی اپنے نواسے-نواسیوں کو تحفے (Gift) دیا کریں، اس کی وجہ سے ان شاء اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا، ہدیہ دینے کا اور صلہ رحمی کرنے کا ثواب ملے گا۔

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تھا، اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ: اگر تم میرے بعد کسی عورت سے شادی کرنا چاہو تو میری بہن: زینب کی لڑکی امامہ سے کرنا؛ کیوں کہ وہ قریبی رشتے دار ہونے کی وجہ سے ہمارے بچوں کی اچھی طرح پرورش کرے گی۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی۔ (طبقات لابن سعد: ۲۴/۱۰، اسد الغابۃ: ۲۴۰/۵)

بہر حال! حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بہت بہترین اور پاکیزہ زندگی گزاری، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور فرماوے، جنّت الفردوس میں اعلیٰ درجات نصیب فرماوے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرماوے، آمین!

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

بسم الله الرحمن الرحيم

١٤٣٠

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ط ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾ (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور (قیامت تک آنے والی تمام) ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ: وہ اپنی چادریں (تھوڑی سی) اپنے (منہ کے) اوپر جھکا (یعنی لٹکا) لیا کریں، اِس طریقے میں اس بات کی زیادہ امید ہے کہ وہ (آزاد عورت ہے یہ) پہچان لی جائیں گی؛ لہٰذا وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسرے نمبر کی بیٹی ہیں، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے آٹھ سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔

(تاریخ الخمیس: ۱/ ۲۷۴)

بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اول حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور دوسرے نمبر پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی تھیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بڑی خوش قسمت عورت تھی، جنھیں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا باپ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی ماں ملی تھی اور جس لڑکی کی ایسے جلیل القدر ماں۔ باپ نے پرورش کی ہو، اس کے اخلاق واعمال اور اس کا کردار کتنا بہترین اور سنہرا ہوگا!

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا حسن

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ خوب صورت تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حسن وجمال عطا کیا تھا، تفسیرِ درِ منثور میں ہے:

كانتْ ذاتَ جَمالٍ بَارِعٍ. (الاصابة:۸/۱۷۷)

یعنی وہ بہت زیادہ حسین وجمیل تھی۔

ظاہر بات ہے کہ جن کے ابّا اتنے زیادہ خوب صورت ہوں تو ان کی بیٹی کیوں خوب صورت نہیں ہوگی!

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چاند سے بھی زیادہ خوب صورت بنایا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چودھویں رات کے چاند کی روشنی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورانی چہرے کے سامنے پھیکی معلوم ہوتی تھی!

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی پرورش ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بہت ہی بہترین

طریقے سے کی تھی، اس وجہ سے ان کے اخلاق بہت عمدہ تھے، شرافت بہت زیادہ تھی، شرم وحیا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ہر کام سلیقے سے کرنا چاہیے

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہر کام سلیقے سے کیا کرتی تھی۔

یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے، ہماری بہت سی بہنوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر کام سلیقے (syestamatic) سے کیا کرتی ہے، اِس وجہ سے ان کے گھر میں ہر چیز مہذب ومنظّم نظر آتی ہے۔

جب کہ اس کے برخلاف بعض لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ ان کے گھر میں ہر چیز ادھر اُدھر پڑی دکھائی دیتی ہے، کوئی چیز سلیقے سے رکھی ہوئی نظر نہیں آتی ہے، یہ غلط عادت اور نامناسب طریقہ ہے، اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

شروع میں ایمان لانے والی

عام طور پر جب حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر اسلام کے شروع زمانے میں ایمان لانے والوں کے نام شمار کروائے جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے نام شمار میں نہیں لائے جاتے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر ایمان لے آئی تھیں، اُس وقت ان کی یہ تمام بیٹیاں بھی ایمان لے آئی تھیں، اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تمام

بیٹیاں سابقینِ اولین (شروع میں ایمان لانے والوں) میں سے شمار ہوتی ہیں۔

(طبقات لابن سعد: ۲۹/۱۰)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی منگنی

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ کیسے طے ہوا؟ اِس بات کو غور سے سنیں! کیوں کہ اس کی وجہ سے ہمارے سماج (society) کی ایک غلط فہمی بھی ہمارے سامنے ظاہر ہوگی۔

پچھلی مجلس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات بیان کرنے کے دوران آپ نے سنا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی: ابوالعاص کا اپنی خالہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنی خالہ کے گھر آیا جایا کرتے تھے، اِس طرح آتے جاتے ان کی نگاہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر پڑی تو وہ ان کو پسند آگئی اور انھوں نے ان کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا۔

رشتے داروں سے تعلق باقی رکھنے کا ایک بہترین طریقہ

ہمارے یہاں عام طور پر کسی کی ایک لڑکی کی شادی اس کی ماں کی فیملی میں ہوتی ہے تو دوسرے رشتے دار یہ چاہتے ہیں کہ اب دوسری لڑکی کی شادی اس کے باپ کے خاندان میں ہو۔

اس لیے بہتر شکل یہ ہے کہ اگر کسی کے یہاں دو لڑکیاں ہوں تو ایک کی شادی باپ کے خاندان والوں میں اور دوسری کی شادی ماں کے خاندان والوں میں کروادی جائے؛ تاکہ تمام خاندان والوں سے ربط و تعلق باقی رہے۔

نیز بعد میں کسی کو یہ کہنے کا موقع بھی نہ ملے کہ فلاں شخص نے اپنی تمام اولاد کی شادی صرف باپ کے خاندان میں یا صرف ماں کے خاندان میں کروادی۔

چھوٹی عمر میں شادی کرنا

یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ جب ان کی ماں: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاندان میں ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رشتے دار جلدی جلدی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے رشتے کا پیغام لے کر آ گئے؛ حالاں کہ اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر تو صرف ۸/ سال تھی۔

لیکن اُس زمانے میں عربوں میں چھوٹی عمر میں نکاح کرنے کا رواج تھا؛ اس لیے سات برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا: ''ابولہب'' کے لڑکے: عُتَیبہ کے ساتھ ان کا رشتہ طے ہوگیا۔ (از: پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص: ۵۰)

ایک ساتھ دو بیٹیوں کا رشتہ آ گیا!

ابولہب نے اس سلسلے میں اپنے بھائی: ابوطالب سے بات چیت کر کے ان کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس رشتے کا پیغام لے کر بھیجا، یہ وہی ابولہب ہے، جس کا ذکر قرآنِ پاک کی ''سورۂ لہب'' میں موجود ہے۔

ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر کہنے لگے: اے بھتیجے! آپ نے اپنی بڑی لڑکی: زینب کا نکاح اپنی بیوی: خدیجہ کے خاندان میں کر دیا ہے، ٹھیک ہے! کوئی بات نہیں ہے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں؛ لیکن ہم بھی تو آپ کے رشتے دار ہیں، قریشی و ہاشمی ہیں؛ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی دوسری لڑکیوں کی شادی ہمارے خاندان

میں ہو؛ لہٰذا اے محمد! آپ اپنی بیٹی: رقیہ کا رشتہ ابولہب کے بیٹے: ''عتبہ'' اور امِ کلثوم کا رشتہ ''عُتَیبہ'' کے ساتھ کر دیجیے! (از: بناتِ طیبات، شائع کردہ: شعبۂ تقریر وتحریر: جامعہ ڈابھیل، ص: ۲۳)

بڑوں سے مشورہ کرکے رشتہ طے کرنے میں برکت

دیکھو! یہاں ایک بات بڑی اہم ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت کا دور تھا، لوگ طرح طرح کے گناہ اور برائیوں میں مبتلا تھے؛ لیکن جب دو خاندان والوں کے درمیان رشتے کی بات ہوتی تھی تو دونوں خاندان کی طرف سے بڑے اور ذمے دار حضرات ایک ساتھ بیٹھ کر اس سلسلے میں مشورہ کیا کرتے تھے، اُس زمانے میں یہ ان میں خوبی کی بات تھی۔

اس لیے میں آج کے نوجوان بچے-بچیوں سے یہ کہنا چاہوں گا کہ جب رشتے کی بات ہو، آپ کو کوئی لڑکا یا لڑکی پسند ہو تو خود بہ خود رشتہ و نکاح کرنے کے بجائے پہلے اپنے خاندان والوں کو بات کرو، اس کے بعد ان کے ذریعے رشتے کی بات پہنچاؤ، اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ! بڑی خیر و برکت ہوگی۔

سوچ سمجھ کر رشتہ کرنا عقل مندی ہے

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رشتے کی بات لے کر آنے والے چچا: ابو طالب سے فرمایا کہ: مجھے کچھ دن سوچنے کا موقع دیں! اس کے بعد میں آپ کو جواب دوں گا!

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہمارے گھر رشتے کی بات ہو تو پہلے سامنے والے لڑکے/لڑکی کے حالات معلوم کرنے چاہیے کہ ان کے اخلاق و کردار کیسے ہیں؟ اس کے بعد خاندان والوں سے مشورہ اور استخارہ کر کے فیصلہ کرو، اس کی وجہ سے بڑے فوائد حاصل ہوا کرتے ہیں۔ ورنہ بہت سی مرتبہ سامنے والوں کا مال یا دنیوی اسٹیٹس دیکھ کر

آدمی غور وفکر کیے بغیر رشتے کی ہامی بھر لیتا ہے اور پھر زندگی بھر پچھتا تا رہتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غور وفکر کرنے کے بعد اپنی بیوی: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا، پھر اپنی بیٹیوں سے مشورہ کیا، جب تمام لوگ راضی ہو گئے، اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ: ہم اس رشتے کے لیے راضی ہیں۔

بعض تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس رشتے کے لیے راضی نہیں تھیں؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی کے واسطے انھوں نے بھی ''ہاں'' کہہ دیا تھا۔ (از: پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص: ۵۰)

یہ ہے شوہر کا دل خوش کرنے کا طریقہ کہ جو چیز خود کو پسند نہ ہو؛ لیکن شوہر کی وجہ سے اس کو پسند کرے!!

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ اور حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عُتَیبہ کے ساتھ ہو گیا؛ لیکن رخصتی باقی رہی۔ (الاصابۃ: ۴/ ۳۰۴)

یہ بھی اس زمانے کے عرب معاشرے کا عام رواج تھا کہ پہلے شادی کر لیتے تھے، پھر کچھ وقت بعد رخصتی کرتے تھے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے نکاح کیا تھا، پھر کئی مہینوں کے بعد رخصتی فرمائی تھی۔

رشتہ طے ہونے کے بعد نکاح میں دیری نہ کریں

میں تو کہا کرتا ہوں کہ: ہمارے اس زمانے میں اِس طریقے (syestm) کو عام کرنے کی بہت ضرورت ہے؛ اس لیے کہ بہت سارے لڑکے-لڑکیاں رشتہ طے

ہونے کے بعد چپکے چپکے بات چیت اور ایک دوسرے سے میل جول رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں؛ اس لیے رشتہ طے کرنے کے بعد نکاح پڑھا دینا چاہیے، اس کے بعد جب مناسب لگے رخصتی کروا دیں۔

خیر! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح کرا دیا؛ لیکن رخصتی نہیں ہوئی۔

ابولہب اور اس کی بیوی

عجیب بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کا سسر: ابولہب اور ساس: اروی (ام جمیل) دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت مخالف اور دشمن بن گئے تھے۔

ابولہب کی بیوی: امِ جمیل کا واقعہ میں اس سے پہلے آپ لوگوں کو سنا چکا ہوں، یہ بہت خطرناک عورت تھی اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کمی باقی نہیں چھوڑتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی وجہ

دراصل اِن میاں بیوی کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''صفا'' پہاڑی پر اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع فرمایا، جب سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ اِس پہاڑ کے پیچھے دشمن ہیں جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا آپ لوگ میری بات کو سچا مانیں گے؟

سب لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا: ہاں! ہم آپ کی بات کو ضرور سچ مانیں گے۔
پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمھیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو شرک اور کفر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔
اس بات کو سن کر ابولہب کو بہت غصہ آیا اور وہ کہنے لگا:
تباً لَكَ يَا مُحَمَّدُ! أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ (البخاری: ۴۸۰۱)
اے محمد! تیری ہلاکت ہو! کیا اسی وجہ سے تو نے ہمیں یہاں جمع کیا تھا؟
اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کلامِ پاک میں ایک سورت نازل فرمائی کہ تو نبی کو کیا بد دعا دیتا ہے! تیری بد دعا کا نبی پر کوئی اثر نہیں ہونے والا؛ بلکہ تیری بد دعا خود تیرے سر پڑی:
تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۚ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵
ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ﴿۱﴾ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہیں آئی ﴿۲﴾ وہ عنقریب (مرتے ہی) ایک بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا ﴿۳﴾ اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کر لاتی ہے ﴿۴﴾ اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔
اس سورت کے نازل ہونے کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی کو بہت زیادہ غصہ آیا اور وہ دونوں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سخت مخالف اور پکّے دشمن بن گئے۔

ام جمیل ''ام الخبائث'' تھی

حضور ﷺ کی چچی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا و ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ساس: ام جمیل بہت

زیادہ خبیث طبیعت کی تھی، سیرت اور تاریخ کی کتابوں کی روشنی میں اس کی کچھ برائیاں آپ لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہوں؛ تاکہ ہم خود کو ایسی برائیوں سے بچائیں:

① بہت زیادہ سخت مزاج تھی۔

② زبان درازی بہت زیادہ کیا کرتی تھی۔

③ گھر کے تمام کاموں میں اسی کا بس چلتا تھا، وہ اپنی ہی بات منوایا کرتی تھی، اس کا شوہر: ابولہب مکہ کا سردار تھا؛ لیکن گھر میں بیوی کے سامنے اس کی چلتی نہیں تھی۔

④ لوگوں کو تکلیف پہنچانے میں آگے آگے رہتی تھی۔

⑤ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حسد اور بغض رکھتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام شرور اور برائیوں سے ہم سب کی حفاظت فرماوے، آمین!

بیٹوں پر طلاق کے لیے دباؤ

ایک دن ابولہب اور ام جمیل نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا کہ: دیکھو! محمد پر جو قرآن نازل ہوتا ہے، اس میں ہمارے خاندان اور گھر کی برائی بیان کی گئی ہے؛ اس لیے تم دونوں فوراً محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے دو! اور اگر تم نے ان کو طلاق نہیں دی تو ہمارا تم سے کوئی رشتہ و تعلق نہیں۔ (طبقات لابن سعد: ۱۰/۲۹)

اندازہ یہ ہے کہ ابولہب کے دونوں بیٹے اپنی بیویوں کو طلاق دینا نہیں چاہتے تھے؛ لیکن ان کے بے وقوف و جاہل ماں-باپ نے ان پر بہت زیادہ سختی اور زبردستی کا معاملہ کیا کہ اگر تم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی تو ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں! تم ہمارے بیٹے اور ہم تمھارے ماں-باپ نہیں۔

ایک بہت غلط طریقہ

آج بھی بہت سارے ماں-باپ ایسے ہوتے ہیں جن کی بہو بہت زیادہ اچھی اور عمدہ اخلاق والی ہوتی ہے؛ لیکن ان کے مزاج کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس بہو سے دشمنی کر لیتی ہے اور اپنے بیٹے پر زبردستی دباؤ ڈال کر اس سے طلاق دلواتے ہیں، یہ بہت ہی غلط اور جاہلانہ طریقہ ہے۔

بلکہ ایسے لوگوں کو دوسرے کی بیٹی کے ساتھ اِس طرح کا رویہ اپنانے سے پہلے ذرا یہ سوچ لینا چاہیے کہ اگر کوئی ہماری بیٹی کے ساتھ اس طرح کا رویہ اختیار کرے تو اس وقت ہماری کیا حالت اور کیفیت ہوتی؟ اس وقت ہمارے دل پر کیا گزرتی؟ بلکہ ان کو تو جب دونوں میاں بیوی خوشی سے، اچھے طریقے سے زندگی گزار رہے ہیں تو ان کی خوش گوار زندگی کو دیکھ کر خود بھی خوش ہونا چاہیے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق

جب ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں پر طلاق دینے کے واسطے زبردستی کی تو ان دونوں نے اپنی بیویوں کو ایک ساتھ طلاق دے دی، اِس طرح حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو ایک ساتھ طلاق ہوگئی۔ (طبقات لابن سعد:۱۰/۲۹)

طلاق کے پیچھے کا مقصد محض اسلام دشمنی

ان دونوں کو جو طلاق ہوئی، اس کی وجہ صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی تھی، ان دو بچیوں کی اس میں کوئی غلطی نہیں تھی۔

اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا اس کے پیچھے مقصد صرف یہی تھا کہ حضور

ﷺ کو تکلیف پہنچے، اللہ تعالیٰ امت کی تمام بیٹیوں کا گھر سلامت رکھے؛ اس لیے کہ ایسے موقع پر ماں، باپ کے دل پر کیا گزرتی ہے، وہ ان ہی سے معلوم کیا جا سکتا ہے، جن کی بیٹیوں کے ساتھ ایسا حادثہ ہوا ہے، اس کی وجہ سے ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔

بلکہ بہت سی مرتبہ ماں-باپ اتنے صدمے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اسی غم اور صدمے کی وجہ سے آگے چل کر ان کی موت بھی ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ بیٹی کی طلاق ماں-باپ کے لیے کوئی آسان بات نہیں ہوتی۔

دینی بہنو! حضور ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دونوں بیٹیوں کو محض دین اور ایمان کے خاطر طلاق ہوگئی، اس کی وجہ سے حضور ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی۔

کبھی برائی بھی انسان کے حق میں اچھائی ثابت ہوتی ہے

دراصل انسان بہت سی مرتبہ ایک چیز کو بری جانتا ہے؛ مگر وہ چیز حقیقت میں اس کے لیے اچھی ہوتی ہے اور بہت سی مرتبہ ایک چیز کو اچھی جانتا ہے؛ مگر حقیقت میں وہ چیز اس کے لیے بری ہوتی ہے، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عَسٰٓى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ۚ وَعَسٰٓى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو۔

یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو کافروں اور ظالموں کے گھرانے سے چھٹکارا حاصل ہوگیا، ہاں! البتہ ابولہب کا بڑا بیٹا: عتبہ فتحِ مکہ کے وقت مسلمان ہوگئے تھے اور مکہ مکرمہ میں ہی اسلام کی حالت میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

واقعے کا دوسرا پہلو

اب واقعے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ تیسرے خلیفہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شروع زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لانے والوں میں سے تھے اور بہت خوب صورت نوجوان تھے، ان کی والدہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ: کئی مدت سے میرے دل میں یہ بات تھی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرلوں! ایک دن میں کعبۃ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس دوران کسی آدمی نے آکر یہ خبر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیوں: رقیہ اور ام کلثوم کا ابولہب کے دو بیٹے: عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ رشتہ طے ہو گیا ہے۔

جو سوچا بھی نہیں تھا وہ ہوگیا!

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے پاس جب یہ خبر پہنچی تو میں حیران رہ گیا اور سیدھا گھر پہنچا، اتفاق سے گھر میں میری خالہ ''سعدیٰ'' موجود تھیں، جو کہانت میں بہت ماہر تھیں، مجھے دیکھتے ہی اُس نے ارتجالاً (بغیر سوچے) یہ اشعار کہے:

أَبْشِرْ وَحُيِّيتَ ثَلَاثًا تَتْرًا	ثُمَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثًا أُخْرىٰ
ثُمَّ بِأُخْرىٰ كَيْ تَتِمَّ عَشْرًا	أَتَاكَ خَيْرٌ وَوُقِيتَ شَرًّا

أَنْكَحْتَ وَاللهِ حِصَانًا زَهْرَا	وَأَنْتَ بِكْرٌ وَلَقِيْتَ بِكْرَا
وَافَيْتَهَا بِنْتَ عَظِيمٍ قَدْرَا	بُنِيْتَ أَمْرًا قَدْ أَشَادَ ذِكْرَا

(البداية والنهاية:۷/۲۹۲)

ترجمہ: اے عثمان! تمھیں خوش خبری ہو۔ تمھیں تین مرتبہ اور پھر تین مرتبہ۔

پھر ایک سلام پہنچے؛ تاکہ دس مکمّل ہو جاوے۔ خدا کرے تمھیں بھلائی ملے اور برائی سے بچائے جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے ایک عفیفہ اور حسینہ و جمیلہ عورت سے نکاح کیا ہے۔ تم بھی کنوارے ہو اور کنواری لڑکی ہی تم کو مل گئی۔

ایک عظیم اور بڑے رتبے والے انسان کی بیٹی تم نے پائی۔ آپ نے ایسے معاملے کی بنیاد رکھی ہے جس کا ذکر بہت اونچا ہے۔

کچھ سمجھ میں نہیں آیا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کی اِس بات سے مجھے سخت تعجب ہوا؛ اس لیے میں نے ان سے پوچھا کہ: خالہ! یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟ تو انھوں نے پھر سے کہا:

عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ	لَكَ الْجَمَالُ وَلَكَ اللِّسَانُ
هَذَا نَبِيٌّ مَعَهُ الْبُرْهَانُ	أَرْسَلَهُ بِحَقِّهِ الدَّيَّانُ
فَاتْبَعْهُ لَا تَغْتَالُكَ الْأَوْثَانُ	(البداية والنهاية:۷/۲۹۲)

ترجمہ: عثمان! اے عثمان! تم صاحبِ جمال اور صاحبِ شان ہو۔

یہ نبی (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صاحبِ برہان ہیں۔ وہ رسولِ برحق ہیں۔ ان

پر قرآن نازل ہوا ہے۔

ان کا اتباع کرو اور بتوں کے قریب نہ آؤ۔

حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کی فصاحت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اِس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا؛ چناں چہ ان سے کہا: مجھے آپ ذرا تفصیل سے بتائیے!

قَالَ: فَقُلْتُ إِنَّكِ لَتَذْكُرِينَ أَمْرًا مَا وَقَعَ بِبَلَدِنَا.

کیا آپ ہمارے شہر کے تازہ واقعے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت) کی طرف اشارہ کر رہی ہو؟ تو وہ بڑے فصیح وبلیغ انداز میں کہنے لگی:

فَقَالَتْ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ، جَاءَ بِتَنْزِيلِ اللهِ، يَدْعُو بِهِ إِلَى اللهِ. ثُمَّ قَالَتْ: مِصْبَاحُهُ مِصْبَاحٌ وَدِينُهُ فَلَاحٌ وَأَمْرُهُ نَجَاحٌ وَقَرْنُهُ نَطَاحٌ، ذَلَّتْ لَهُ الْبِطَاحُ مَا يَنْفَعُ الصِّيَاحُ لَوْ وَقَعَ الذِّبَاحُ وَسُلَّتِ الصِّفَاحُ وَمُدَّتِ الرِّمَاحُ. (البداية والنهاية: ۷/ ۲۹۲)

ترجمہ: محمد بن عبداللہ، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر آگے کہا: قرآنِ کریم لے کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں، حقیقی چراغ ان کا ہی چراغ ہے، ان کا دین فلاح وکامیابی کا ذریعہ ہے، جب قتل وقتال شروع ہوگا اور تلواریں کھینچ لی جائیں گی اور برچھیاں تن جائیں گی، اُس وقت کا شور وغل کوئی نفع نہیں دے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کی اس بات نے میرے دل پر بہت گہرا اثر

ڈالا اور آئندہ کے بارے میں غور وفکر کرنے لگا: دو دن کے بعد میں ابوبکر کے پاس گیا اوران کو اپنی خالہ کی بات چیت کا خلاصہ سنایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے عثمان! آپ تو بڑے عقل مند انسان ہو، آپ کو حق وباطل کے درمیان شبہ نہیں ہونا چاہیے، ہماری قوم جن بتوں کی عبادت کرتی ہے وہ تو بے جان پتّھر ہیں۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ: ہاں! اللہ کی قسم! ایسی ہی بات ہے۔

چراغِ نبوت سے ایک اور شمع روشن ہوگئی!

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: تمھاری خالہ نے سچ کہا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی تمام مخلوق کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے، کیا تم میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو گے؟

چناں چہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں مسلمان ہوگیا!①

①قَالَ عُثْمَانُ: فَانْطَلَقْتُ مُفَكِّرًا فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: وَيْحَكَ يَا عُثْمَانُ، إِنَّكَ لَرَجُلٌ حَازِمٌ، مَا يَخْفَى عَلَيْكَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ، مَا هَذِهِ الْأَصْنَامُ الَّتِي يَعْبُدُهَا قَوْمُنَا؟ أَلَيْسَتْ مِنْ حِجَارَةٍ صُمٍّ ; لَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، وَاللهِ إِنَّهَا لَكَذَلِكَ. فَقَالَ: وَاللهِ لَقَدْ صَدَقَتْكَ خَالَتُكَ، هَذَا رَسُولُ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَدْ بَعَثَهُ اللهُ إِلَى خَلْقِهِ بِرِسَالَتِهِ، هَلْ لَكَ أَنْ تَأْتِيَهُ؟ فَاجْتَمَعْنَا بِرَسُولِ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا عُثْمَانُ أَجِبِ اللهَ إِلَى جَنَّتِهِ، فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكَ وَإِلَى خَلْقِهِ .قَالَ: فَوَاللهِ مَا تَمَالَكْتُ حِينَ سَمِعْتُ قَوْلَهُ أَنْ أَسْلَمْتُ وَشَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ لَمْ أَلْبَثْ أَنْ تَزَوَّجْتُ رُقَيَّةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يُقَالُ: أَحْسَنُ زَوْجٍ رَآهُ إِنْسَانٌ، رُقَيَّةُ وَزَوْجُهَا عُثْمَانُ.(البداية والنهاية:۷/۲۹۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

اب دو چیزیں ایک ساتھ ہو گئیں: ایک طرف حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی طلاق ہوئی اور دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایمان میں داخل ہو گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دلی چاہت یہی تھی کہ میری شادی رقیہ کے ساتھ ہو؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی شادی کروا دی۔

روایتوں میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میری بیٹی: رقیہ کی عثمان کے ساتھ شادی کروانے کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (مجمع الزوائد، رقم الحدیث: ۱۴۵۰۸)

کتنا خوش نصیب یہ جوڑا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے نکاح کروانے کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا!!

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کمالات وخوبیاں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ایک بہترین داماد مل گئے، ان کی چند خوبیاں یہ ہیں:

① حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ شرمیلے نوجوان تھے، ان میں شرم وحیا اتنی زیادہ تھی کہ فرشتے بھی ان سے شرم کیا کرتے تھے۔

② اسلام لانے سے پہلے کبھی شراب (wine) نہیں پی تھی۔

③ ایمان لانے سے پہلے، شادی سے پہلے کبھی زنا نہیں کیا تھا۔

④ اپنے آپ کو ہمیشہ بری باتوں سے بچاتے تھے۔

⑤ ناچ گانوں سے ہمیشہ دور رہا کرتے تھے۔

⑥ جُوا کبھی بھی نہیں کھیلتے تھے۔

⑦ بہت زیادہ امانت دار تھے۔

⑧ بہت بہترین طریقے سے کاروبار کرتے تھے، مشہور اور بڑے تاجر تھے۔

⑨ بہت ہی نرم مزاج اور نیک طبیعت تھے۔

⑩ بہت زیادہ سخی انسان تھے۔

یہ خوبیاں اس لیے گنوائی کہ ایسی خوبیوں والا اچھا داماد تلاش کرو اور اے نوجوانو! تم اچھے داماد بنو!

بیٹی کو رخصت کرتے وقت ہدیہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد جب ان کی رخصتی ہوئی اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی: رقیہ کو ''ام عیاش'' نامی ایک باندی ہدیے میں دی؛ تاکہ ان کی خدمت کرے اور کام میں مدد کرے۔ (اسد الغابة: ۷/ ۳۶۳)

معلوم ہوا کہ بیٹی کو رخصت کرتے وقت باپ کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ہدیہ (gift) دینا چاہیے، بس! شرط یہ کہ اسراف وفضول خرچی اور دکھلاوے کے واسطے نہ ہو، اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔

والدین اپنی بیٹیوں کو اچھے اخلاق سکھلائیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات اپنی بیٹیوں کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کے گھر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ رقیہ اپنے خاوند کے سر کے بال دھو رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر حضور ﷺ فرمانے لگے: بیٹی! تم اپنے شوہر کی خدمت کرتے رہنا؛ اس لیے کہ تمھارے شوہر بہت اچھے آدمی ہے، نیز تمھارے شوہر میرے تمام صحابہ میں اخلاق کے اعتبار سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔(مجمع الزوائد:۱۴۵۰۰)

سبحان اللہ! اللہ کے رسول ﷺ کیسے باپ تھے اور اپنی پیاری بیٹی کو کیسے اعلیٰ اور عمدہ اخلاق سکھا رہے ہیں! اللہ تعالیٰ امّت کے ہر باپ کو اپنی بیٹیوں کی اس طرح تربیت کرنے اور ان کو عمدہ اخلاق کی تعلیم دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

آج کل کے والدین تو اپنے گھر سے ہی اپنی لڑکیوں کو تمام الٹی سیدھی باتیں سکھلا کر بھیجتے ہیں کہ دیکھو! بیٹا! بہت زیادہ کام مت کرنا! اپنے سسرال والوں سے کہہ دینا کہ مجھ سے زیادہ کام کاج نہ لیں، گھر میں نوکر چاکر رکھا کریں!

یہ طریقہ غلط ہے، اِس کے نتیجے میں بہت سارے گھرانے برباد ہوجاتے ہیں۔

مثالی جوڑا(couple)

یہ خوب صورت جوڑا بڑا مثالی تھا، آپس میں محبت اور حسنِ معاشرت سے مثالی زندگی گزار رہا تھا، مکہ مکرمہ میں یہ شادی اور جوڑا ضرب المثل بن گیا تھا، دونوں میاں۔بیوی کی محبّت دیکھ کر لوگ کہا کرتے تھے کہ:

انسانی آنکھ نے میاں۔بیوی کا ہر لحاظ سے جو سب سے اچھا جوڑا دیکھا ہے وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جوڑا ہے۔

میاں۔بیوی میں مثالی محبت اس لیے بھی تھی کہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں اور والدہ نے اپنی بیٹیوں کی بہت اچھے انداز میں تربیت کی تھی۔

میاں- بیوی میں محبت کی ایک عجیب مثال

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھنا ہوا گوشت دیا اور فرمایا کہ: جاؤ! یہ گوشت میری بیٹی رقیہ کے گھر پہنچا کر آؤ۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں جب وہ گوشت لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دونوں میاں- بیوی ایک ساتھ ایک چٹائی پر بیٹھے محبت بھری باتیں کر رہے تھے، مجھے یہ منظر دیکھ کر بڑا رشک آیا کہ یہ کتنا بہترین جوڑا ہے؟

میں نے واپس آ کر جب حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بہت زیادہ خوش ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ: اے اسامہ! کیا تم نے اس سے اچھا جوڑا (couple) کبھی دیکھا ہے؟

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس سے اچھا جوڑا کبھی نہیں دیکھا۔

(خاتونِ جنت: ۱۱۹)

اِس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملا کہ سسر کو چاہیے کہ کبھی اپنے داماد کے یہاں کچھ کھانے وغیرہ کی چیزیں بھیجا کرے، اس طرح کرنے سے دونوں خاندانوں میں ان شاء اللہ! محبت و مودت باقی رہے گی اور ایک سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی ملے گا۔

خوش نصیب جوڑے کی محبت کے بارے میں حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کے اشعار

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا تو دھیرے دھیرے یہ جوڑا بہت مشہور ہوا، اس نکاح پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ حضرت سعدیٰ بنتِ کریز رضی اللہ عنہا

نے یہ اشعار کہے:

هَدَى اللّٰهُ عُثْمَاناً بِقَوْلِي إِلَى الْهُدَى	وَأَرْشَدَهُ وَاللّٰهُ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ
فَتَابَعَ بِالرَّأْيِ السَّدِيدِ مُحَمَّدًا	وَكَانَ بِرَأْيٍ لَا يَصُدُّ عَنِ الصِّدْقِ
وَأَنْكَحَهُ الْمَبْعُوثُ بِالْحَقِّ بِنْتَهُ	فَكَانَا كَبَدْرٍ مَازَجَ الشَّمْسَ فِي الْأُفْقِ

(البدایہ والنہایۃ، ۷/۱۹۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے عثمان کو میرے سمجھانے کے ذریعے ہدایت دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی رہنمائی فرمائی اور اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

انھوں نے درست رائے کے ذریعے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کی۔

اور وہ ایسی رائے تھی جو سچائی سے نہیں روکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح کر دیا۔

وہ دونوں ایسے چودھویں چاند کی طرح ہیں جو اُفق میں سورج کو شرمائے۔

سسر اور داماد ہو تو ایسے ہوں!
داماد، خسر کے لیے ہدیہ بھیجے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے کھجور اور گھی سے ایک قسم کا حلوہ (sweet) تیار کروایا اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے بھیجا، اس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری ام المؤمنین حضرت اِم سلمہ کے گھر تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت گھر میں موجود نہیں تھے۔

جب حضور ﷺ گھر پر تشریف لائے تو حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ حلوہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا، حضور ﷺ نے اس کو بڑی رغبت کے ساتھ تناول فرمایا اور پوچھا کہ: یہ حلوہ کہاں سے آیا ہے؟

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: یہ عثمان کے گھر سے آیا ہے، یہ سن کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

اے اللہ! عثمان آپ کو راضی کرنا چاہتے ہیں، آپ عثمان سے راضی ہو جائیے!

(البدایة لابن کثیر: ۲۱۲/۷)

دعا لینے کا ایک آسان طریقہ

کسی سے دعا لینے کے دو طریقے ہوتے ہیں: ایک تو یہ کہ ایک آدمی کسی بزرگ سے کہے کہ: حضرت! آپ میرے لیے دعا کیجیے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کی ایسی خدمت، اطاعت اور فرماں برداری کی جاوے کہ خود ان کے دل سے دعائیں نکلیں، یہ دل سے نکلی ہوئی دعا بہت زیادہ مؤثر ہوا کرتی ہے۔

اِس واقعے سے یہ بات بھی پتا چلی کہ داماد کو بھی چاہیے کہ کبھی کبھی اپنے سسر کے لیے کھانے کی کوئی چیز بھیجا کرے۔

حبشہ (ایتھوپیا) کی طرف ہجرت

علانیہ دعوت کے زمانے میں جب مکہ کے ظالم و جابر لوگ مسلمانوں پر بے انتہا

ظلم وستم ڈھانے لگے، ہر طرح سے پریشان کرنے لگے تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سارے مسلمانوں کو ان کی جان اور ایمان کی حفاظت کے واسطے ہجرت کر کے کسی دوسری محفوظ جگہ چلے جانے کی ہدایت دی، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے وطن کو چھوڑا، ہم ان (مہاجرین) کو ضرور دنیا میں (بھی) اچھی طرح بسائیں گے اور آخرت کا ثواب تو سب سے بڑا ہے ہی، کاش کہ یہ (مہاجرین ہجرت کا ثواب) جان لیتے۔

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس ہدایت پر مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت نے ملکِ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی تھی، ان حبشہ ہجرت کر کے جانے والوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ایک انوکھی خصوصیت

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق عجیب بات ارشاد فرمائی کہ:

أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: اِنَّ عُثْمَانَ اَوَّلُ مَنْ هاجَرَ بِاَهْلِهِ بَعْدَ لُوْطٍ علیہ السلام. (حیاۃ الصحابہ، ج: ۱، ص: ۵۵۸، اسد الغابۃ: ۱۱۵/۷، طبقات: ۲۹/۱۰)

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دین کے خاطر اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی تھی، ان کے بعد اپنے

دین اور ایمان کو بچانے کے واسطے سب سے پہلے میری بیٹی: رقیہ اور میرے داماد: عثمان نے ہجرت کی ہے۔

کبھی اللہ والوں کو ستانا نہیں چاہیے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جب حبشہ پہنچ کر وہاں اچھی طرح زندگی گزارنے لگے تو چوں کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ خوب صورت تھی؛ اس لیے وہاں کے کچھ عیسائی لوگ غلط نیت سے ان کو ستانے اور پریشان کرنے لگے، جب ان کا ستانا برداشت سے باہر ہو گیا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے بددعا کی، جس کی وجہ سے ان لوگوں پر ہلاکت آئی۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور بندیوں کو ستانے سے بچیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: جب کوئی انسان کسی اللہ کے ولی کو ستاتا ہے، اس کے ساتھ دشمنی کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ (البخاری: ۶۵۰۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر

جب سے یہ دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے، اس وقت سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی بہت زیادہ فکر رہتی تھی؛ چوں کہ اُس زمانے میں آج کی طرح کوئی وسائل نہیں تھے، جس کی وجہ سے دور دور کی اطلاعات اور خبریں حاصل ہو جائیں؛ چناں چہ ان کے مکہ سے نکلنے کے بعد کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے باہر حبشہ کے راستے پر جایا کرتے تھے؛ تاکہ اس طرف سے آنے والے کسی مسافر سے ان کی

خیر خبر معلوم کریں۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حبشہ کی طرف سے ایک عورت سوار ہو کر مکہ آ رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ: کیا تم نے میرے داماد اور میری بیٹی کو دیکھا ہے؟ وہ تم کو ملے ہیں؟ وہ کہنے لگی: ہاں! ہاں! میں نے ان کو ایک اونٹ پر سوار ہو کر حبشہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس خبر کو سننے کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو اطمینان اور تسلی ہو گئی۔

(حیاۃ الصحابہ، ج: ۱، ص: ۵۵۸، ط: المکتبہ التوفیقیہ)

دو غمناک خبر

جس دوران یہ لوگ حبشہ میں مقیم تھے، ایک دن کسی نے یہ خبر اڑائی کہ مکہ مکرمہ میں تمام لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ میں امن و اطمینان قائم ہو گیا ہے؛ چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اس خبر پر بھروسہ کر کے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے؛ لیکن جب مکہ کے قریب پہنچے تو پتا چلا کہ انھیں جو خبر دی گئی تھی، وہ جھوٹی تھی۔

اس لیے ان کو واپس وہاں سے دوبارہ حبشہ لوٹنا پڑا، اس سفر کے دوران حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دو غمناک خبریں ملیں:

ایک تو یہ کہ مکہ کے ظالم مسلمان نہیں ہوئے ہیں؛ بلکہ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ ظلم و ستم کر رہے ہیں۔

دوسری خبر یہ ملی کہ ان کی والدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا ہے۔

اِن دو خبروں کی وجہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔

تین ہجرت کی سعادت

بہر حال! وہ دونوں میاں بیوی واپس حبشہ لوٹے اور ایک مدت تک اسی جگہ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسلامی احکام کی پابندی کی، پھر جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تو یہ دونوں میاں بیوی بھی حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ مدینہ منورہ میں دونوں میاں- بیوی مشہور اسلامی شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرے۔

یہ دونوں وہ خوش نصیب میاں- بیوی ہیں، جنھیں اللہ کے دین کے واسطے تین ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا، دو مرتبہ مکہ مکرمہ سے ملکِ حبشہ اور پھر تیسری حبشہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (الاصابۃ: ۲۹۸/۴، طبقات: ۲۹/۱۰)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری

لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا؛ اس لیے جب یہ دونوں میاں- بیوی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو کچھ ہی مدت (سات- آٹھ مہینے) کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ''چیچک'' کی بیماری ہوگئی۔

جس زمانے میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئی، اسی زمانے میں غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا، اِدھر مسلمان مشرکوں سے مقابلے کے لیے روانہ ہونے لگے، اُدھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اس جہاد میں شریک ہونا چاہتے تھے؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان

کو شرکت کرنے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ: رقیہ بیمار ہے؛ لہٰذا تم یہاں مدینہ میں ہی رہ کر ان کی تیمارداری اور خدمت کرو۔ (البخاری: ۳۱۳۰)

بیوی کی خدمت اور بیمار پرسی کے لیے غزوے میں شرکت نہیں کی

یہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک طرف جذبہ کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک ہونا چاہتے تھے؛ لیکن اپنی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری اور ان کی خدمت کی وجہ سے وہ باقاعدہ شریک نہیں ہوئے اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ان کے لیے یہی حکم تھا: چوں کہ ان کی نیت تھی اور وہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کو بدر میں شرکت کا ثواب بھی ضرور ملے گا اور دوسری طرف گھر والوں کی خدمت کا اجرو ثواب بھی انھوں نے کما لیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

اُدھر جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بھرپور نصرت و مدد فرمائی اور ان کو فتح نصیب ہوئی۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اِس فتح کی خوش خبری دینے کے واسطے مدینہ منورہ روانہ فرمایا، جس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ اس خوش خبری کو لے کر مدینہ پہنچے تھے، ٹھیک اسی وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ (دماء علی قمیص عثمان بن عفان، ص: ۱۴)

ایک طرف جیت کی خوشی، دوسری طرف انتقال کی غمی

حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اپنی بیٹی کے انتقال کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ صدمہ ہوا، ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدر میں فتح حاصل ہونے کی خوشی تھی تو دوسری طرف اپنی جوان بیٹی کے انتقال کا رنج اور صدمہ تھا؛ اس لیے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کا بہت کم عمری میں انتقال ہو گیا تھا، انتقال کے وقت ان کی عمر ۲۱ یا ۲۳ سال تھی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے کہ وہ بہت سادگی کے ساتھ زندگی گزارا کرتی تھیں اور ہر وقت اپنے شوہر کی خدمت اور مدد کیا کرتی تھیں۔

ہر طرف غم ہی غم تھا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر سے مدینہ پہنچے تو اول اپنی بیٹی: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ غمگین تھے، نیز آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی بہت زیادہ رو رہی تھیں، دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غم کی حالت میں تھے، الغرض! ہر طرف غم چھایا ہوا تھا۔

اِس موقع پر بھی حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی بات کہی جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت بیان فرمائی تھی کہ: رونے کی، غم کرنے کی اجازت ہے؛ مگر آواز نہیں نکلنی چاہیے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہے تھے۔ (طبقات: ۱۰/۳۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چوں کہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی وجہ سے اپنی

بیوی کی خدمت کے واسطے رک گئے تھے اور جنگ میں شامل نہیں ہو سکے تھے؛ اس لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا، یہی وجہ ہے کہ جس وقت بدریین صحابہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اس وقت اعزازاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مبارک نام بھی لیا جاتا ہے۔

وفاتِ حسرت آیات پر دل دہلانے والے اشعار

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفاتِ حسرت آیات کو ''ابوالاثر حفیظ جالندھری'' نے یوں بیان کیا ہے:

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر
ہوا اک دن رقیہ سیدہ کا انتقال آخر
دُعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی
بدر کی واپسی سے پیشتر تُربت میں جا بیٹھی
جناب ِحضرتِ عثمان افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوجِ ملت سے
جدائی ہو گئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے
سہے تھے اس عفیفہ نے دُکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر

(شاہنامہ اسلام ص: ۷۷)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

جس دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں مقیم تھے، اس وقت ان کو ایک لڑکا پیدا ہوا تھا، جن کا نام ''عبداللہ'' تھا، یہ نواسے بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت زیادہ محبوب تھے؛ لیکن اللہ کی شان دیکھیے کہ جب ان کی عمر تقریباً ۶/ سال کی ہوئی تو جس وقت وہ کھیل رہے تھے، اس وقت کسی مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماردی، جس کی وجہ سے ان کو شدید زخم آیا اور اسی زخم کی وجہ سے ۴ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔

(تاریخ الخمیس: ۱/ ۴۶۴)

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ نواسے بڑے ہوئے تھے، ان کی شادی بھی ہوئی تھی اور آج تک ان کی نسل دنیا میں چلی آرہی ہیں۔ یہ روایت زیادہ معتبر اور راجح ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر کو نور سے منور فرمائے!
ان کی قبر کو جنّت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے!
اور جنّت الفردوس میں اعلیٰ درجہ نصیب فرمائے، آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور (قیامت تک آنے والی تمام) ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ: وہ اپنی چادریں (تھوڑی سی) اپنے (منہ کے) اوپر جھکا (یعنی لٹکا) لیا کریں، اِس طریقے میں اس بات کی زیادہ امید ہے کہ وہ (آزاد عورت ہے یہ) پہچان لی جائیں گی؛ لہٰذا وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تو بہت معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

آج کی اِس مبارک مجلس میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری بیٹی: حضرت اِمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ باتیں ذکر کی جائیں گی۔

جس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۴/سال ہوئی، اُس وقت

حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی تھیں؛ گویا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنائے جانے کے چھ سال پہلے حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تھی۔

بعض کتابوں میں ان کا نام "سمیہ" بتلایا گیا ہے؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان کا نام "امِ کلثوم" ہے۔

عربی زبان میں "کلثوم" کا معنی ہوتا ہے: جس کا چہرہ گول اور بھرا ہوا ہو۔ اور امِ کلثوم: یعنی کلثوم کی ماں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں بیٹیوں کی قربانی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں بیٹیوں کا بچپن بہت اچھا گزرا، چاروں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں، پھر جب نبوت کے اعلان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں نے ستانا شروع کیا تو اِن چاروں کو بھی بہت زیادہ مصیبتیں اور ظلم وستم برداشت کرنا پڑا۔

اس کے بعد جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پورے گھرانے کو بائیکاٹ کے دوران "شعبِ ابی طالب" میں قید رہنا پڑا، اُس وقت بھی آپ کی یہ چاروں لاڈلی بیٹیاں آپ کے ساتھ تھیں۔

عُتَیبَہ کی بدتمیزی وگستاخی

اِس سے پہلے والی مجلس میں آپ لوگوں نے سن لیا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کو دو بیٹے: "عتبہ" اور "عتیبہ" کے ساتھ ہوا تھا۔

ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں کو زبردستی اس بات پر مجبور کیا تھا

کہ تم دونوں اپنی بیوی کو طلاق دے دو! چناں چہ عتبہ نے تو صرف طلاق دے کر اپنا معاملہ ختم کر دیا تھا؛ لیکن اس کا بھائی ''عتیبہ'' جو حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا شوہر تھا، اس نے بڑی بدتمیزی اور گستاخی کی، یہ منحوس دشمنی کی آگ میں جلتا ہوا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گیا اور اناپ شناپ بکنے لگا، کہنے لگا: میں آپ کی نبوت اور دین کو نہیں مانتا، مجھے آپ کی بیٹی امِ کلثوم پسند نہیں کرتی اور نہ میں اس کو پسند کرتا ہوں؛ اس لیے میں اس کو ابھی طلاق دیتا ہوں۔

اس کے بعد نعوذ باللہ! اس بدبخت نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک چہرے پر تھوکا!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بددعا

کتنی بڑی گستاخی تھی کہ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زبانی تکلیف دی، گالیاں دیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی کو طلاق دی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورانی اور چاند جیسے چہرے پر تھوک دیا، جس مبارک چہرے کی اللہ تعالیٰ نے ''والضحیٰ'' کہہ کر قسم اٹھائی اسی مقدس چہرے پر ظالم بدبخت نے تھوک دیا، اس کے اِس طرح کے رویے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی اور کیوں نہ ہوتی؟ آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تو ایک انسان تھے!!

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْباً مِنْ كِلَابِكْ.

ترجمہ: اے اللہ! آپ اس پر اپنے بھیڑیوں میں سے کسی بھیڑیے کو مسلط کر دیجیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس وقت اس کے لیے یہ بددعا کی اُس وقت چچا ابو طالب بھی

وہاں موجود تھے، وہ عتیبہ سے کہنے لگے: اے عتیبہ! تو نے محمد کی بے عزتی کی ہے، ان کو تکلیف پہنچائی ہے، انھوں نے تیرے لیے جو بددعا کی ہے اس سے تو بچنے والا نہیں ہے، وہ ضرور تجھے پہنچ کر رہے گی۔

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کہتے ہیں وہ ہو کر ہی رہتا ہے!

چناں چہ ایک مرتبہ ابولہب اپنے بیٹے عتیبہ کے ساتھ تجارت کے لیے ملکِ شام جانے لگا، یہ لوگ بھلے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت مخالف اور پکّے دشمن تھے؛ مگر ان کو اس بات کا پکّا یقین تھا کہ محمد جو کہتے ہیں وہ ہو کر ہی رہتا ہے؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بددعا دی تھی اس کی فکر انھیں ستا رہی تھی۔

ابولہب کی قافلے والوں سے اپیل

ابولہب قافلے والوں سے بھی برابر اِس بات کی تاکید کر رہا تھا کہ دیکھو! میرے بیٹے کے بارے میں محمد نے اس طرح کی بات کہی تھی، اس لیے تم بھی پوری طرح اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنا!

چلتے چلتے جب یہ لوگ رات کے وقت ''زرقاء'' نامی ایک جگہ پر پہنچے تو وہاں انھیں یہ ڈر ستانے لگا کہ کہیں عتیبہ کو بھیڑیا کھا نہ جاوے۔

عتیبہ کی حفاظت کا زبردست انتظام

چناں چہ انھوں نے اس کی حفاظت کا زبردست انتظام کیا، اس طرح کہ اپنے پورے سامان کو ایک جگہ جمع کر دیا، اس کے اوپر عتیبہ کو سُلا دیا اور اس کے ارد گرد قافلے کے تمام لوگ سو گئے۔

ظالم کو بھیڑیا لقمہ بنالے گیا

لیکن چوں کہ صادقِ مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی زبان سے اس کے بھیڑیے کا لقمہ بننے کی پیشین گوئی ہوچکی تھی؛ اس لیے ان سب حفاظتی انتظامات کے باوجود جب تمام لوگ اپنی میٹھی نیند سو رہے تھے تو اچانک ایک بھیڑیا آیا اور آکر تمام لوگوں کے پاس جا کر ان کے منہ سونگھنے لگا، پھر آہستہ آہستہ اس سامان کے ڈھیر کے پاس گیا اور اس بدبخت کو اپنا لقمہ بنا کر اس کو ختم کردیا①۔

---

①عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ هَبَّارِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ : كَانَ أَبُو لَهَبٍ وَابْنُهُ عُتَيْبَةُ قَدْ تَجَهَّزَا إِلَى الشَّامِ وَتَجَهَّزْتُ مَعَهُمَا، فَقَالَ ابْنُهُ عُتَيْبَةُ: وَ اللهِ لَأَنْطَلِقَنَّ إِلَيْهِ فَلَأُوذِيَنَّهُ فِي رَبِّهِ , فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! هُوَ يَكْفُرُ بِالَّذِي دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ ابْعَثْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ.ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ:أَيْ بُنَيَّ, مَا قُلْتَ لَهُ؟ قَالَ: كَفَرْتُ بِإِلَهِهِ الَّذِي يَعْبُدُ قَالَ: فَمَاذَا قَالَ لَكَ؟ قَالَ: قَالَ اللَّهُمَّ ابْعَثْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ, وَاللهِ مَا آمَنُ عَلَيْكَ دَعْوَةَ مُحَمَّدٍ. قَالَ: فَسِرْنَا حَتَّى نَزَلْنَا الشَّرَاةَ وَهِيَ مَأْسَدَةٌ فَنَزَلْنَا إِلَى صَوْمَعَةِ رَاهِبٍ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! مَا أَنْزَلَكُمْ هَذِهِ الْبِلَادَ وَإِنَّهَا مَسْرَحُ الضَّيْغَمِ؟ فَقَالَ لنا أَبُو لَهَبٍ: إِنَّكُمْ قَدْ عَرَفْتُمْ حَقِّي؟ قُلْنَا: أَجَلْ يَا أَبَا لَهَبٍ فَقَالَ: إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ دَعَا عَلَى ابْنِي دَعْوَةً وَاللهِ مَا آمَنُهَا عَلَيْهِ, فَاجْمَعُوا مَتَاعَكُمْ إِلَى هَذِهِ الصَّوْمَعَةِ ثُمَّ افْرِشُوا لِابْنِي عُتَيْبَةَ ثُمَّ افْرِشُوا حَوْلَهُ .قَالَ: فَفَعَلْنَا جَمَعْنَا الْمَتَاعَ حَتَّى ارْتَفَعَ ثُمَّ فَرَشْنَا لَهُ عَلَيْهِ وَفَرَشْنَا حَوْلَهُ فَبَيْنَا نَحْنُ حَوْلَهُ وَ أَبُو لَهَبٍ مَعَنَا أَسْفَلَ وَبَاتَ هُوَ فَوْقَ الْمَتَاعِ، فَجَاءَ الْأَسَدُ فَشَمَّ وُجُوهَنَا، فَلَمَّا لَمْ يَجِدْ مَا يُرِيدُ تَقَبَّضَ ثُمَّ وَثَبَ فَإِذَا هُوَ فَوْقَ الْمَتَاعِ فَجَاءَ الْأَسَدُ فَشَمَّ وَجْهَهُ ثُمَّ هَزَمَهُ هَزْمَةً فَفَضَخَ رَأْسَهُ فَقَالَ: سَيْفِي يَا كَلْبُ لَمْ يَقْدِرْ عَلَيَّ غَيْرُ ذَلِكَ وَوَثَبْنَا فَانْطَلَقَ الْأَسَدُ وَقَدْ فَضَخَ رَأْسَهُ فَقَالَ لَهُ أَبُو لَهَبٍ: قَدْ عَرَفْتُ وَاللهِ مَا كَانَ لِيَنْقَلِبَ مِنْ دَعْوَةِ مُحَمَّدٍ.(دلائل النبوّۃ لابی نعیم الاصبهانی،ص:۴۵۴)

دینی بہنو! یہ اللہ کے نبی ﷺ کو تکلیف دینے، ان کی بیٹی کو ستانے اور حضور ﷺ کی گستاخی کرنے کی سزا اُس ظالم کو دنیا ہی میں مل گئی اور آخرت میں وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلے گا۔

ابولہب کا عبرت ناک انجام

اُدھر ابولہب کے بارے میں قرآن میں آیا:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿۲﴾ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿۳﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ﴿۱﴾ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہیں آئی ﴿۲﴾ وہ عنقریب (مرتے ہی) ایک بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔

دنیا میں تو اس کا حال یہ ہوا کہ اس کے بغل میں زہریلی قسم کا ایک چھالہ (پھوڑا) نکلا، جو سارے جسم میں پھیل گیا، ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی، گوشت گل-گل کر گرنے لگا، اس کے بیٹوں نے اسے گھر سے باہر پھینک دیا اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

اس کی نعش تین دن تک یوں ہی رہی، لوگ اس کی بدبو سے تنگ آگئے اور اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت کرنے لگے تو انھوں نے چند حبشی غلاموں سے گڑھا کھدوایا اور لکڑیوں سے اس کی لاش دھکیل کر ایک گڑھے میں پھینکوادی اور اوپر مٹی ڈال دی۔

اس کا یہ حشر اللہ تعالیٰ کے غضب ہی کا نتیجہ تھا، نیز اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان کی

بیٹی کو تکلیف دینے کا یہ نتیجہ ملا کہ دنیا میں ہی گل-سڑکر ختم ہوا، اسی پر بس نہیں ؛ بلکہ قیامت کے روز اس کو بھڑکتی آگ میں داخل کیا جاوے گا۔ (روح المعانی ۱۵/ ۴۹۹)

امِ جمیل کی دردناک موت

وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

ترجمہ: اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کر لاتی ہے ﴿۴﴾ اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی رسی ہو گی۔

ابولہب کی بیوی: ''امِ جمیل'' ابوسفیان کی بہن تھی، جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوٹ کوٹ کر نفرت بھری ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی میں اپنے خاندان سے کم نہ تھی، جنگل سے کانٹے والی لکڑیاں چن کر رات کو اس راستے پر بچھا دیتی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوتا تھا۔

ایک روز بوجھ اٹھا کر لا رہی تھی کہ تھک کر آرام کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی، ایک فرشتے نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے پیچھے سے اس کے گٹھے کو کھینچا، وہ گری اور اس کے گلے میں پھانسی لگ گئی اور اسی حالت میں مر گئی۔

قیامت کے دن حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس کا حشر یہ ہوگا کہ جس آگ میں اس کا گستاخ خاوند جلایا جائے گا، اسی آگ میں وہ بھی جھونکی جائے گی۔

(روح المعانی ۱۵/ ۵۰۰)

میں آج آپ سب سے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کسی پر ظلم مت کرو! کیوں کہ ظلم کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔

ظلم کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے

میں آپ کے سامنے آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ ایک خاندان میں ایک غریب گھرانے کی عورت کا نکاح ہوا، اس کی ساس لڑکی کو غریب ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ ستاتی اور ظلم وستم کیا کرتی تھی؛ لیکن بہو بے چاری اِس وجہ سے صبر کرتی تھی کہ میں اس کے ساتھ لڑائی، جھگڑا کروں گی تو میرا گھر برباد ہوجاوے گا۔

چناں چہ اس ظلم وستم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخری عمر میں اس ساس کو خطرناک بیماریاں لاحق ہوگئیں اور بڑی پریشانی ومصیبت کے ساتھ زندگی گزاری۔

اپنے تمام خاندان والوں سے جدائی

بہرحال! جب حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق ہوگئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تسلّی دی، اس کے بعد بائیکاٹ کا زمانہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے خاندان کو تین سال تک ''شعبِ ابی طالب'' میں قید ہونا پڑا، کافروں کا ظلم وستم سہنا پڑا، یہ سب تکالیف اور مشقتیں انھیں صرف اور صرف دین کے خاطر برداشت کرنی پڑتی تھی۔

شعبِ ابی طالب سے جب باہر نکلے تو کچھ مدت بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا، جس کی وجہ سے مزید مشقت اور غم کا سامنا پڑا، پھر جب کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے جائیں۔

مدینہ منورہ ہجرت

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ

چلے گئے، حضور ﷺ کے چلے جانے کے بعد آپ کی بیٹیوں کی مشکلیں اور بڑھ گئیں؛ اس لیے کہ ماں کا تو پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا، اب ابا بھی ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔

دوسری طرف حضور ﷺ کو بھی ان کی فکر ستا رہی تھی؛ اس لیے حضور ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر وہاں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام: ابو رافع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ''عبداللہ بن اریقط'' کو دو سواریاں لے کر مکہ بھیجا کہ وہ اُن دونوں کے تمام خاندان والوں کو مدینہ منورہ لے آئیں۔

یہ دونوں مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی: امِ ایمن رضی اللہ عنہا، بیٹا: اسامہ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی بیوی: حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی تمام بیٹیاں اور دوسری طرف عبداللہ بن اریقط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام خاندان والوں کو لے کر صحیح وسالم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

بیٹی کی شادی کی فکر

جب یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے تو یہاں ان کے لیے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ان کے پاس رہنے کا گھر نہیں تھا؛ اس لیے سب سے پہلے یہ سب ''حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ'' کے گھر رکے تھے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ تعمیر ہونے کے بعد یہ لوگ وہاں رہنے چلے گئے۔

حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو مکہ میں طلاق ہوگئی تھی؛ اس لیے ان کی شادی کا بھی مسئلہ تھا، دوسری طرف حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت

زیادہ غمگین تھے، ہر وقت غم و فکر میں ڈوبے نظر آتے تھے؛ اس لیے کہ وہ سوچتے تھے کہ مجھے دوسری بیوی تو مل جاوے گی؛ لیکن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جیسی بیوی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا خسر کہاں ملے گا؟ ایک نبی کے داماد ہونے کا جو شرف تھا وہ اب مجھے کہاں ملے گا؟

دوسری بیٹی بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں

اسی طرح ایک دن وہ غم کی حالت میں تھے، اِس دوران اُن سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: عثمان کیا بات ہے؟ آپ ہمیشہ غم میں کیوں رہتے ہو؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے غم کی داستان سنائی، ابھی دونوں کی بات چل ہی رہی تھی کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکت پر وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتے ہیں کہ: آپ اپنی بیٹی؛ اُمِ کلثوم کا نکاح عثمان سے کردو! (طبرانی: ۱۴۵۰۸)

بس! اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کردیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سعادت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی وہ واحد انسان اور اکیلے صحابی ہیں جن کو ایک آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیوں سے نکاح کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، ان کے علاوہ یہ سعادت دنیا کے کسی انسان کو بھی حاصل نہیں ہے؛ اس لیے ان کو ''ذوالنورین'' (دو نور والے) کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیٹیوں کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا

ایک روایت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: میری تمام بیٹیوں کے نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ میری بیٹی کا نکاح کرنے کا حکم دیتے تھے، اسی کے ساتھ میں اپنی بیٹی کا نکاح کرتا تھا۔ (المستدرك: ۶۹۴۴)

آپ نے سنا کہ جس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غمگین رہا کرتے تھے، اسی زمانے میں ایک عجیب واقعہ ہوا، وہ یہ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہیں اور اسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوگئی تھیں؛ اس لیے وہ یہ چاہتے تھے کہ میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردوں۔

بیٹی کے رشتے کی بات سامنے سے کرنا بری چیز نہیں ہے

اس لیے وہ اس سلسلے میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات چیت کرنے کے لیے گئے اور کہا کہ: مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنی بیوی کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے بہت زیادہ صدمے میں ہیں؛ اس لیے آپ چاہیں تو میری بیٹی حفصہ سے نکاح کرلیجیے! آپ کا غم اور تکلیف دور ہوجاوے گی۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا ارادہ فرما چکے ہیں، اس لیے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہیں دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دور اندیشی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اِس رویے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت لے کر پہنچے، کہنے لگے: حضور! عثمان کیسے انسان ہیں؟ وہ صدمے میں ہیں، میں نے ان کو اپنی بیٹی سے شادی کرنے کے بارے میں کہا تو انھوں نے مجھے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے: اے عمر! کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ حفصہ کو عثمان سے اچھا شوہر اور عثمان کو حفصہ سے بہتر بیوی ملے؟

اِس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجیب وغریب انداز میں ان کو اشارہ فرما دیا۔

چناں چہ بعد میں اسی طرح ہوا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی: حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہو گیا جو کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر تھی؛ گویا حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا درجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بڑا ہے①۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی

۶/ربیع الاول ۳ھ کو حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نکاح

---

①وَكَانَتْ(حفصة) لَمَّا تَأَيَّمَتْ، عَرَضَهَا أَبُوْهَا عَلَى أَبِي بَكْرٍ، فَلَمْ يُجِبْهُ بِشَيْءٍ؛ وَعَرَضَهَا عَلَى عُثْمَانَ، فَقَالَ: بَدَا لِي أَلَّا أَتَزَوَّجَ الْيَوْمَ، فَوَجَدَ عَلَيْهِمَا، وَانْكَسَرَ، وَشَكَا حَالَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَقَالَ: يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ؛ وَيَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ، ثُمَّ خَطَبَهَا، فَزَوَّجَهُ عُمَرُ وَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللهِ عُثْمَانَ بِابْنَتِهِ رُقَيَّةَ بَعْدَ وَفَاةِ أُخْتِهَا.(سیر اعلام النبلاء، ج:۳،ص:۴۸۲)

ہوگیا، جب رخصتی کا وقت آیا تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر خدمت کرنے والی ایک عورت: حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: اے امِ ایمن! میری بیٹی امِ کلثوم کو تیار کرو اور اس کو عثمانِ غنی کے گھر پہنچادو!

شادی سادگی سے کیا کریں!

سبحان اللہ! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنا بہترین اور پیارا طرز اپنایا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیارا طریقہ ہمارے لیے ایک نمونۂ عمل ہے کہ نکاح وشادی کی تقریبات کو اِس طرح انتہائی سادگی کے ساتھ بھی انجام دیا جاسکتا ہے، اس میں کوئی قباحت اور برائی یا شرم کی بات نہیں ہے؛ بلکہ ہو سکے تو اسی طریقے سے اپنی تقریبات کو انجام دینے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ امّت کی ماں - بہنوں کو یہ بات سمجھا دے اور اپنی تقریبات کو اس طرح سادگی کے ساتھ انجام دینے کا حوصلہ اور جذبہ عطا فرمائے، آمین!

اس طرح سنّت پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ! ہم لوگ بہت سارے گناہوں سے محفوظ رہیں گے اور فضول خرچی بھی نہیں ہوگی۔

داماد- بیٹی کی خیر خبر لیتے رہنا چاہیے

جب حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں تو دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے سامنے بہت زیادہ روئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس لیے روئے کہ ان کی پہلی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تھا اور حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا اس لیے رو رہی تھیں کہ ان کی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تھا۔

رخصتی کے تین دن بعد جب حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی: حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ: تم نے اپنے شوہر: عثمان کو کیسا پایا؟ وہ کہنے لگی: عثمان بہت اچھے شوہر ہیں۔ (از: بناتِ طیبات، شائع کردہ: شعبۂ تقریر وتحریر: جامعہ ڈابھیل، ص: ۶۴)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے بعد لڑکی کے گھر والوں کو اس سے پوچھنا چاہیے کہ تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ تمھارا شوہر کیسا ہے؟ اسی طرح لڑکے کے والد کو بھی اپنی بہو سے پوچھ لینا چاہیے کہ تمھارا شوہر کیسا ہے؟

یہ ایک بہت اچھی عادت اور طریقہ ہے، جس کو آج کے ماحول میں رائج کرنے کی ضرورت ہے۔

عثمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لاڈلے ہیں

دونوں میاں بیوی شادی کے بعد بہت خوشگواری کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے، ایک مرتبہ حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سے پوچھ لیا کہ ابّا! آپ کے نزدیک میرے شوہر: عثمان کا کیا رتبہ ومقام ہے؟

اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمانے لگے کہ: تمھارے شوہر عثمان ایسے شخص ہیں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ (از: پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص: ۷۵)

حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے متعلق اس طرح کی بات سن کر بہت زیادہ خوش ہوگئی۔

شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو اچھے کپڑے پہنائے

ایک مرتبہ حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے قیمتی اور عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے، ظاہر بات ہے کہ یہ کپڑے ان کے شوہر: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہی لا کر دیے ہوں گے؛ کیوں کہ وہ بہت بڑے تاجر اور مال دار صحابی تھے۔

معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے لیے اچھے کپڑوں کا انتظام کرے، اس کی ضروریات کی چیزیں مہیّا کرے، کبھی کبھی اس کو ہدیے، تحفے بھی لا کر دیا کرے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تواضع

ایک مرتبہ حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں کہ: آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ مال و دولت سے نوازا ہے، آپ اللہ کے راستے میں بہت زیادہ مال خرچ کرتے ہیں، مسلمانوں کی بہت زیادہ مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول آپ سے بہت خوش ہیں اور آپ سے بہت محبت کرتے ہیں؛ اس لیے آپ تو جنّتی ہیں، پھر آگے کہا: آپ میں اتنی زیادہ شرم وحیا ہے کہ فرشتے بھی آپ سے شرم کرتے ہیں۔ (از: پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص:۷۵)

معلوم ہوا کہ بیوی کو بھی چاہیے کہ کبھی کبھی اپنے شوہر کے سامنے اس کی تعریف کر دیا کرے، اس کی وجہ سے شوہر کے دل میں اپنی بیوی کی محبت وعظمت زیادہ ہوگی۔

لیکن حضرت عثمان تو حضرت عثمان تھے! انھوں نے اپنی اہلیہ کی ان باتوں کو سن کر تکبر کرنے کے بجائے شرم کے مارے اپنا سر جھکا لیا۔

اللہ اکبر! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں کیسی عاجزی، تواضع وانکساری تھی!

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مالی قربانی

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو شروع زمانے میں مسلمانوں کو پانی کی بہت تکلیف تھی، پینے کے لیے پانی بھی مشکل سے ملتا تھا، وہاں ''بئرِ رومہ'' کے علاوہ کوئی کنواں نہیں تھا جہاں سے میٹھا پانی حاصل کیا جاسکے اور وہ ایک یہودی کے قبضے میں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ترغیب دی اور فرمایا کہ:

مَنْ يَّشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ بِخَيْرٍ لَهُ فِي الْجَنَّةِ. (الترمذي:۳۷۰۳)

جو (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے واسطے) بئرِ رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اس کو جنت میں اس سے بہتر ملے گا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَفَرَ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ. (الترمذي:۲۷۷۸)

جو بئرِ رومہ کھودے اس کے لیے جنت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں بیس ہزار درہم میں خرید کر تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

غزوۂ تبوک میں جب مسلمانوں کو چندے کی سخت ضرورت تھی، اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بہت سارا مال لا کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا، اس وقت ان کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (الترمذي:۳۷۰۰)

مسجدِ نبوی کی توسیع کا کام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اپنے ذاتی پیسوں سے مسجدِ نبوی کی توسیع وتعمیر کا کام کروایا تھا، انھوں نے اس زمانے میں مسجدِ نبوی میں قیمتی پتھر اور قندیلیں بھی لگوائی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار مکہ، مدینہ کی حاضری نصیب فرماوے، آمین! جب مدینہ منورہ حاضری کی سعادت ہو تو وہاں جس جگہ ہم سلام پیش کرنے کے لیے جاتے ہیں، وہ حصہ بعد کے زمانے میں مسجدِ نبوی میں شامل کیا گیا تھا، اس جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تعمیری کام کروایا تھا۔

آپ نے نہایت اہتمام کے ساتھ یہ کام کروایا تھا، دس مہینے کی مسلسل محنت و کوشش کے بعد اینٹ، چونا اور پتھر کی ایک نہایت خوب صورت اور مضبوط عمارت تیار ہوگئی۔ (از: خلاصۃ الوفاء، ص: ۱۲۴)

حضرت اِمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال

۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، اُس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اسلامی لشکر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اِمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، جب وہ مکہ میں داخل ہوئیں تو ان کی پرانی یادیں تازہ ہوگئیں اور ان کو اپنی والدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آگئی۔

۹ ھ میں شعبان المعظم کے مہینے میں حضرت اِمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا، انتقال کے وقت ان کی عمر صرف ۲۲ رسال تھی۔

امّت کو غسل و کفن کا مسنون طریقہ ملا

جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت امِ عطیہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسما بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا نے ان کو غسل دیا، اس وقت ان عورتوں کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غسل کرنے کا مسنون طریقہ سکھایا۔ (البخاری: ۱۲۵۴، ابوداؤد: ۳۱۵۷)

اُس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو طریقہ سکھایا تھا، آج تک اسی طریقے اور نہج پر مسئلے مسائل کتابوں میں موجود ہیں۔

گویا حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے لیے یہ ایک سعادت کی بات ہے کہ ان کے انتقال کے وقت غسل اور کفن دفن کا جو طریقہ اختیار کیا گیا تھا، آج بھی اسی طریقے کے مطابق مُردوں کو غسل دیا جاتا ہے۔

حضرت امِ کلثوم کا کفن، دفن

غسل سے فراغت کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے موافق ان کو کفن پہنایا گیا۔

حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھی، انھوں نے وہاں رہتے ہوئے ہاتھوں سے بنائی جانے والی چیزوں کا طریقہ سیکھ لیا تھا؛ اس لیے انھوں نے حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے واسطے اپنے ہاتھ سے لکڑیوں کا ایک جنازہ تیار کیا، اس کے بعد حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو اس میں رکھا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ: ۳۱/۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ان کے جنازے کی نماز پڑھائی، پھر ان کے جنازے کو بقیع قبرستان میں لے جایا گیا، جب ان کو قبر میں اتارنے کا مرحلہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ

اعلان فرمایا کہ: جو کل رات اپنی بیوی سے ملا نہ ہو، ایسا شخص میری بیٹی کی قبر میں اترے گا! چناں چہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کی قبر میں اترے۔ (البخاري: ۱۲۸۵)

نیز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی ان کے ساتھ قبر میں اترے۔ (الاصابة: ۴/۴۹۰)

جس وقت حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو دفن کیا جارہا تھا اُس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غمگین تھے، ان کی آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری تھے، ظاہر بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بیٹی سے نکاح کیا وہ اللہ میاں کو پیاری ہوگئیں، دوسری بیٹی سے نکاح کیا تو وہ بھی بہت جلد اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رتبہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ان سے فرمایا کہ: عثمان! اگر ان دو بیٹیوں کے علاوہ میری اور کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی تم سے کردیتا۔ (طبراني: ۱۴۵۱۱)

ایک مرتبہ فرمایا: عثمان! اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ان سب کا باری باری تم سے نکاح کروادیتا۔ (طبراني: ۱۴۵۱۰)

دوسرے ایک موقع سے فرمایا کہ: عثمان! اگر میری سولڑکیاں ہوتیں تو میں ان سب کا باری باری تم سے نکاح کردیتا۔ (مواهب: ۱/۳۹۴)

سبحان اللہ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کتنے اچھے انسان اور بہترین داماد ہوں گے؟ اپنی بیویوں کے ساتھ کتنے اچھے طریقے سے پیش آتے ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارے میں اس طرح کی بات ارشاد فرمارہے ہیں!

پوری زندگی کبھی چین وسکون نصیب نہیں ہوا

پیاری بہنو! ہمارے پیارے آقا کو اپنی زندگی میں کتنی زیادہ مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں، اس کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے ہیں، اول تو یہ کہ مکہ مکرمہ میں آپ کو، آپ کے تمام گھر والوں کو اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا، شعبِ ابی طالب میں قید رہنا پڑا، طائف کا دردناک واقعہ پیش آیا۔

اس کے بعد جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہاں بھی ٹھیک سے چین وسکون نصیب نہیں ہوا، ہر وقت دشمنوں اور جنگ کا خطرہ لگا رہتا تھا۔

نیز یہاں ایک ایک کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین پھول جیسی جوان بیٹیوں کا انتقال ہو گیا! اپنی آنکھوں کے سامنے تین-تین جوان بیٹیوں کا انتقال ہو جائے اس سے بڑھ کر درد بھری داستان ایک باپ کے لیے اور کیا ہو سکتی ہے؟ وہ صورتِ حال اور کیفیت تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے لاڈلے رسول ہی جانتے ہیں۔

حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہیں تھی؛ اس لیے کہ ان کا پہلا نکاح ''عتیبہ'' کے ساتھ ہوا تھا، وہاں تو ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی اور اس نے طلاق دے دی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جب نکاح ہوا تو تھوڑے ہی عرصے میں ان کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منوّر فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، آمین!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اشعار میں (از: علامہ شبلیؒ)

اِفلاس سے تھا سیدہ پاک کا یہ حال	گھر میں کوئی کنیز، نہ کوئی غلام تھا
گِھس گِھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں	چکّی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینے پہ مَشک بھرے جو لاتی تھیں بار بار	گو نور سے بھرا تھا؛ مگر نیل فام تھا
اَٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے	جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جناب رسولِ خدا کے پاس	یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذنِ عام تھا
مَحرَم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کرسکیں نہ عرض	واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور نے	کل کس لیے تم آئی تھیں؟ کیا خاص کام تھا؟
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں	حیدر نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن	جن کا صفۂ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز	ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں	میں اس کا ذمے دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدّم تھا ان کا حق	جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں	جرأت نہ کرسکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کیں بسر اہلِ بیتِ مطہّر نے زندگی	یہ ماجرائے دخترِ خیرُ الانام تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور (اے ایمان والی عورتو!) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار (یعنی میک اپ) دکھلاتی مت پھرو اور تم نماز قائم کرتی رہو اور تم زکوۃ دیتی رہو اور تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو، اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ (ہر قسم کی) گندگی تم سے دور رکھیں اور تم کو پورا پاک صاف رکھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

آج کی اِس مبارک مجلس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی بیٹی، جنّت کی عورتوں کی سردار: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ سنیں گے۔

فاطمہ کا معنیٰ اور فاطمہ نام رکھنے کی وجہ

’’فاطمہ‘‘ کا معنی ہے: جس کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا گیا ہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، ان کا نام حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رکھا تھا۔ (مواھب: ۱/ ۳۹۴)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کو کتنا زیادہ پسند ہوگا؟ اس لیے ہمیں بھی اپنی بچیوں کا نام ’’فاطمہ‘‘ رکھنا چاہیے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو کبھی کبھی ’’ام ابیھا‘‘ کہا کرتے تھے، اس کا مطلب یہ کہ فاطمہ اپنے ابا کی ماں (جیسی) ہیں۔ (اسد الغابۃ: ۷/ ۲۱۶)

فاطمہ نام رکھنے کی ایک اور وجہ

اس کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابو طالب اور آپ کی چچی فاطمہ بنتِ اسد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش کی تھی؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو یتیم پیدا ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا، پھر چھ سال کی عمر میں والدہ آمنہ بھی اپنے معصوم بچے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں، اس کے بعد آٹھ سال کی عمر میں دادا عبد المطلب کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا ابو طالب کی پرورش میں آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی چچی فاطمہ بنت اسد کو ہی اپنی ماں کی طرح مانتے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو اس کی وجہ سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت صدمہ ہوا تھا۔

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہاں آخری بیٹی پیدا ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس

نسبت سے اپنی بیٹی کا نام ’’فاطمہ‘‘ رکھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ کو دیکھتے تھے تو آپ کو اپنی چچی فاطمہ بنتِ اسد یاد آجاتی تھی اور آپ بہت زیادہ خوش ہوتے تھے، اسی خوشی میں آپ حضرت فاطمہ کو ’’ام ابیھا‘‘ کہہ کر بلایا کرتے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لقب

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ’’مبارکہ‘‘، ’’زکیہ‘‘، ’’صدیقہ‘‘، ’’راضیہ‘‘، ’’مرضیہ‘‘، ’’مُحدِّثہ‘‘، ’’طاہرہ‘‘ اور ’’زہراء‘‘ بھی کہتے ہیں۔

’’زہراء‘‘ کے معنی: پھول کے آتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صورت اور سیرت دونوں اعتبار سے پھول کے مانند تھیں؛ اس لیے ان کو ’’فاطمۃ الزہراء‘‘ کہتے ہیں، نیز ان کو ’’فاطمۃ البتول‘‘ بھی کہتے ہیں۔ ’’بتول‘‘: یعنی دنیا سے زہد اور بے رغبتی جس کی طبیعت ہو۔ (مواہب: ۱/ ۳۹۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے نام پر قربانی وصدقہ

ہم جب ہر سال قربانی کرتے ہیں، اس موقع سے اگر اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِن چاروں بیٹیوں کے لیے بھی قربانی کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اگر کسی کے پاس زیادہ گنجائش نہ ہو تو ہر سال ایک-ایک بیٹی کے لیے قربانی کرنے کا اہتمام کریں۔

نیز کبھی ان کے ایصالِ ثواب کے واسطے غریبوں میں کپڑے اور کھانا تقسیم کرنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، اس کی وجہ سے عالمِ ارواح سے ان کی روحیں ہماری طرف

متوجہ ہوں گی اور ہمارے لیے دعائیں کریں گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش

جس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف ۳۵ رسال کی تھی اور کعبۃ اللہ کی مرمّت کا کام ہو رہا تھا اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی تھیں۔ (الاصابة: ۴/۳۷۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان سے بہت محبت تھی؛ اسی لیے ان کو ان کی والدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود دودھ پلایا تھا؛ حالاں کہ اس زمانے میں عربوں میں یہ عام رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے اور پرورش کے واسطے دیہات کی عورتوں کو سونپ دیا کرتے تھے، خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کی والدہ نے دودھ پینے اور پرورش کے واسطے دیہات میں بھیجا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مشابہت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اخلاق اور خوبیوں میں سب سے ممتاز تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ درجے کی شرافت عطا فرمائی تھی؛ بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت ساری چیزوں میں اپنے والد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھیں۔ (ابو داؤد: ۵۲۱۷، الترمذي: ۳۸۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کھانے- پینے کا طریقہ، چلنے کا طریقہ، سونے کا طریقہ بالکل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا تھا۔ (الترمذي: ۳۸۷۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حسن و جمال

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ حسین و جمیل عورت تھیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سب سے الگ، سب سے انوکھا حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جنھوں نے دس سال تک حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی تھی، انھوں نے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کے بارے میں اپنی والدہ سے پوچھا کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حسن و جمال کیسا تھا؟

ان کی والدہ ان سے کہنے لگی کہ: بیٹا انس! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چانداور سورج سے بھی زیادہ خوب صورت تھیں۔ (المستدرك)

ان کے بال بھی بہت زیادہ کالے اور لمبے تھے۔

بہت زیادہ ہوشیار اور خلوت پسند (تنہائی میں رہنے کو پسند کرنے والی)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ ہوشیار اور ذہین تھیں، ہمیشہ اپنی ماں کے ساتھ رہتی تھیں، باہر دوسرے بچوں کی طرح کھیلنا پسند نہیں کرتی تھیں، بس! تنہائی اور یکسوئی میں رہ کر اپنا زیادہ تر وقت گزارتی تھیں۔

آج کے زمانے میں اگر کوئی لڑکی یا لڑکا تنہائی و یکسوئی میں رہتے ہیں تو لوگ اس پر شک وشبہ کرنے لگتے ہیں، لوگ اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے اور سوچتے ہیں؛ کیوں کہ آج کے زمانے میں موبائل، نیٹ اور ایسے جدید آلات وجود میں آ چکے ہیں جن کی وجہ سے تنہائی میں رہ کر بہت ساری برائیوں اور گناہوں کو انجام دیا جا سکتا ہے اور تنہائی میں رہتے ہوئے پوری دنیا کے ساتھ رہنا آسان ہو گیا ہے؛ لیکن اُس زمانے میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کیوں نظر نہیں آتے؟

بچپن میں ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سے پوچھنے لگیں کہ: ماں! مجھے

بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟ کیا اللہ تعالیٰ ہمیں نظر آسکتے ہیں؟

اس کے جواب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اگر تم دنیا میں رہ کر اچھی طرح زندگی گزاروگی، نیک کام کروگی تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تم کو جنّت عطا فرمائیں گے، پھر تم کو وہاں اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار نصیب ہوگا۔ (از: بناتِ طیبات، شائع کردہ، شعبۂ تقریر وتحریر: جامعہ ڈابھیل، ص: ۷۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سادگی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ سادگی سے رہا کرتی تھیں، ان کو قیمتی کپڑے اور زیورات پہننے کا شوق نہیں تھا، سیدھے سادے کپڑے پہنا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں کسی کے یہاں شادی تھی تو گھر والوں نے شادی میں شرکت کے لیے نئے کپڑے اور زیورات بنوائے، جب شادی کا وقت آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سب سے کہہ دیا کہ: میں نئے کپڑے اور زیورات نہیں پہنوں گی، میں تو سیدھے سادے کپڑے پہن کر شادی میں جاؤں گی۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۷۳)

نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زاہدہ اور قناعت پسند (جو ملے اس پر صبر کرنے والی) تھیں۔

شروع میں ایمان لانے والی

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبوت عطا فرمائی تو شروع زمانے میں ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے والد، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی پر ایمان لے آئی تھیں۔

جب مکہ مکرمہ کے ظالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ستاتے اور تکلیف دیتے تھے، اُس وقت یہ چھوٹی سی بچی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہتی تھی اور آپ کو تسلی دیتی تھی، کبھی کبھی یہ سب

دیکھ کر ان کو رونا بھی آ جاتا تھا۔

اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تسلّی دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ: بیٹی! آنسو مت بہاؤ! غم نہ کرو! اللہ تعالیٰ تمھارے والد کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۷۳)

عتبہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا، کعبہ شریف کے قریب والے محلّے میں ایک دن پہلے اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔

ابوجہل نے کہا کہ: تم میں سے کون جا کر اُس اونٹنی کی اوجھڑی لائے گا اور اس کو محمد جب سجدے میں جائے، اس وقت ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیتا ہے؟

یہ سن کر ان میں سے ایک ملعون بدبخت عُقبہ بن ابی مُعیط اٹھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے بیچ وہ اوجھڑی رکھ دی، پھر ان لوگوں نے ہنسنا شروع کیا اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا، مجھے اگر زور ہوتا (یعنی میرے مددگار لوگ ہوتے) تو میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ سے پھینک دیتا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لیے پہنچنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے ہی میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا، یہاں تک کہ کسی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی تو وہ دوڑی ہوئی آئی (اس وقت وہ ننھی لڑکی تھی) اور آ کر اُس اوجھڑی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ سے اتارا اور پھر ان لوگوں کی

طرف آئی اور ان کو برا بھلا کہا۔

پیاری بہنو! دیکھیے! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کتنی بہادر تھیں، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ میں وہاں نہیں جاؤں گی، کہیں کافر مجھے بھی مارنے نہ لگ جائیں؛ بلکہ وہ اپنے والد کے ساتھ مدد کے لیے کھڑی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک جسم کو صاف کر رہی ہیں۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ وہ نہایت بہادری سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع اور مدد کر رہی ہیں!!

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے اُن سب کے لیے تین مرتبہ بددعا کی، فرمایا:

اے اللہ! آپ قریش کی پکڑ فرمائیے!

اے اللہ! آپ ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عمارہ بن ولید اور عقبہ بن ابی معیط کو برباد کر دیجیے۔

یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سن کر اور آپ کی بددعا سے ڈر گئے، اچانک اُن کی ہنسی جاتی رہی، ان کے چہرے پھیکے پڑ گئے؛ اس لیے کہ ان کو معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہتے ہیں، وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آگے فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع سے جن بدبختوں کے نام لیے تھے، وہ سب کے سب بدر کی لڑائی میں اوندھے منہ پڑے تھے، بعد میں ان سب کو کتّوں کی طرح گھسیٹ گھسیٹ کر ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۴۰)

عقبہ کی ایک اور گستاخی

اسی عقبہ بن ابی معیط بد بخت نے ایک مرتبہ جس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے آپ کے قریب آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک گردن پر اپنا پیر رکھ دیا تھا اور اتنی زور سے دبایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا محسوس ہوا تھا کہ ابھی میری آنکھیں باہر نکل جاویں گی۔ اسی کے قریب قریب واقعہ بخاری شریف میں بھی آیا ہے:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رضی الله عنهما عَنْ أَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَفَعَهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللهُ، وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ.(البخاري:۳۶۷۸)

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیرؒ بیان فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مشرکینِ مکہ کی سب سے بڑی ظالمانہ حرکت کے بارے میں پوچھا جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی تھی تو انھوں نے بتلایا کہ میں نے دیکھا کہ: ایک مرتبہ عقبہ بن ابی معیط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے؛ چناں چہ اُس بد بخت نے اپنی چادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک میں ڈال کر کھینچی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلا بڑی سختی کے ساتھ پھنس گیا، اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اُس بد بخت کو ہٹایا اور فرمایا: کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرے رب اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمھارے پاس اپنے رب کی طرف سے (اپنے نبی ہونے کی) کھلی ہوئی دلیلیں بھی لے کر آئے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

ایک مرتبہ ابوجہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجلس لگا کر بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہاں سے گزرنے لگیں، جب ابوجہل کی نظر ان پر پڑی تو ان کو دیکھ کر ابوجہل کو بڑا غصہ آگیا اور اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک طمانچہ مار دیا، اس کے اِس رویے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت برا لگا، وہ سیدھی ابوسفیان کے پاس گئیں اور اپنا واقعہ بیان کیا۔

ابوسفیان ان کو لے کر ابوجہل کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ: اے ابوجہل! تو نے فاطمہ پر خواہ مخواہ ظلم کیا ہے، تجھے اس کا بدلہ دینا ہوگا؛ چوں کہ ابوسفیان بھی مکہ کے سردار تھے، اس وقت وہ ایمان نہیں لائے تھے؛ اس لیے ابوجہل کو اس کی بات قبول کرنی پڑی، اس کے بعد بدلے کے طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی ابوجہل کو ایک زوردار تھپّڑ مارا۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی خوشی ہوئی کہ میری بیٹی فاطمہ تو بڑی بہادر نکلیں!

اس معاملے میں ابوسفیان نے چوں کہ انصاف دلایا تھا؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے رشد وہدایت کی دعا کی، نتیجہ یہ ہوا کہ فتحِ مکہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۷۵)

ہر وقت اپنے والد کی فکر کرنے والی تھیں

ایک مرتبہ مکہ کے کافر لوگ اِس بات کا مشورہ کر رہے تھے کہ ہم سب مل کر (نعوذ باللہ!) محمد کو قتل کر دیوے، اس وقت وہاں سے گزرتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے

ان کی بات سن لی اور گھر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: بیٹی فکر نہ کرو! اللہ تعالیٰ تمھارے باپ کی حفاظت کریں گے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور کعبۃ اللہ کی طرف تشریف لے گئے، پھر ایک مٹھی میں مٹی اٹھا کر جہاں یہ ظالم لوگ بیٹھے تھے اس طرف پھینک کر فرمایا:

شَاهتِ الْوُجُوْه.

ترجمہ: چہرے غبار آلود ہوں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں بڑے اطمینان سے نماز ادا کی؛ مگر کسی کو کچھ کرنے کی ہمّت نہیں ہوئی۔ (مسندِ احمد: ۲۷۶۲)

شعبِ ابی طالب میں مشقت

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے ساتھ ''شعبِ ابی طالب'' میں چلے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے تمام خاندان والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی جگہ رہیں اور وہاں رہ کر دین کے خاطر تمام مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں اور ان کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھوٹی تھی، ماں کی شفقتوں اور محبت میں پلنے والی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا والدہ کی محبت سے محروم ہوجاتی ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت

زیادہ رنج اور صدمہ ہوتا ہے؛ مگر یہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کا گھرانہ ہے، یہاں ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اسی کی طرف رجوع دکھائی دیتا ہے۔

اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کو پہلے سے زیادہ اچھے طریقے سے رکھا اور ان کو کبھی اپنی والدہ کی کمی محسوس نہیں ہونی دی۔

مدینہ منورہ ہجرت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے لیے نکلیں، اس وقت آپ ایک اونٹ پر سوار تھیں، ان کو جاتے دیکھ کر ''حویرث ابن فقید'' نامی ایک بد بخت آگے آیا اور اس نے ان کے اونٹ کو بھڑکایا، اس کی وجہ سے وہ اونٹ اچھلنے، کودنے لگا، جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں اونٹ سے گر گئیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ دونوں صحیح وسالم مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ (السیرۃ النبویۃ:)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مسجدِ نبوی کے پاس ایک مکان میں رہنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مدینہ منورہ کی بار بار زیارت نصیب فرمائے، آمین!۔ ہم سلام پیش کرنے کے واسطے جس جالی کے پاس جاتے ہیں اس کے پیچھے والے حصے میں جہاں ''اصحابِ صفہ'' کا چبوترہ ہے، اس کے قریب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔

نکاح کا پیغام

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جوان ہوئیں تو بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب

سے ان کے لیے نکاح کے پیغام آنے لگے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ میں فاطمہ کے بارے میں وہی کروں گا، جس کا اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیں گے۔(طبقات: ۱۰/ ۱۵)

یہ سعادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقدّر میں تھی

دوسری طرف حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ- جن کے مقدر میں یہ بڑی سعادت لکھی ہوئی تھی- وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے رشتہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا ہی نہیں رہے تھے؛ اس لیے کہ وہ ایک غریب اور عام انسان تھے، دن بھر جنگل میں اپنے اونٹ چرایا کرتے تھے۔(المعجم الکبیر للبطرانی: ۱۱۵۳)

ایک دن ان کی خادمہ نے ان سے کہا کہ: اے علی! سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فاطمہ کے لیے رشتہ لے کر جاتے ہیں، آپ کیوں نہیں جاتے ہیں؟ آپ بھی رشتہ لے کر جایئے! (دلائل النبوۃ للبیہقی، رقم: ۱۰۶۲، البدایۃ والنہایۃ: ۳/ ۳۰۸)

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ذرا تردّد میں تھے، پھر بہت زیادہ ہمّت دلانے پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کے لیے تیار ہو گئے؛ چناں چہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے؛ لیکن شرم کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکے، آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پوچھا کہ: علی! کسی کام سے آنا ہوا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کوئی ضرورت ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔

اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا فاطمہ کے ساتھ نکاح کی نیت سے بات چیت کرنے آئے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا سر ہلا کر ''ہاں'' کہہ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: مہر میں کیا دو گے؟ مہر میں دینے کے واسطے تمھارے پاس کوئی چیز ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: اے اللہ کے رسول! کچھ بھی نہیں ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، رقم: ۱۰۶۲، البدایۃ والنہایۃ: ۳۰۸/۳)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: بدر کے مالِ غنیمت میں سے جو زرہ تمھارے حصے میں آئی تھی وہ کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ: وہ میرے پاس موجود ہے اور میں اس کو جنگ میں استعمال کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ زرہ بہ طورِ مہر ادا کردو، بس! تمھارے لیے اتنا کافی ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، رقم: ۱۰۶۲، البدایۃ والنہایۃ: ۳۰۸/۳)

اس کے علاوہ ان کے پاس ایک یمنی چادر تھی۔

پھر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی: فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو پوری بات بتلائی کہ علی تم سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں اور کچھ جواب نہیں دیا۔ (سیرۃ ابن ھشام، کتاب السیر المغازی: ص: ۲۴۶/ ۲۴۷)

چوں کہ نکاح کے معاملے میں خاموشی اجازت سمجھی جاتی ہے؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رشتے کے لیے ”ہاں“ کہہ دیا۔

فقہا نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ باکرہ (کنواری) عورت سے جب اس کا ولی اجازت لے اور وہ اس وقت خاموش رہے تو اس کی خاموشی نکاح کی اجازت سمجھی جائے گی، ہدایہ میں ہے:

وَخِيَارُ الْبُلُوْغِ فِيْ حَقِّ الْبِكْرِ لَا يَمْتَدُّ إِلىٰ اٰخِرِ الْمَجْلِسِ وَلَا يَبْطُلُ بِالْقِيَامِ فِيْ حَقِّ الثَّيِّبِ وَالْغُلَامِ، لأَنَّهُ مَاثَبَتَ بِإِثْبَاتِ الزَّوْجِ بَلْ لِتَوَهُّمِ الْخَلَلِ فَإِنَّمَا يَبْطُلُ بِالرِّضَا غَيْرَ أَنَّ سُكُوْتَ الْبِكْرِ رِضاً.(هداية شرح بداية المبتدی ج:۱،ص:۱۹۴)

جاں نثاروں کے ایثار کی ایک مثال

حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار گئے؛ تاکہ اس زرہ کو بیچ کر اس سے جو پیسے حاصل ہو اس کو مہر کے طور پر ادا کرے، وہاں ''ذی النورین'' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی، ان کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے وہ زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ۴۸۰/ درہم میں خرید لی اور پھر واپس ان ہی کو ہدیے میں دے دی۔(السیرۃ الحلبیۃ:۲/۲۸۱)

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کیا محبت اور ایثار تھا! قرآنِ پاک میں ان کے متعلق اللہ رب العزّت فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹ (الحشر)

ترجمہ: اور (اسی طرح وہ فئ کا مال) ان لوگوں کو ملے گا جو اِن (مہاجرین) سے پہلے ہی اس جگہ (یعنی مدینہ منورہ میں) ایمان کے ساتھ رہتے ہیں جو کوئی اِن کے پاس ہجرت کرکے آتے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ اُن (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے وہ اُس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے اور اُن (مہاجرین) کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں چاہے وہ خود کتنے ہی فاقے (یعنی تنگی) میں ہو اور جو شخص

بھی اپنی طبیعت کی بخیلی (لالچ) سے بچالیا گیا سو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس ایثار کا حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے، آمین!

بیتِ معمور کے پاس نکاح کی مجلس

جب سب تیاری ہوگئی تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: جاؤ! مہاجرین اور انصار کو جمع کرو کہ نکاح کی مجلس ہونے والی ہے، جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: اے مہاجرین اور انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے مجھے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ انھوں نے ساتویں آسمان پر "بیتِ معمور" کے پاس علی اور فاطمہ کا نکاح پڑھا دیا ہے۔ (کشف الغمة، ۱/۳۶۷، جلاء العیون: ۱۲۵، بناتِ طیبات، ص:۸۱)

جس طرح دنیا میں ہمارا کعبہ ہے، اسی طرح ٹھیک اسی کے اوپر ساتویں آسمان پر فرشتوں کا بھی ایک کعبہ ہے، جسے "بیتِ معمور" کہتے ہیں، قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم بھی کھائی ہے:

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ (النجم)

ترجمہ: قسم ہے طور (پہاڑ) کی، اور اس کتاب کی جو ایک کھلے ہوئے صحیفے (یعنی کاغذ) میں لکھی ہوئی ہے، اور آباد گھر کی۔

دنیا میں اُس نکاح کی تجدید تھی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے فرمایا: مجھے اِس بات کا حکم ہوا ہے کہ میں دنیا میں بھی اِس نکاح کی تجدید کرادوں۔ (کشف الغمة، ۱/۳۶۷، جلاء العیون: ۱۲۵، بناتِ طیبات، ص:۸۱)

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: علی! خطبہ پڑھو! انھوں نے شرماتے شرماتے خطبہ پڑھا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھ کر ایجاب و قبول کروایا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو دعا دی:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِيْ نَسْلِهِمَا. (اسد الغابة: ۷/۲۱۷، طبقات: ۱۰/۱۶)

ترجمہ: اے اللہ! ان دونوں میں برکت عطا فرمایئے اور ان دونوں پر برکت نازل فرمایئے، اور ان دونوں کی اولاد میں برکت عطا فرمایئے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تم دونوں میں جوڑ اور محبت پیدا کر دے، اللہ تعالیٰ تمھارا نصیب اچھا بناوے، اللہ تعالیٰ تمھیں برکت دے، اللہ تعالیٰ تمھیں پاکیزہ اولاد عطا کرے۔

اس طرح حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعائیں دیں۔

شادی کے موقع پر دعا اور مبارک باد دینا سنّت ہے

یہاں میں آپ لوگوں سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب کسی کا نکاح ہو تو مردوں کو چاہیے کہ دلہے کو مسجد میں دعا اور مبارک باد دیں اور عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ گھر میں دلہن کو مبارک باد اور دعا دیں۔

آج کل اکثر لوگ شادی میں جاتے ہیں اور کھا۔پی کر واپس اپنے گھر آجاتے ہیں، اِن سنتوں کی طرف کوئی توجہ اور دھیان ہی نہیں دیتا ہے؛ اس لیے اِن سنتوں کی طرف توجّہ دیں؛ اگر ہو سکے تو عربی میں دعا دیں:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَ جَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ. (ابو داؤد: ۲۱۳۰)

اور اگر عربی میں ممکن نہ ہو تو اردو میں بھی دعا دے سکتے ہیں کہ:
اللہ تعالیٰ تم دونوں میاں- بیوی میں خوب برکت و محبت پیدا فرمائے اور خیر و بھلائی سے مالا مال فرمائے۔

نکاح کے بعد چھوہارے تقسیم کرنا سنّت ہے

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نکاح مکمل ہو گیا تو اس کے بعد چھوہارے (خشک کھجوریں) لائی گئیں اور اس کو تقسیم کیا گیا۔ (سیرتِ حلبیہ: ۲/۱۰۵)

اِس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے بعد چھوارے یا کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا سنّت ہے، ہاں! لیکن اگر نکاح کی مجلس مسجد میں منعقد ہوئی ہو تو مسجد کے ادب و احترام کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

جہیز کا سامان

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ نکاح ۲ھ صفر، محرم یا رجب کے مہینے میں ہوا، نکاح کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۵/سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱/سال کی تھی۔

نکاح کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو ہدیہ (gift) دیا، جس کو ''جہیز'' کہا جاتا ہے، اس میں یہ چیزیں تھیں:

(۱) ایک لکڑے کی چارپائی۔

(۲) مصری کپڑے کا ایک بستر جس میں اون بھری گئی تھی۔

(۳) چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

(۴) مٹی کے دو برتن یا ایک گھڑا۔

(۵) ایک پیالہ۔

(۶) ایک مشکیزہ۔

(۷) آٹا پیسنے کے واسطے ایک چکّی۔

(۸) دو چادریں۔

(۹) ایک مصلیٰ۔ (البدایۃ والنھایۃ: ۱۰/ ۳۰۸، طبقات: ۱۰/ ۱۸)

دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی سب سے لاڈلی بیٹی اور جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں جو سامان دیا وہ کتنا سادہ اور مختصر تھا؛ حالاں کہ اس وقت بدر کی غنیمت کا مال آچکا تھا، پہلے جیسی بہت زیادہ تنگی والی حالت نہیں تھی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف اشارہ فرما دیتے تو آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کے لیے سامان کا ڈھیر لگا دیتے؛ لیکن اس گھرانے میں سادگی تھی، شرافت تھی، تواضع تھی اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی تھی؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اتنا سادہ جہیز دیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ گھر میں جن اہم چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اعتبار سے وہ چیزیں اپنی بیٹی کو بطورِ جہیز دی، اس سے معلوم ہوا کہ بیٹی کو شادی کے وقت ایسی چیزیں دینی چاہیے جو آئندہ چل کر اس کے کام آئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کے قریب رہنے کے واسطے ایک مکان کرایے پر لیا اور اس میں کچھ مرمت کروا کر اس کو تیار کروایا، اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کی گئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی بڑے عجیب طریقے سے ہوئی، جب رخصتی کا وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی کو قریب کیا اور ان کو اپنے سینے سے لگایا، اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا، اس کے بعد فرمایا: اے علی: نبی کی بیٹی تمھیں مبارک ہو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمھیں تمھارا شوہر مبارک ہو۔ (گلدستۂ اہلِ بیت، ص: ۱۷۵)

بیٹی کو رخصت کرتے وقت نصیحت کرنا چاہیے

اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو نصیحت کی اور ایک دوسرے کے حقوق بتلائے۔

اس لیے ماں باپ کو چاہیے کہ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اس کو نصیحت کریں، اپنے شوہر اور سسرال والوں کے حقوق بتلائیں؛ تاکہ وہاں جا کر کس طرح رہنا ہے؟ کس طرح زندگی گزارنا ہے؟ اس کا سلیقہ آ جاوے۔ آج ہمارا مزاج یہ ہے کہ ہم ایک سال پہلے شادی کی دھوم دھام سے تیاری کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں، کپڑے خریدتے ہیں، ہال بُک کرواتے ہیں، لوگوں کو دعوت دینا شروع کر دیتے ہیں؛ لیکن اپنے بیٹے- بیٹی کو ازدواجی زندگی کیسے گزارنا ہے اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتا ہے! اس سلسلے کے مسائل کوئی دریافت نہیں کرتا ہے!

بس شادی سے پہلے دلہے- دلہن کو اسلامی شادی والی زندگی کیسے گزاریں؟ میاں- بیوی کے حقوق یہ سب چیزیں سکھانے کا الگ الگ نظم ہو۔

اس سلسلے میں ہمارے یہاں مولانا احمد ہتھورنی صاحب نے گجراتی زبان میں بہت اچھی کتاب لکھی ہے ''સાસરે જતી દીકરી'' (سسرال جانے والی بیٹی)۔

بیٹی کو خود اس کے شوہر کے گھر رخصت کیا

جب عشا کا وقت ہوا تو حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا یا امِ رافع رضی اللہ عنہا سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: جاؤ! میری بیٹی فاطمہ کو ان کے گھر چھوڑ کر آؤ! (طبقات: ۱۰/۱۹)

یہ جنّت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی کہانی ہے۔

دینی بہنو! میں آپ تمام سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے اِس شہر میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس پیاری سنّت کو زندہ کرو! ان شاء اللہ! اس کے بہت زیادہ انوار اور برکات ظاہر ہوں گے۔

جب کسی کے یہاں شادی ہو تو لڑکی والوں کو لڑکے والوں سے نرم سمجھانے کے لہجے میں کہہ دینا چاہیے کہ ہماری بیٹی کو لینے آنے کے لیے کسی کی ضرورت نہیں ہے؛ یعنی بارات لانے کی ضرورت نہیں، ہم خود آپ کے گھر تک اپنی بیٹی کو پہنچا دیں گے! رہی بات دعوت کی تو اس کے لیے شادی کے بعد پوری زندگی آپ کے لیے ہمارے گھر کے دروازے کھلے ہیں۔

شادی کی پہلی رات کی ایک عجیب سنّت

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گیا تو نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ایک خاص (special) عمل کیا، وہ عمل ہر باپ کو کرنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی برکت پوری زندگی دیکھیں گے، وہ عمل یہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

سے کہا کہ: تھوڑا پانی لاؤ؛ چناں چہ وہ ایک لکڑی کے پیالے میں پانی لے کر حاضر ہوئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ ان سے لے لیا اور ایک گھونٹ پانی منہ مبارک میں لے کر پیالے میں ڈال دیا اور فرمایا: آگے آؤ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سامنے آکر کھڑی ہوگئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینے اور سر پر وہ پانی چھڑکا۔ (طبقات: ۱۹/۱۰)

پھر یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُعِيْذُها بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔

اور اس کے بعد فرمایا: میری طرف پیٹھ کرو، چناں چہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیٹھ کر کے کھڑی ہوگئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی پانی بھی یہی دعا پڑھ کر پیٹھ پر چھڑک دیا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب رُخ کر کے) فرمایا: پانی لاؤ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں سمجھ گیا جو آپ چاہتے ہیں، چناں چہ میں نے بھی پیالہ پانی کا بھر کر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آگے آؤ! میں آگے آگیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی کلمات پڑھ کر اور پیالے میں کلی کر کے میرے سر اور سینے پر پانی کے چھینٹے دیے، پھر فرمایا: پیٹھ پھیرو، میں پیٹھ پھیر کر کھڑا ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی کلمات پڑھ کر اور پیالے میں کلی کر کے میرے مونڈھوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دیے۔ اس کے بعد فرمایا: اب اپنی دلہن کے پاس جاؤ۔ (از: اصلاحِ معاشرہ بحوالہ حصن حصین مترجم، ص: ۱۶۴)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: نکاح کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشا کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور برتن میں پانی لے کر اس میں اپنا تھوک مبارک ڈالا

اور "قل أعوذ برب الفلق إلخ" اور "قل أعوذ برب الناس إلخ" پڑھ کر دعا کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگے پیچھے حکم فرمایا کہ: اس کو پئیں اور وضو کریں، پھر دونوں کے لیے طہارت اور آپس میں محبت رہنے کی اور اولاد میں برکت ہونے کی اور خوش نصیبی کی دعا فرمائی اور فرمایا: جاؤ! آرام کرو۔ اگر داماد کا گھر قریب ہو تو یہ عمل کرنا بھی باعثِ برکت ہے۔ (از: اصلاحِ معاشرہ بحوالہ اختری بہشتی زیور: ۶/ ۴۳)

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اپنے بیٹے- بیٹی کے نکاح کے وقت اِس طرح کا عمل انجام دیں، اس کی برکت سے بہت سارے شرور اور اَن گنت برائیوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

آخر میں جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر سے نکلنے لگے تو فرمایا:

بسم اللہ و البرکة. (مواهبِ لدنية: ۱/ ۱۹۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے اور برکت کے ساتھ تم دونوں زندگی گزارو!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ

جب دوسرے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ولیمے کی باری آئی تو اس میں پنیر، جَو کی روٹی اور مینڈھے کا گوشت کھلایا گیا۔ (البداية والنهاية: ۵۴/ ۱۱)

جب کہ بعض روایات میں ہے کہ: اونٹ کا گوشت کھلایا گیا۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۸۵، تذکارِ صحابیات، ص: ۱۳۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت ہی بہترین میاں- بیوی تھے، دونوں نے سب کام کاج ایک دوسرے کے لیے تقسیم کر دیے تھے؛ چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گھر کے باہر کے تمام کام انجام دیا کرتا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر

کے تمام کام: کھانا پکانا، جھاڑو دینا، صاف صفائی وغیرہ انجام دیا کرتی تھیں۔
اِس طرح بہت بہترین طریقے سے ان کی زندگی گزرتی تھی۔

کام کاج کے لیے اپنے والد سے خادم کا مطالبہ

گھر کا کام بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں زخم ہو جایا کرتے تھے، چھالے پڑ جاتے تھے، خون جم جاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہیں سے دو غلام آئے ہیں؛ چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا کہ اپنے والد کے پاس جاؤ اور ہمارے لیے ایک خادم لے کر آؤ!

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر گئیں تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں موجود نہیں تھے؛ اس لیے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں بات چیت کر کے اپنے گھر آگئیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ بتلایا، عشا کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں میاں- بیوی اپنے بستر پر سو گئے ہیں۔

خادم سے بھی بہتر چیز

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں رات کے وقت تشریف لائے، ہم اُس وقت اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے، ہم نے اٹھنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تم دونوں جس طرح تھے اسی طرح رہو، پھر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اور فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے؛ یہاں تک کہ میں نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں نے جو چیز مجھ سے مانگی ہے کیا میں تمھیں اس سے بہتر ایک بات نہ بتادوں؟ جب تم رات کے وقت اپنے بستر پر لیٹ جاؤ تو ۳۳/مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳/مرتبہ الحمد اللہ اور ۳۴/مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو! یہ تمھارے لیے لونڈی غلام سے بہتر ہے①۔

سبحان اللہ! ایسا باپ ہونا چاہیے جو اپنی بیٹی کی عجیب وغریب طریقے سے حکمت کے ساتھ تربیت کرے!

ایسا نہ ہو کہ باپ خود کہے کہ: بیٹی! اپنے سسرال والوں سے خادم کا مطالبہ کرو! بہت زیادہ کام کاج مت کیا کرو! ورنہ تم بیمار ہو جاؤ گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت کے باوجود انھیں غلام نہیں دیا؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو عزیمت اور سادگی کا درس دینا چاہتے تھے اور امتِ محمدیہ کے لیے انھیں مثال بنانا چاہتے تھے، اگر اللہ کے رسول ان کو غلام دے دیتے تو بھی درست تھا؛ مگر آپ اپنی بیٹی اور داماد کی سوچ اور فکر دنیوی سامان سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ پر بھروسا اور اللہ تعالیٰ ہی سے ہر حال میں مدد طلب کرنے کی طرف متوجہ کروانے کو ترجیح دی۔

---

①حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الحَكَمُ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى، وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ، فَلَمْ تُصَادِفْهُ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ.قَالَ: فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا نَقُومُ، فَقَالَ: عَلَى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا، حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي، فَقَالَ:أَلاَ أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا -أَوْ أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا - فَسَبِّحَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلاَثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ.(بخاري:۵۳۶۱)

تھکان دور کرنے کا مجرّب عمل

اِس قصے کے ذیل میں علما نے لکھا ہے اور بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی انسان رات کو سوتے وقت یہ مبارک عمل انجام دے تو اس کی وجہ سے اس کی تمام تھکن اتر جاتی ہے۔ خود میرا تجربہ ہے کہ جب کبھی میں سفر سے دیر رات کو گھر پہنچتا ہوں تو سوتے وقت یہ تسبیح پڑھ کر پورے بدن پر دَم کر لیتا ہوں، اس کی برکت سے الحمدللہ! ۴-۵ گھنٹے یا اس سے کم نیند بھی کافی ہو جاتی ہے اور صبح پورا بدن اور دماغ تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

میں آپ تمام لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ سوتے وقت اِس عمل کو انجام دینے کی کوشش کریں، نیز ہر نماز کے بعد بھی اس کو پڑھنے کا اہتمام کریں، ان شاء اللہ! اس کی وجہ سے بہت فائدہ ہوگا؛ خصوصاً آپ خواتین گھر کے اپنے سارے کام کر کے روزانہ تھک جاتی ہیں، آپ ضرور اس پر عمل کریں، ان شاء اللہ! بڑی راحت ہوگی۔

ابو داؤد شریف کی روایت میں ہے کہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات کو بتلا کر فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور اس کے رسول کی تجویز سے راضی ہوں۔ (ابو داؤد: ۲۹۸۸)

غزوۂ احد میں شرکت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت عبادت گزار عورت تھیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ لڑائی اور جنگ میں بھی خدمت کے لیے شریک ہوا کرتی تھیں، ۳ھ میں جب غزوۂ احد کا واقعہ پیش آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی لشکر میں شریک تھیں اور مجاہدین کے لیے پانی لانے اور پلانے کی خدمت انجام دیا کرتی تھیں، نیز مجاہدین میں سے کسی کو زخم آتا تو

اس کی مرہم پٹی بھی کیا کرتی تھیں۔

لڑائی کے درمیان جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زخم لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے پاس آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے اور بدن مبارک سے خون صاف کیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال کے لیے آگئے؛ لیکن شدید زخم ہونے کی وجہ سے خون مسلسل بہہ رہا تھا اور رُکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

چٹائی جلا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علاج

اِس دوران حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علاج کی ایک ترکیب سوچ کر اسے آزمایا: چناں چہ انھوں نے کھجور کے پتّوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی کا ٹکرا لے کر اس کو جلایا، اس سے جو ''راکھ'' نکلی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں میں بھر دیا، اس کو مَلتے اور بھرتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم سے خون نکلنا فوراً بند ہو گیا۔ (ابن ماجة: ۳۴۶۴، البخاري: ۳۰۳۷)

یہ بہت پرانا دیسی علاج ہے، جیسے: ہماری بہت سی ماں-بہنیں جانتی ہوں گی کہ پانی میں ایک طرح کا گھاس دوڑ اُگتا ہے، اس کو بھی اگر زخم پر لگایا جاوے تو اس کی وجہ سے خون بند ہو جاتا ہے۔ ہمارے علاقے میں پہلے گھر گھر میں یہ گھاس کا دوڑا رہتا تھا، خون، پیپ کو روکنے کے لیے بہترین قدرتی مرہم پٹی ہے۔

میرے استاذِ محترم حضرت مولانا رشید احمد صاحب بزرگ سملکیؒ جب کسی طالبِ علم کو درس گاہ میں زخم میں سے یا کسی اور جگہ سے خون نکل آتا تو فوراً مکڑی کے جالے کو جمع کر کے اس جگہ لگا دیتے تھے، اس سے بھی خون بند ہو جاتا ہے۔

غزوۂ خیبر میں بھی حصّہ لیا

اسی طرح ۷ ھ میں یہود کے مرکز ''خیبر'' کا اسلامی لشکر نے محاصرہ کیا اور یہود کے ساتھ فیصلہ کن جنگ ہوئی، اس میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجاہدین کی خدمت کرنے کے لیے اسلامی فوج میں شریک ہوئی تھیں۔

جب خیبر فتح ہوا تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔

فتحِ مکّہ کے وقت حاضری

۸ ھ میں فتحِ مکہ کے وقت بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسلامی لشکر کا حصہ تھیں، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکۂ مکرمہ پہنچے تو چوں کہ کئی دن کا سفر ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل نہیں کر سکے تھے؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً اپنی چچازاد بہن (امِ ہانی) کے گھر غسل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔

اُس زمانے میں آج کی طرح باقاعدہ غسل خانے نہیں ہوا کرتے تھے؛ اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک چادر لے کر کھڑی ہوگئیں؛ تاکہ پردہ ہو جاوے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسانی کے ساتھ غسل کر سکے ①۔

دیکھو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی کیسی خدمت کرنے والی خاتون تھیں!

---

① حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، أَنَّ أَبَا مُرَّةَ، مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ، تَقُولُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِئٍ.(البخاري:۲۸۰)

ایک ہی وقت میں رونے اور ہنسنے نے تعجب میں ڈال دیا!

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۹ رسال تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں اور انتقال کے وقت صرف وہی باقی رہ گئی تھیں؛ اس لیے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا۔

وفات سے پہلے ایک دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، جب وہ تشریف لائیں تو ان سے کان میں کچھ باتیں کیں، جن کو سن کر وہ رونے لگیں، پھر کچھ دیر بعد واپس ان کے کان میں کچھ کہا تو ہنس پڑیں، یہ ماجرا اور حالت دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو کہا: جس چیز کو میرے والد نے پوشیدہ رکھا اور خانگی میں کہا، میں اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی!

دیکھیے! کتنی بڑی عبرت اور نصیحت کی بات ہے کہ انھوں نے اس راز کو راز ہی رکھا! بہت سی مرتبہ عورتیں راز محفوظ نہیں رکھ پاتیں اور پھر راز کی باتیں کہہ دینے کی وجہ سے بڑے بڑے فتنے ہو جاتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اِس واقعے سے نصیحت حاصل کریں کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات رہیں انھوں نے وہ راز کسی کو نہیں بتایا۔

کیا تھی وہ راز کی بات؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، اس کے بعد میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اُس حق کی قسم دلا کر راز پوچھا جو میرا ان پر ہے،

تب وہ کہنے لگیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی مرتبہ مجھ سے سے فرمایا تھا کہ: حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ ایک مرتبہ قرآنِ کریم کا دور کیا کرتے تھے؛ لیکن اِس سال دو مرتبہ کیا، اس سے مجھے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اب میرے انتقال کا وقت بالکل قریب ہے۔

اے فاطمہ! تم میرے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور صبر کے ساتھ رہنا! میں تمھارے لیے بہت اچھا پیش رَو (آگے جانے والا) بنوں گا، اس کو سن کر میں رونے لگی تھیں۔ پھر دوسری مرتبہ فرمایا تھا کہ: میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملوگی اور تم جنّت کی عورتوں کی سردار ہوگی تو اس کو سن کر میں ہنسنے لگی تھیں ①۔

---

①عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أُمُّ المُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: إِنَّا كُنَّا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ جَمِيعًا، لَمْ تُغَادَرْ مِنَّا وَاحِدَةٌ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَمْشِي، لَا وَاللهِ! مَا تَخْفَى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ قَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا، فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ، فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ.فَقُلْتُ لَهَا أَنَا مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ: خَصَّكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسِّرِّ مِنْ بَيْنِنَا، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا: عَمَّا سَارَّكِ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ.فَلَمَّا تُوُفِّيَ، قُلْتُ لَهَا: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الحَقِّ لَمَّا أَخْبَرْتِنِي. قَالَتْ: أَمَّا الآنَ فَنَعَمْ، فَأَخْبَرَتْنِي، قَالَتْ: أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الأَمْرِ الأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَخْبَرَنِي: أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ العَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أَرَى الأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، فَإِنِّي نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ، قَالَتْ: فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، قَالَ: يَا فَاطِمَةُ، أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ المُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ؟ (بخاری شریف، رقم الحدیث ۶۲۸۵)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے آخر میں ''سورۂ نصر'' نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر کہا کہ: اِس سورت میں اس بات کا پیغام ہے کہ اب تیرے والد کے انتقال کا وقت قریب آچکا ہے۔

اس کو سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں، یہ دیکھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: بیٹی! غم نہ کرو! تم میرے خاندان میں سب سے پہلے آکر مجھ سے ملنے والی ہو۔

والد کے انتقال پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روئیں اور کہنے لگیں:

جبریل نے آپ کو موت کے آنے کی اطلاع دی، میرے والد اپنے رب کی دعوت پر چلے گئے، میرے والد جنّت الفردوس میں چلے گئے، اے اللہ! میری روح کو بھی میرے والد کی روح کے پاس پہنچا دیجیے! (از: بناتِ طیبات، ص: ۹۰)

اس کے بعد یہ دعا کرنے لگیں: اے اللہ! مجھے میرے والد کی زیارت کروا دیجیے! قیامت کے دن مجھے میرے والد کی سفارش نصیب فرمائیے! (از: بناتِ طیبات، ص: ۹۰)

ابنِ سید الناس لکھتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ اشعار پڑھے:

اغْبَرَّ اٰفَاقُ السَّمَاءِ وَكُوِّرَتْ	شَمْسُ النَّهَارِ وَاَظْلَمَ الْعَصْرَانِ
فَالاَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَئِيْبَةٌ	أَسَفًا عَلَيْهِ كَثِيْرَةُ الرَّجْفَانِ
فَلْيُبْكِهِ شَرْقُ الْبِلَادِ وَ غَرْبُهَا	وَلْيُبْكِهِ مُضَرُ وَ كُلُّ يَمَانِيّ

وَلْيُبْكِهِ طُوْرُ الْمُعَظَّمِ جَوُّهُ	وَالْبَيْتِ ذُوْ الأَسْتَارِ وَ الأَرْكَانِ
يَا خَاتَمُ الرُّسُلِ الْمُبَارَكُ وَجْهُهُ	صَلَّى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْفُرْقَانِ

ترجمہ: آسمان کے کنارے غبار آلود ہو گئے (یعنی اندھیرا جیسا ہو گیا) اور دن کا سورج بے نور ہو گیا اور دونوں زمانے اندھیرے میں آ گئے۔

زمین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس پر انتہائی درجے کا غم وحزن طاری ہے۔

آپ پر مشرق ومغرب کے تمام ملک روئیں۔ اور آپ پر مصر اور یمنی روئیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طورِ سینا روئیں جس کی فضا معظّم ہے۔ اور پردے والا کعبہ اور اس کے ارکانِ اربعہ روئیں۔

اے رسولوں کے سردار! جن کا چہرہ مبارک ہے۔ قرآن نازل کرنے والے رب آپ پر رحمت نازل فرمائے۔

نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں یہ اشعار بھی منسوب ہیں:

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ	أَلَا يَشَمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا	صُبَّتْ عَلَى الأَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

ترجمہ: اس شخص کو کیا ہے جس نے احمد کی مٹی سونگھی ہو۔ کہ وہ لمبے زمانے تک کوئی مٹی نہ سونگھے۔ مجھ پر جو مصیبتیں آئی ہیں اگر وہ دنوں پر آتیں تو وہ رات بن جاتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تسلّی

جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن-دفن سے فارغ ہوئے تو سیدھے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کو تسلی دینے کے واسطے پہنچے؛ اس لیے کہ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے صرف یہی بیٹی زندہ تھیں۔

اُس موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ:

اے نبی کے لاڈلے صحابہ! تم لوگوں کو یہ کیسے گوارا ہوگیا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر مٹی ڈالو؛ یعنی تم لوگوں کو اپنے پیارے نبی کی قبر پر مٹی ڈالنے کی کیسے ہمّت ہوئی ①؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد اکثر بیمار رہتی تھیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اکثر بیمار رہتی تھیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کبھی بھی ہنسی نہیں تھیں، ہمیشہ غم میں رہتی تھیں۔ (اسد الغابة: ۷/۱۸۶)

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد جب حضرت ابوبکر خلیفہ رضی اللہ عنہ بنے تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے، وہ کبھی کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی اور خیر خبر کے لیے ان کے گھر بھی جایا کرتے تھے۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۹۳)

---

① حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رضى الله عنها: وَا كَرْبَ أَبَاهُ، فَقَالَ لَهَا: لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ اليَوْمِ، فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ! أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَا أَبَتَاهُ! مَنْ جَنَّةُ الفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ، يَا أَبَتَاهُ! إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ. فَلَمَّا دُفِنَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ رضي الله عنها: يَا أَنَسُ! أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ. (ابن ماجة: ۱۶۳۰، البخاري: ۴۴۶۲)

”فدک“ ایک تاریخی مقام

مدینہ منورہ سے دور، خیبر کے قریب ”فدک“ نامی ایک جگہ ہے، وہاں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کچھ باغات تھے، اِس سال (۲۰۲۲ء مطابق ۱۴۴۳ھ) ربیع الاول میں بندے کو وہاں کی حاضری نصیب ہوئی تھی، آج بھی وہاں پرانے زمانے کے کچھ آثار موجود ہیں، پرانے زمانے کے گھروں کے کچھ کھنڈرات، پرانے زمانے کے محلّات اور پرانے طرز کی مسجد بھی وہاں موجود ہے۔

واقعی اس کو دیکھ کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک زمانہ یاد آجاتا ہے، اس کی کارگزاری ہماری کتاب: ”دیکھی ہوئی دنیا جلد: ۶“ میں آچکی ہے۔

آج بھی لوگ اس علاقے کے ایک حصے کو ”باغِ فاطمہ“ کے نام سے ہی موسوم کرتے ہیں۔

فدک کی جائداد میں میراث کا مطالبہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کے بعد تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین بنایا تھا، جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندہ تھے، اس وقت تک ”مقامِ فدک“ کی جو زمینیں آپ کو ”مالِ فئی“ کے طور پر ملی تھی، اس کی آمدنی (Income) میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اہل وعیال پر خرچ فرماتے تھے، اس کے بعد جو بچ جاتا اس کو غریبوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

مالِ فئی کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا

رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ.(الحشر:۷)

ترجمہ: اور جو مال اللہ تعالیٰ نے ان (بنونضیر) کا اپنے رسول کے ہاتھ (بغیر جنگ کے) لگوادیا (اس میں تم کو تصرف کا اختیار نہیں ہے؛ چوں کہ) اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ تو اونٹ (دوڑائے) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جن پر چاہتے ہیں مسلط (یعنی غالب) فرمادیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں ﴿۶﴾ (بنونضیر کے اموال کی طرح) جو مال بھی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو (دوسری) بستیوں (کے کفر کرنے) والوں سے فئ کے طور پر دلوادیوے تو وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور (اللہ تعالیٰ کے) رسول کا (حق ہے) اور (نبی کے) رشتے داروں کا (حق ہے)، اور یتیموں کا (حق ہے) اور مسکینوں کا (حق ہے) اور مسافروں کا (حق ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس زمین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کا مطالبہ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے داروں کو اپنے رشتے داروں سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں؛ لیکن بات یہ ہے کہ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: انبیا جو مال چھوڑتے ہیں وہ سب کا سب صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، تم ہی لوگ بتاؤ! میں اِس جائداد کو کیوں کر تقسیم کرسکتا ہوں؟

البتہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اہلِ بیت جس حد تک اس سے فائدہ

اُٹھاتے تھے اب بھی اٹھا سکتے ہیں۔①

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی کے لیے جانا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا

آخری زندگی میں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اس بارے میں پتا چلا تو انھوں نے اولاً اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ ابوبکر کو میری بیمار پرسی کے لیے اجازت دی جاوے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشی خوشی اجازت دے دی۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے گھر میں تشریف لائے اور پردے کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی بیمار پرسی کی۔ (طبقات: ۲۱/۱۰)

بیمار پُرسی کے بعد یہ کہتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو منانے لگے: میں نے اپنا گھر، مال، خاندان اور قبیلہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تم اہلِ بیت کی خوشی کے لیے قربان کر دیا وغیرہ وغیرہ، اس طرح ان کو خوش کرتے رہے؛ یہاں تک کہ وہ خوش ہوگئیں۔

(نساء مبشرات بالجنۃ، ص: ۲۲۴، بنات طیبات، ص: ۹۳، طبقات: ۲۱/۱۰)

---

①عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها، أَنَّ فَاطِمَةَ وَالعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا: أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ.فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا المَالِ، وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي. (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۰۳۵)

اِس واقعے سے ہمیں ایک اہم سبق ملتا ہے کہ اگر کسی ضروری کام کے لیے بھی کسی اجنبی مرد کا گھر میں آنا ہو تو بیوی کو چاہیے کہ پہلے اپنے شوہر سے اجازت لے، اس کی اجازت کے بعد ہی اس کو داخل ہونے دے، نیز پردے کا بھی مکمل لحاظ کیا جاوے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

آہستہ آہستہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری بڑھتی گئیں- اس لیے کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا بہت زیادہ صدمہ تھا- جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب میں زیادہ وقت تک زندہ نہیں رہوں گی تو انھوں نے اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: تم میرے انتقال کے بعد میری بہن؛ زینب کی بیٹی (اُمامہ) سے نکاح کر لینا۔ (طبقات: ۱۰/ ۲۴)

پھر حضرت اسما بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کو بلا کر کہا کہ: جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے غسل دینے کے واسطے صرف میرے شوہر ہی کو بلانا، اس کے بعد میرے جنازے اور دفنانے کا طریقہ اِس طرح اختیار کرنا کہ کسی مرد کی نظر نہ پڑنے پاوے، میرے جسم کی ساخت کسی کو نظر نہ آوے اور زیادہ لوگوں کو جمع نہ کرنا۔ (اسد الغابۃ: ۶/ ۲۲۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی پاکیزہ تھی، کسی اجنبی مرد نے ان کو دیکھا نہیں تھا؛ اس لیے موت کے وقت بھی اسی کا لحاظ کرتے ہوئے انھوں نے وصیت کی۔

ملکِ حبشہ سے لکڑی کا جنازہ

یہ سن کر حضرت اسما رضی اللہ عنہا کہنے لگی: میں نے ملکِ حبشہ میں دیکھا ہے کہ جب وہاں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو وہ لوگ لکڑیوں کا ایک جنازہ بناتے ہیں، اس کے اوپر

والے حصے کو محراب کی شکل دیتے ہیں اور اس حصے کو چادر وغیرہ سے ڈھانپ لیتے ہیں جس سے میت کے جسم کی ساخت بھی نظر نہیں آتی۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اچھا! مجھے ذرا بنا کر دکھلاؤ! اس کے بعد حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے پورا جنازہ بنا کر دکھلایا۔

یہ دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بے حد خوشی ہوئی کہ میری وفات کے بعد میرے لیے پردے کا انتظام ہو گیا، کہتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر خوشی نظر آئی۔ (اسد الغابۃ:۲۲۶/۶، کشف الغمہ:۱۲۶/۲)

آج کل ہمارے یہاں جو جنازہ ہوتا ہے وہ اسی نہج کا بنا ہوتا ہے؛ البتہ اب لکڑیوں کے بجائے دوسری دھات بھی استعمال کی جاتی ہے۔

اپنے رب سے ملاقات کی تیاری

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو ایک دن صبح مجھ سے کہنے لگیں کہ: ذرا مجھے غسل کرا دو! نئے کپڑے پہنا دو! میرا بستر کمرے کے بیچ میں کر دو! چناں چہ ہم نے اسی طرح کیا، اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قبلے کی جانب اپنا رخ کیا، اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھا اور فرمانے لگیں کہ: اب میری جان نکل رہی ہے! (سیر اعلام النبلاء:۱۱۹/۲، طبقات:۲۲/۱۰، بناتِ طیبات، ص:۹۵)

کتنی بہترین موت تھی کہ تمام تر تیاریوں کے ساتھ اپنے رب سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا اور اسی کے مطابق عمل بھی ہوا، نیز قبلے کی طرف رخ کیا، داہنے رخسار کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا، یہ سونے کا سنّت طریقہ ہے، ہمیں بھی اس کو اپنی زندگی میں اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ موت بھی اسی مبارک طریقے پر عطا فرمائیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات

۳؍رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کے دن جنّت کی عورتوں کی سردار: سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اِس فانی دنیا سے رخصت ہوگئیں، انتقال کے وقت ان کی عمر مبارک صرف ۲۸ یا ۲۹؍سال تھی۔

ان کے انتقال کا واقعہ اس لیے غمناک تھا کہ یہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں آخری بیٹی تھی، ان کے انتقال کے بعد اِس دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بھی اولاد براہِ راست موجود نہیں تھیں، تمام صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔

تجہیز وتکفین

ان کے انتقال کے بعد رات کے اندھیرے میں ان کے لیے قبر تیار کی گئی، زیادہ بھیڑ بھاڑ جمع نہ ہو اس کا خیال رکھا گیا، حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے غسل دیا، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی غسل دیتے وقت وہاں موجود تھے۔

جب ان کو کفن وغیرہ پہنا کر جنازے میں رکھنے کا وقت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں لاڈلے بیٹوں سے فرمایا کہ: اے میرے حسن وحسین! آؤ! اپنی والدہ کا آخری دیدار کرلو! اب ان کو قبرستان لے جایا جارہا ہے، پھر جنّت میں ان سے تمھاری ملاقات ہوگی! (از: بناتِ طیبات، ص: ۹۷، سیرتِ فاطمۃ الزہراء، ص: ۲۸۰)

جنازہ بقیع قبرستان پہنچنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اور رات کے اندھیرے میں ہی

ان کو دفن کر دیا گیا۔

ایک روایت کے مطابق ان کو خود کے گھر میں ہی دفن کیا گیا تھا۔ (طبقات: ۱۰/ ۲۳)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اظہارِ غم

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا؛ اس لیے کہ آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت اور ان کا بڑا احترام کیا کرتی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے انتقال کی وجہ سے بڑا رنج و ملال ہوا، جب تدفین سے لوٹے تو شدتِ غم کی کیفیت میں آپ کی زبان سے یہ اشعار جاری ہوئے:

لِكُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيْلَيْنِ فُرْقَةٌ	وَكُلُّ الَّذِيْ دُوْنَ الْفِرَاقِ قَلِيْلُ
وَاِنَّ افْتِقَادِيْ فَاطِماً بَعْدَ أَحْمَدَ	دَلِيْلٌ عَلٰى أَنْ لَّا يَدُوْمَ خَلِيْلُ

ترجمہ: جمع ہونے کے بعد دوستوں سے جدائی ہو کر رہتی ہے۔ اور وہ زمانہ جو جدائی کے علاوہ ہوتا ہے تھوڑا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فاطمہ کی جدائی، اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا (نساء مبشرات بالجنّہ ص: ۲۲۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کل چھ اولاد ہوئیں، جن میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محسن رضی اللہ عنہ تین بیٹے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تین بیٹیاں تھیں، ان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے۔

بچّے کی پیدائش کے وقت کے مسنون اعمال

۳ھ شعبان کے مہینے میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے، جب ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی، ان کا نام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہی رکھا، پھر ساتویں دن عقیقہ کیا، بال منڈوائے اور اس کے وزن کے بہ قدر چاندی صدقہ کی۔ (از: پیارے نبی کی پیاری صاحب زادیاں، ص: ۹۷)

اس لیے اگر کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان، بائیں کان میں اقامت، پھر داہنے کان میں سورۂ اخلاص پڑھنا، اچھا نام رکھنا، ساتویں دن عقیقہ کرنا، اس کے بال منڈوا کر اس کے وزن کے بقدر چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کرنا یہ سب مسنون اعمال ہیں، ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اسی طرح سب سے پہلے کھجور چبوا کر بچے کے منہ میں رکھنی چاہیے، اس کے بعد اس کو دودھ پلانا چاہیے اور اگر ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کے پاس کھجور لے کر چبوانی چاہیے۔

اور ۴ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نواسے بہت زیادہ محبوب تھے

یہ دونوں نواسے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت زیادہ محبوب تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا. (البخاري: ۳۷۵۳)

ترجمہ: وہ دونوں میرے لیے دنیا کے ریحان (ایک قسم کا خوشبودار پھول) ہیں

کبھی فرمایا:

الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (الترمذي:۳۷٦۸)

ترجمہ: حسن اور حسین جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت بالکل اپنے نانا: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسی تھی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا سینے سے لے کر پیر تک اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر سے لے کر سینے تک کا حصہ بالکل حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا تھا۔

حضرت حسن وحسین سے محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو ایک چادر اوڑھے باہر نکلے، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں کچھ ہے؛ مگر مجھے پتا نہیں چلا کہ کیا چیز ہے؟ اس لیے میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھ ہی لیا کہ: حضور! آپ کے دستِ مبارک میں کیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جواباً فرمانے لگے: یہ میرا اور میری بیٹی فاطمہ کا بچہ "حسین" ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمانے لگے: اے اللہ! میں حسن وحسین سے محبت کرتا ہوں! آپ بھی ان سے محبت فرمائیے اور جو بھی ان سے محبت کرے آپ اس کو بھی اپنا محبوب بنا لیجیے۔

(الترمذي:۳۷٦۹)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لڑکیاں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دوسری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۵ ھ میں پیدا ہوئی تھیں، ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، ان سے ان کو ''عبداللہ'' اور ''عون'' نامی دولڑکے پیدا ہوئے تھے۔

تیسری بیٹی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں، ان کی شادی پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، اس نکاح کی وجہ سے ان سے چھ اولاد پیدا ہوئی تھیں۔

حضرت امِّ کلثوم بن علی رضی اللہ عنہا سے نکاح کی وجہ

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت امِّ کلثوم بنتِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے اس لیے نکاح کیا تھا کہ ان کے سامنے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بہت زیادہ فضیلت والی حدیث تھی اور وہ اس حدیث شریف میں آنے والی فضیلت کو حاصل کرنا چاہتے تھے، مصنّفِ عبدالرّزاق میں ہے:

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: تَزَوَّجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَهِيَ جَارِيَةٌ تَلْعَبُ مَعَ الْجَوَارِي، فَجَاءَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَدَعَوْا لَهُ بِالْبَرَكَةِ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَتَزَوَّجْ مِنْ نَشَاطٍ بِي، وَلَكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ- صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ: إِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي، فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَبِي اللّٰهِ - صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ - سَبَبٌ وَنَسَبٌ. (مصنف ابن الرزّاق، رقم الحدیث: ۱۱۱۹۶)

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ: حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت امِّ کلثوم بنتِ علی بن ابی طالب سے ایسے وقت میں نکاح کیا تھا جب وہ کھیلتی ہوئی بچّی تھی، نکاح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو انھوں نے مبارک

بادی دیتے ہوئے برکت کی دعا دی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان کے ساتھ نشاط اور خواہش پوری کرنے کے لیے نکاح نہیں کیا ہے؛ لیکن میں نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی سنا تھا: قیامت کے دن ہر سبب ونسب ختم ہو جائے گا، صرف میرا سبب ونسب باقی رہے گا، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا سبب ونسب قیامت کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرار پاوے۔

نوٹ: سادات سے نکاح کرنے کی سعی کرنی چاہیے؛ تاکہ ان سے رشتہ قائم ہو جائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمانے لگے: بیٹی! خوش ہو جاؤ! تم جنّتی عورتوں کی سردار ہو۔ (الترمذي: ۳۸۹۳)

پھر ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں بنائی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ: اس کا مطلب تمھیں معلوم ہے؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے: ان چار لکیروں کا مطلب یہ ہے کہ جنّت میں سب سے فضیلت والی عورت میری زوجہ خدیجہ، پھر فاطمہ، اس کے بعد آسیہ اور اس کے بعد مریم (رضی اللہ عنہن) ہیں۔ (مسندِ احمد: ۲۶۶۸)

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمانے لگے کہ: جنّت میں ایک سفید خیمہ ہے، اس کی چھت اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، اس میں میری بیٹی فاطمہ، اس کے شوہر علی اور ان کے بیٹے حسن وحسین ہوں گے۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۰۲)

اِس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت اونچا مقام ومرتبہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دانتوں کی چمک سے پوری جنّت چمک اٹھے گی!

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب جنّتی لوگ جنّت میں چلے جائیں گے، اس کے بعد کسی وقت جنّت میں اچانک ایک تیز روشنی ظاہر ہوگی، سب لوگ حیران ہو جائیں گے کہ یہاں جنّت میں یہ روشنی کہاں سے آئی؛ اس لیے کہ وہاں نہ کوئی سورج ہوگا اور نہ کوئی روشنی ہوگی، قرآنِ کریم اس کا منظر کھینچتا ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ (الدھر)

ترجمہ: وہ ان (باغوں) میں (اونچے) تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے (بیٹھے) ہوں گے اور اس (جنت) میں نہ سورج کی گرمی اور نہ سخت سردی دیکھیں گے۔

پھر لوگ اس بارے میں جنّت کے داروغہ: رضوان سے پوچھیں گے کہ: ماجرا کیا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ دراصل حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے داماد: حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرائے، ان کے دانتوں کی چمک سے یہ نور اور روشنی ظاہر ہوئی ہے۔ (روح المعانی: ۱۵/ ۱۷۵)

اسلام میں عورتوں کے رتبے و مقام کا ایک نمونہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تمام اولاد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو سب سے ملنے کے بعد آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملنے جاتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے تھے۔ (مستدرک: ۴۷۹۲)

آج ہمیں اپنے گھروں میں اِس سنّت کو بھی زندہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم جب سفر میں جائیں تو آخر میں اپنی بیٹی سے ملیں اور جب سفر سے واپس آئیں تو سب سے پہلے اپنی بیٹی سے ملاقات کریں۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نگاہ میں عورتوں کا یہ مقام اور مرتبہ تھا! یہ اسلام میں عورتوں کی عظمت وعزّت کا صرف ایک نمونہ ہے!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رویہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گھر آتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے، ’’مرحبا‘‘ کہتے تھے، اپنی بیٹی کو بوسہ دیتے تھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ (الترمذي: ۳۸۷۲)

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی بیٹیوں کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کریں، ان کی عزت اور احترام کریں۔

ایک احتیاط کی بات

ہمیں بیٹیوں کا احترام اور ان سے محبّت کا معاملہ کرنا چاہیے، ہاں! لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں چوکنّا بھی رہنا ہے؛ اس لیے کہ حرمتِ مصاہرت کے مسائل بڑے نازک ہیں، اس معاملے میں حلال وحرام کی حدیں ایک دوسرے سے لگی ہوئی ہے۔ بہت سی مرتبہ بعض لوگ جوش اور جذبے میں آکر ایسا کام کر بیٹھتے ہیں کہ ان کو پوری زندگی پچھتانا پڑتا ہے؛ اس لیے اس معاملے میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔

چھوٹی بیٹی کو بوسہ دینا

فقہا نے چھوٹی بچی کے بارے میں لکھا ہے کہ: محبت کی وجہ سے والد کا اپنی چھوٹی بیٹی کے منہ کا بوسہ لینا اور زبان چوسنا جائز ہے، بشرطیکہ بچی ابھی تک شہوت کی عمر کو نہ پہنچی ہو؛ لیکن اگر شہوت کا ڈر ہو تو پھر جائز نہیں؛ پھر بھی بچی کی زبان چوس کر شفقت و محبت کو ظاہر نہ کرنا ہی احتیاط کی بات ہے۔

روایت اور فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق بچی کے بالغ ہونے کی عمر نو سال ہے؛ گویا نو سال کے قریب عمر کی لڑکی اگرچہ بالغ نہ بھی ہو، (قریب البلوغ ہونے کی وجہ سے) اس کی زبان اور ہونٹ پر والد کو بوسہ نہیں دینا چاہیے۔

رد المحتار میں ہے: (وَمَا حَلَّ نَظَرُهُ) مِمَّا مَرَّ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ (حَلَّ لَمْسُهُ) إِذَا أَمِنَ الشَّهْوَةَ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَعَلَيْهَا لِأَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - كَانَ يُقَبِّلُ رَأْسَ فَاطِمَةَ وَقَالَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ -: مَنْ قَبَّلَ رِجْلَ أُمِّهِ فَكَأَنَّمَا قَبَّلَ عَتَبَةَ الْجَنَّةِ. وَإِنْ لَمْ يَأْمَنْ ذٰلِكَ أَوْ شَكَّ، فَلَا يَحِلُّ لَهُ النَّظَرُ وَالْمَسُّ كَشْفُ الْحَقَائِقِ لِابْنِ سُلْطَانْ وَالْمُجْتَبىٰ (إِلَّا مِنْ أَجْنَبِيَّةٍ) فَلَا يَحِلُّ مَسُّ وَجْهِهَا وَكَفِّهَا وَإِنْ أَمِنَ الشَّهْوَةَ؛ لِأَنَّهُ أَغْلَظُ وَلِذَا تَثْبُتُ بِهِ حُرْمَةُ الْمُصَاهَرَةِ وَهٰذَا فِي الشَّابَّةِ. (رد المحتار، ۶/ ۳۶۷)

ترجمہ: مرد اور عورت میں سے جس کو دیکھنا جائز ہے اس کو چھونا بھی جائز ہے جب ایک دوسرے پر شہوت سے اطمینان ہو؛ اس لیے حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر کو بوسہ دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے اپنی ماں کے پیر کو بوسہ دیا؛ گویا اس نے جنّت کی چوکھٹ کو بوسہ دیا۔ اور اگر شہوت سے اطمینان

نہ ہو یا شک ہو تو اِن عورتوں کو بھی دیکھنا اور چھونا جائز نہیں ہے اور اجنبیّہ کو شہوت سے اطمینان ہو تب بھی دیکھنا اور چھونا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ تو زیادہ سخت ہے، اسی وجہ سے تو اس کے ذریعے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

اللہ کے رسول کی بیٹی اور اس کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نہایت درجہ دل داری فرماتے اور بے حد محبت فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی ''عورا'' یا ''جویریہ'' سے نکاح کا ارادہ کیا، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سنی تو ان کو بہت غم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: علی ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور ارشاد فرمایا: ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے''، میں اُس بات کو ناپسند سمجھتا ہوں جو اسے بری لگے، اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

جب کہ مسلم شریف روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بنو ہشام اِس نکاح کے خواہش مند تھے:

أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَلَا آذَنُ لَهُمْ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ، إِلَّا أَنْ

يُحِبَّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَإِنَّمَا ابْنَتِي بِضْعَةٌ مِنِّي، يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا. (مسلم شریف، رقم الحدیث: ۲۴۴۹)

ترجمہ: ہشام بن مغیرہ کے گھر والے علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے مجھ سے اجازت مانگی ہے؛ لیکن میں اس کی اجازت نہیں دوں گا اور کبھی نہ دوں گا؛ البتہ علی ابنِ ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اس کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے معافی مانگی، تب ان کا غم دور ہوا اور دوبارہ گھر میں خوشی کا ماحول ہو گیا۔ (البخاري: ۳۷۲۹)

ظاہر ہے کہ دو بیویاں جمع ہوں تو سوکنوں میں کچھ نہ کچھ ناراضگی تو آ ہی جاتی ہے اور وہ تکلیف کی چیز ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رویّہ

دوسری طرف حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی بیٹی کے گھر جاتے تو وہ بھی اپنے والد کا بڑا اکرام کرتی تھیں، بڑی محبت اور مودت کے ساتھ پیش آتی تھیں۔

باپ - بیٹی کے درمیان ایسا ہی محبت کا معاملہ ہونا چاہیے، آج ہمارے معاشرے میں شادی سے پہلے باپ - بیٹی میں بڑا جوڑ اور محبت ہوتی ہے؛ مگر شادی کے بعد اس میں کمی آجاتی ہے، یہ غلط چیز ہے، شادی کے بعد بھی پہلے جیسا ہی ربط و تعلق ہونا چاہیے۔

چار دن بعد روٹی نصیب ہوئی

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر چار دن گزر گئے؛ لیکن ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں تھی، وہ دونوں سخت بھوکے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ مدینہ میں کوئی تاجر تجارت کرنے آیا ہے، وہ ان کے پاس چلے گئے؛ تا کہ اس کا مال سامان اتارنے میں مدد کرے اور جو اجرت ملے اس سے اپنے اور اپنی بیوی - بچوں کے لیے کھانے کا انتظام کرے۔

بہت زیادہ محنت کرنے کے بعد ان کو مزدوری میں ایک درہم ملا، اس سے انھوں نے جَو خریدے اور آدھی رات کے وقت اس کو لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے اس کو پیس کر اس کے آٹے سے روٹی بنائی اور چار دن بعد وہ جَو کی روٹی آدھی رات کو خوشی خوشی کھائی۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۰۸، سیرتِ فاطمۃ الزہراء، ص: ۱۲۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ سخی تھیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہمارا گھرانہ دو وقت سے بھوکا تھا، کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا، پھر کھانے کا کچھ انتظام ہوا، اس میں سے میرے والد اور میرے بھائی حسین نے کھا لیا تھا، میں اور میری والدہ باقی تھے، ہم ابھی کھانے کے لیے بیٹھے ہی تھے کہ دروازے سے ایک فقیر نے آواز لگائی: اے فاطمہ! اللہ کے نبی کی بیٹی! میں دو وقت سے بھوکا ہوں! کچھ کھانے کی چیز دے دو!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو کہنے لگی کہ: ہم نے تو صرف ایک وقت سے کھانا نہیں کھایا ہے؛ جب کہ یہ فقیر دو وقت سے بھوکا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ: یہ کہہ کر میری والدہ اٹھی اور انھوں نے وہ کھانا اس فقیر کو دے دیا، کیسی صدقہ کرنے والی یہ عورت تھی! (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۰۸، سیرتِ فاطمۃ الزہراء، ص: ۱۲۹)

حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ایثار و سخاوت کا عجیب قصہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا کہ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہت بیمار ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے منّت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو شفا دیں گے تو ہم شکرانہ کے طور پر تین تین روزے رکھیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دے دی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی منّت پورا کرنے کا ارداہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے منّت ماننا

یہ سنّت بھی ہمیں سیکھنی چاہیے، کبھی ہم پر کوئی مصیبت آجاوے، کوئی پریشانی ہو تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح منّت ماننے سے وہ مصیبت اور تکلیف دور ہو جاتی ہے، کبھی نماز، کبھی روزے، کبھی صدقے کی منّت ماننی چاہیے۔

منّت پوری کرنے کے لیے جفاکشی

انھوں نے روزہ رکھنے کا ارادہ تو کیا؛ لیکن سحری و افطاری کے لیے کوئی چیز موجود نہیں تھی، فاقہ پر روزہ شروع کر دیا، صبح حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا اور کام کرنے کے لیے اس کے پاس سے روئی لے آئے: تاکہ دونوں میاں بیوی اس کو بُن کر اپنے گزارے کا سامان تیار کرے، اس نے اون کا ایک گٹھر تین صاع جَو کی اجرت طے کر کے دے دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس میں

سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جَو اجرت کے طور پر ملے۔

ان حضرات کے کھانے میں خادموں کا بھی حصہ ہوتا تھا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خود جَو پیس کر آٹا گوندھا اور اس میں سے پانچ روٹی پکائیں، ایک روٹی اپنے لیے، ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے، ایک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے، ایک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اور ایک اپنے گھر میں کام کاج کرنے والی باندی کے لیے رکھی۔

سبحان اللہ! اُن حضرات کا کیا جذبہ تھا کہ جو چیز گھر میں پکتی تھی، اس میں خادموں کا بھی حصہ ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس بات کی توفیق عطا فرماوے، آمین!

پہلے دن کی افطاری فقیر کو صدقہ

روزہ میں دن بھر کی محنت ومزدوری کی بعد جب افطاری کا وقت آیا اور کھانے کے واسطے ابھی تو دسترخوان پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک فقیر نے دروازے پر آواز لگائی: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والو! میں ایک فقیر اور مسکین ہوں، مجھے کھانے کی سخت ضرورت ہے! کچھ کھانے کا دے دو! اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تمھیں جنّت کے دسترخوان پر کھلائیں گے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو اٹھے اور وہ پانچوں روٹیاں صدقہ کر دیں اور گھر کے تمام لوگ بھوکے رہے۔

دوسرے دن کی افطاری یتیم کو صدقہ

اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا، دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ

رضی اللہ عنہا نے دوسری تہائی اون کاٹی اور ایک صاع جَو کا اجرت لے کر اس کو پیسا، روٹیاں پکائی اور جب حضرت کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازے سے سوال کیا: میں بھوکا ہوں! میرے والد نہیں ہے، مجھے کچھ کھانے کی چیز دے دو۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسرے دن کی تمام روٹیاں اس یتیم کو دے دیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کیا۔

تیسرے دن کی افطاری قیدی کو صدقہ

صبح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جَو کا جو رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا، روٹیاں پکائی اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آ کر آواز دے دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا، ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کو دے دیں اور اور خود بھوکے رہے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند آئی

چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں؛ لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا، تین دن- رات مسلسل کچھ کھانا نہ ملنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے لوگ کمزوری محسوس کرنے لگے؛ چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بچوں کو لے کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، بھوک اور کمزوری کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا، ان کی اس داستان کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بہت تکلیف ہوئی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: علی! چلو! ہم میری بیٹی فاطمہ کے پاس چلتے ہیں۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے تو وہ نماز میں مشغول تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے ان میں بھی کمزوری کے آثار ہیں، پیٹ کمر کے ساتھ لگا جا رہا ہے، ان کی آنکھیں اندر چلی گئی ہیں، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ: بیٹی! تم نے جو یہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلایا، تمھاری وہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں تمھارے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ (الدھر)

ترجمہ: (اور وہ کھانا کھلانے والے ان سے کہتے ہیں کہ:) ہم تو تم کو محض اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں، ہم تم سے کسی طرح کا نہ تو بدلہ اور نہ شکریہ چاہتے ہیں۔ (روح المعانی: ۱۵/ ۱۷۳۰)

علامہ سیوطیؒ نے درِ منثور میں بروایت ابن مردویہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مختصرا یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک اہم وضاحت

''معارف القرآن'' میں اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مختلف واقعات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: یہ چند واقعات ہیں، جن میں سے کچھ مہاجرین اور کچھ انصار کے ہیں، ان میں سے اکثر کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ آیتِ ایثار اس واقعے کے بارے میں نازل ہوئی ہے؛ مگر ان میں باہم کوئی تضاد و اختلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ جس طرح

کے واقعے میں ایک آیت نازل ہوچکی ہے، اگر اسی طرح کا کوئی دوسرا واقعہ پیش آجاتا ہے تو اس وقت بھی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ اس واقعے کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سبھی واقعات آیت کے نازل ہونے کے سبب یا مصداق ہیں۔

یہاں جو بوئیں گے آخرت میں پائیں گے

دینی بہنو! صدقات اور خیرات کرنے کی عادت ڈالو! یہاں جو دیں گے وہ آخرت کی بینک کے کھاتے میں جمع ہوتا رہے گا اور وہ ہمیشہ کے لیے کام آوے گا، ہم ان کے جیسی قربانی تو کہاں دے سکتے ہیں؟ البتہ ان کی مشابہت اختیار کر سکتے ہیں، ان کی نقل اتار سکتے ہیں، اس طرح کہ ہمارے کھانے میں سے جو بچے، ہمارے پاس جو زائد کپڑے ہیں، ہم ان چیزوں کے ذریعے غریبوں اور فقیروں کی ضرورت پوری کیا کریں۔

اس لیے کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے:

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ.

یہاں ہم آج جیسا بوئیں گے، کل آخرت میں ایسا پائیں گے، لوگوں میں یہ جملہ بڑا مشہور ہے اور ملّا علی قاریؒ کے فرمان کے مطابق اس کا قرآنِ کریم کی اِس آیتِ کریمہ سے اقتباس کیا گیا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ (الشوریٰ)

ترجمہ: جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہو تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص (صرف) دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اسی میں سے اس کو کچھ دے دیتے ہیں، اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

بہر حال! اِس طرح صدقہ وخیرات کرنے سے ہمارے اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوں گے اور ہم کو اس کا دنیا وآخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔

ایثار کی وجہ سے اسلام قبول کرنا

ایک مرتبہ ''قبیلۂ بنوسلیم'' کا ایک بوڑھا آدمی مسلمان ہوا، حضور ﷺ نے اسے دین کے ضروری مسائل واحکام سکھلائے اور پھر پوچھا: تمھارے پاس کچھ مال ہے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! بنوسلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب ہوں۔ چناں چہ حضور ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: تم میں سے کون اِس مسکین کی مدد کرے گا؟

یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر فرمانے لگے: یارسول اللہ! میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانپ دے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر اس اعرابی (گاؤں والے) کے سر پر رکھ دیا۔

پھر حضور ﷺ نے اعلان فرمایا: کون ہے جو اس کے کھانے کا انتظام کرے گا؟

چناں چہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اٹھے، اس اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔

سائل کو خالی ہاتھ جانے نہیں دوں گی!

چند گھروں میں کھانے کے لیے پوچھا؛ لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا؛ بالآخر حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جا کر دستک دی، پوچھا کون ہے؟

انھوں نے سارا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ: اے اللہ کے رسول کی بیٹی! اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجیے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بولی: اے سلمان! اللہ کی قسم! آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے، دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں؛ لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں گی، جاؤ! یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور کہو: فاطمہ کی یہ چادر رکھ لو، اور اس غریب کے کھانے کا انتظام کردو۔

یہ وہی ہیں جن کی خبر تورات میں دی گئی ہے!

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اِس اعرابی کو ساتھ لے کر اُس یہودی کے پاس گئے اور تمام حالات بیان کیے، یہ سن کر وہ حیران رہ گیا اور پکار اٹھا: اے سلمان! خدا کی قسم! یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے، تم گواہ رہنا کہ: میں فاطمہ کے باپ (یعنی اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آیا ہوں۔

اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو کچھ اناج دیا اور چادر واپس کر دی، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہ اناج لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس اناج کو پیسا اور اعرابی کے لیے روٹی پکا کر ساری حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی، انھوں نے کہا: کچھ بچوں کے لیے رکھ لو، کہنے لگیں: سلمان! جو چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے چکی ہوں وہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، ان کے سر پر

ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کی: اے میرے رب! فاطمہ تیری کنیز ہے، تو اس سے راضی رہنا! (تذکارِ صحابیات ص: ۱۳۸، ط: البدر پبلی کیشنز لاہور)

اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا جذبہ

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ: چالیس اونٹوں کی زکوۃ کیا ہوگی؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ: تمھارے لیے صرف ایک اونٹ کا ہے، جب کہ میرا معاملہ یہ ہے کہ میرے پاس اگر چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے ہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردوں۔ (سیرت فاطمۃ الزہراء، ص ۱۲۱)

گھر والوں کی دین داری کی فکر کرنی چاہیے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بعد بھی مسلسل چھ مہینے تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز کے وقت ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور دروازے کے پاس کھڑے ہو کر آواز لگاتے تھے: اَلصَّلَاۃُ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ. (الترمذي: ۳۲۰۶)

ترجمہ: اے اہل البیت! نماز کا وقت ہو چکا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرماتے تھے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ (ہر قسم کی) گندگی تم سے دور رکھیں اور تم کو پورا پاک صاف رکھیں۔

اِس سے یہ سبق ملتا ہے کہ والد کو چاہیے کہ شادی کے بعد بھی اپنی بیٹی کی دین داری کی فکر کرے، اس کو دین کے احکام اور ارکان پورے کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں لپیٹ لیا اور اس کے بعد فرمایا کہ: اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں، آپ ہر طرح کی گندگی اور برائی سے ان کی حفاظت فرمائیے! (الترمذي: ۳۸۷۱)

اہل سے مراد؟

اہلِ بیت سے مراد: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ آل واولاد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی اولاد، حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات شامل ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ، إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ: حُصَيْنٌ لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ مَعَهُ، لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! وَاللهِ لَقَدْ كَبُرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوهُ، وَمَا لَا فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ.

ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَطِيبًا فِينَا بِمَاءٍ يُدْعٰى خُمًّا، بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ تَعَالَى، وَ أَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ، وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، أَلَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، فَأُجِيبُ، وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ تَعَالٰى، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ، وَرَغَّبَ فِيهِ.

قَالَ: وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي. فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ؟ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: إِنَّ نِسَاءَهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَكِنَّ أَهْلَ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ. قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ اٰلُ عَلِيٍّ، وَاٰلُ عَقِيلٍ، وَاٰلُ جَعْفَرٍ، وَاٰلُ عَبَّاسٍ. قَالَ: أَكُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ.(مسندِ احمد:۱۹۲۶۵)

ترجمہ: یزید بن حیان تیمیؒ فرماتے ہیں کہ حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم کے ساتھ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین بن سبرہ نے کہا کہ: اے زید! تم نے اپنی اس زندگی میں بہت ساری خیر وبھلائی پائی ہیں؛ اس لیے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، ان کی حدیث سنی، ان کے ساتھ جہاد کیا،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، اے زید! حقیقت میں آپ نے بہت ساری خیر حاصل کی ہے؛ لہٰذا آپ ہمیں حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کوئی حدیث سنائیے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے بھتیجے! میری عمر لمبی ہوگئی، میرا زمانہ پُرانا ہو گیا، نیز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض باتیں تو بھول بھی چکا ہوں، سو میں جو بیان کروں اسے قبول کرو اور جو بیان نہ کروں اس کے بارے میں مجھے مکلف نہ بناؤ!

پھر فرمانے لگے: ایک مرتبہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ایک جگہ: ''غدیرِ خم'' کے پاس خطبہ دینے کھڑے ہوئے، سو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ ونصیحت فرمانا شروع کیا؛ چناں چہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں تمھاری طرح ہی ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ مجھے میرے رب کی طرف سے بلاوا آ جاوے اور میں چلا جاؤں! اس سے پہلے میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں!

ان میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی کتاب مضبوطی سے پکڑو، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب اللہ کی اہمیت بتا کر اس پر عمل کرنے کے بارے میں ابھارا۔

آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور میرے اہلِ بیت، میں تم کو میرے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تم کو میرے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تم کو میرے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، سو حضرت حصینؒ نے کہا: اے زید! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کون ہیں؟

کیا حضور ﷺ کی ازواج اہلِ بیت میں سے نہیں ہے؟ تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ کی ازواج اہلِ بیت میں سے ہیں؛ لیکن اہلِ بیت وہ ہیں جن کے لیے صدقہ لینا حرام ہے، حضرت حصینؒ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: وہ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، آلِ عباس ہیں، حضرت حصینؒ نے پوچھا؟ کیا ان سب کے لیے صدقہ لینا حرام ہے؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں!

آپ ﷺ کی ازواج کے اہلِ بیت میں شامل ہونے کی دلیل

اہلِ بیت کی اول مصداق ازواجِ مطہرات ہیں، پھر اولاد ہیں؛ اس لیے کہ ''سورۂ احزاب'' کی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو خطاب کر کے ان کے لیے''اہلِ بیت'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۲۱ میں بھی حضور ﷺ کی اہلیہ کے لیے لفظِ''اہل'' سے خطاب کیا گیا ہے، اس رات آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے اور وہاں سے اُحد کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

نیز سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷۳ میں ہے:

فرشتے کہنے لگے: کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں تم پر نازل ہوا ے اہل بیت!

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اہلِ بیت کا اولین مصداق بیوی ہے؛ کیوں کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر ان کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور فرشتوں نے ان کو''اہل بیت'' کہا۔

اس بارے میں عُرفی دلیل

ہماری زبان میں بھی ''اہل'' بیوی کو کہتے ہیں، مثلاً: جب آپس میں دو دوست ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں: اہل وعیال کا کیا حال ہے؟ تو اہل سے بیوی اور عیال سے بچے مراد ہیں۔

اسی طرح اگر کسی نے نئی شادی کی ہو تو اس کے دوست اس سے پوچھتے ہیں: گھر والوں کا کیا حال ہے؟ اب دیکھو! کل تو شادی ہوئی ہے راتوں رات تو بچہ نہیں ہو جائے گا؛ لہٰذا گھر والوں سے مراد بیوی ہے، ہاں! پھر اس کے تحت اولاد بھی آتی ہے۔

سوالِ مقدر کا جواب

رہی وہ حدیث کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک چادر کے نیچے جمع فرما کر کہا ''اللّٰهُمَّ هٰؤُلاءِ أَهلِ بَيْتِيْ'' اے مولا کریم! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: اے اللہ! میری ازواج تو نصِ قرآنی کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں؛ لیکن ان کے ساتھ ساتھ میری یہ اولاد بھی اہلِ بیت میں شامل ہے، ان سے بھی گندگی دور کر کے انھیں پاک وصاف کر دیجیے۔

آخرت کو یاد کر کے بہت زیادہ رونے والی تھیں

پیچھے آ چکا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر بالکل حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک حجرے کے پیچھے تھا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجدِ نبوی میں وعظ کرتے تھے تو وہ اپنے گھر سے اس کو سنا کرتی تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت کا تذکرہ کرتے تھے

تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روتی تھیں۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۱۲، سیرتِ فاطمۃ الزہراء، ص: ۱۱۱)

اسی طرح جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قرآنِ کریم کی تلاوت کرتی تھیں اور تلاوت کے دوران جہنم کا تذکرہ آتا تھا ان کے پورے جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۱۲، سیرتِ فاطمۃ الزہراء، ص: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ کے ذکر یا جنّت، جہنم کے تذکرے کے وقت ایسی حالت طاری ہونا ایمان کی علامت ہے، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ (الانفال)

ترجمہ: ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس (اللہ تعالیٰ) کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک سب سے امتیازی شان

ایک بزرگ نے بڑی عجیب بات لکھی ہے کہ: رات میں نفل نماز اور تہجد بہت زیادہ پڑھنے کی وجہ سے پیر میں ورم تک آجانے کی سعادت صرف دو انسان: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوئی تھی۔

کھانا پکاتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ

وہ کھانا پکاتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہی تھیں۔

ان کے کھانے میں کتنی نورانیت ہوگی!!

دینی بہنو! اپنے گھروں میں کھانا پکاتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو! قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرو! ان شاء اللہ! اس کی برکت سے اس کھانے میں نورانیت اور برکت پیدا ہوگی اور اگر ایسا برکتی کھانا آپ کے گھر والے، آپ کی اولاد کھائیں گی تو ان کو بھی نیک صالح اعمال کی توفیق ہوگی۔

میری شفا دو ہی چیزوں میں ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس زمانے میں بیمار تھیں، اس دوران ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بستر پر تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کے بعد آکر دیکھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوگئی تھیں اور چکّی لے کر آٹا پیسنے میں مشغول تھیں، یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: فاطمہ! ذرا اپنی جان پر رحم کرو! تم بیمار ہونے کے باوجود کیوں اتنی مشقت اٹھا رہی ہو؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: اے میرے سرتاج! میری شفا ہی دو چیزوں میں ہیں:

اول تو یہ کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں۔

دوسری یہ کہ میں اپنے شوہر کی خدمت کروں۔

یہی دونوں کام میں فی الحال انجام دے رہی ہوں، اس کے بعد کہا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت یا شوہر کی خدمت کرتے کرتے میری موت آجائے یہ بات مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۱۳، تذکارِ صحابیات، ص: ۱۳۸)

ایک مسلمان عورت کی خوبی

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ: بیٹی! بتلاؤ ایک مسلمان عورت کی خوبی کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

① مسلمان عورت کی پہلی خوبی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرماں برداری کرے۔

② دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے۔

بعض عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کو کسی وجہ سے غصہ آتا ہے تو وہ اپنا سارا غصہ اپنی اولاد پر نکالتی ہیں، ان کی پٹائی کرتی ہیں، بددعا دیتی ہیں، یہ بہت غلط چیز ہے، اس کا اولاد پر بڑا بُرا اور گہرا اثر پڑتا ہے۔ ہاں! کبھی ضرورت پڑے تو ان کو تنبیہ کی جاسکتی ہے؛ لیکن اس طرح نہ ہو کہ وہ نیک چلن بننے کے بجائے بدچلن ہو جاویں۔

③ تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی نظر نیچی رکھے۔

④ چوتھی خوبی یہ ہے کہ اپنی زینت کو چھپاوے۔

آج تو ہماری بہنوں کی حالت یہ ہے کہ وہ بڑی بن سج کر باہر نکلتی ہیں؛ تاکہ لوگ ان کو دیکھے، اللہ تعالیٰ اِس برائی سے ہماری ماں، بہنوں کی حفاظت فرماوے، آمین!

⑤ پانچویں خوبی یہ ہے کہ اس کو کوئی اجنبی مرد نہ دیکھے اور نہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی کہ میری بیٹی نے بہت بہترین جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ ہماری ماں، بہنوں کو یہ پانچوں خوبیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال کر کے شرمندگی سے بچیں

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کچھ کھانے کو مانگا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: آج تیسرا دن ہے، گھر میں جَو کا ایک دانہ تک نہیں ہے!

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فاطمہ! تم نے مجھے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اے میرے سرتاج! میرے والد نے رخصتی کے وقت نصیحت کی تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔ (تذکار صحابیات: ص ۱۳۵)

اللہ اکبر! حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کیسی بیٹی تھی! اور کیسی اپنے والد کی نصیحت پر عمل کرنے والی تھی، اللہ تعالیٰ امّت کی بیٹیوں کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی خوبیاں اپنانے کی توفیق عطا فرماوے۔

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ کسی کے سامنے سوال کرنے سے بچیں؛ کیوں کہ جب انسان کسی سے سوال کرتا ہے تو بعض دفعہ خود بھی شرمندہ ہوتا ہے اور سامنے والے کو بھی شرمندگی میں ڈال دیتا ہے۔

بلکہ ضرورت سے زیادہ اور شوہر کی طاقت سے زیادہ چیزوں کی مانگ (ڈیمانڈ) اپنے شوہر سے بھی نہ کریں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کرامت

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پڑوس سے دو روٹی اور گوشت کا ایک ٹکرا آیا، انھوں نے اس کو ایک برتن میں رکھ دیا اور اپنے والد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانے بھیجا،

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر آئے تو ان کو کھلانے کے واسطے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ برتن کھولا تو حیران رہ گئیں؛ اس لیے کہ وہ پورا برتن گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۱۳)

یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کھلّم کھلی کرامت تھی!

اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت کے صرف ایک ٹکڑے سے پورا برتن بھر دیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔

اس کے بعد انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وہ برتن رکھ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: یہ گوشت کا برتن کہاں سے آیا؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا جیسا جواب

اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (تبصرہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ: بنی اسرائیل کی سردار عورت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق آتا تھا، اس وقت وہ جو جواب دیتی تھی، وہی جواب آج میری بیٹی فاطمہ نے بھی دیا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس جب رزق آتا تھا اور ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام اس کے بارے میں پوچھتے تھے تو وہ فرماتی تھیں، یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے، قرآنِ پاک میں ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کرلیا اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا اور اس (اللہ تعالیٰ) نے وہ لڑکی زکریا (علیہ السلام) کی نگرانی میں دے دی جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے، اس (زکریا علیہ السلام) نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ تو اس (مریم) نے جواب دیا کہ: وہ (کھانے کی چیزیں) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (آئی) ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں۔

بہر حال! بنی اسرائیل کی سردار حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس طرح رزق کا انتظام فرمایا تھا، اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی انتظام کیا، نیز رزق ملنے کے بعد حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا، اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر گزاری کی توفیق نصیب فرماوے، آمین!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

کھانا دستر خوان پر لگنے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تمام گھر والوں نے اس میں سے کھایا؛ لیکن تمام لوگوں کے کھانے کے بعد بھی وہ کھانا برتن میں اتنی ہی مقدار میں باقی تھا، اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

بیٹی کے لیے یہ دعا کی کہ: اے اللہ! اب کے بعد میری بیٹی کو بھوکا مت رکھنا! اس کے بعد ان کو کبھی فاقہ نہیں ہوا۔ (البداية والنهاية، روح المعاني)

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گھر والوں کا فقر

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر مسجدِ نبوی میں حضرت نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس گئیں، حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کے ہاتھ میں روٹی دیکھ کر پوچھا کہ بیٹا! یہ روٹی کہاں سے آئی؟

وہ کہنے لگیں کہ: ابّا جان! میرے گھر میں کچھ جَو تھے، ان کو پیس کر میں نے آٹا تیار کیا اور اس میں سے یہ روٹی بنائی، پھر جب ہم اپنے بچّوں کے ساتھ کھانے بیٹھے تو مجھے آپ کی یاد آ گئی اور میں نے خیال کیا کہ: میرے والد کو بھی روٹی دے کر آؤں۔

پھر کہا ابا! ہمیں تین وقت کے بعد ابھی کھانا نصیب ہوا ہے۔

اس کو سن کر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ: بیٹی! تم لوگ تین وقت سے بھوکے ہو، میں نے چار وقت سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۱۴، سیرتِ فاطمۃ الزہراء، ص: ۱۲۰)

حضرت نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے گھر والوں کے فقر کا یہ حال تھا!!

ایک مرتبہ جب حضرت نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ انھوں نے ایک اونٹ کا چمڑا لپیٹ رکھا ہے، جس پر تیرہ پیوند لگے ہوئے تھے، وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت بھی کر رہی تھیں۔

جب حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھی تو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رونے لگے اور فرمایا کہ: بیٹی تم صبر کرو! اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تم کو آخرت میں بہت زیادہ اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۱۵، تذکارِ صحابیات، ص: ۱۳۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لباس

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی اور جنتی عورتوں کی سردار ہیں، اگر آپ چاہتیں تو اچھے سے اچھا لباس پہن سکتی تھیں؛ لیکن بچپن ہی سے آپ آرائش وزیبائش سے دُور رہتی تھیں، لباس بالکل سادہ پہنتی تھیں۔

آپ کا کرتہ بہت ہی موٹا اور چوڑا تھا، نیز (فقر کی وجہ سے) آپ کا دوپٹّا اِس قدر چھوٹا تھا کہ سر ڈھانکتیں تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپاتیں تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔

ترکی کے میوزیم میں آج بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرتہ اور ان کے کچھ تبرّکات موجود ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فقر

جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا خیال رکھتی تھیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی بیٹی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

ایک دن یا ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِس وقت تمھیں کس چیز نے تمھارے گھروں سے نکالا؟

انھوں نے عرض کیا: بھوک نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے (یعنی اللہ کی قسم)! مجھے بھی اُسی چیز نے نکالا جس نے تمھیں نکالا ہے، چلو! وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل دیے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی

چناں چہ وہ تمام کے تمام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانے کا انتظام کرتے تھے؛ لیکن اُس دن دیر ہو جانے کی وجہ سے انھوں نے وہ کھانا اپنے گھر والوں کو کھلا دیا تھا، ان کی اہلیہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا تو ان کا استقبال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اہلیہ سے پوچھا کہ: ابوایوب نظر نہیں آرہے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا کہ: وہ اپنے باغ میں کچھ کام کر رہے ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جب یہ آواز سنی تو جلدی سے آئے، پھر انھوں نے باغ میں جا کر کھجوروں کا ایک خوشہ لیا، جس میں کچی، پکی ہر قسم کی کھجوریں تھیں، پھر کہا: اِس کو تناول فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت ان سے فرمایا کہ: تم نے ہمارے واسطے صرف پکّی کھجوریں کیوں نہ توڑی (پورا خوشہ کیوں ضائع کیا)؟

انھوں نے جواب دیا کہ: اے اللہ کے رسول! میں نے اس لیے ایسا کیا کہ: آپ ہر طرح کی کھجوریں کھائیں۔

اس کے بعد خود انھوں نے ایک چھری لی؛ تاکہ بکری ذبح کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس کو پکائے۔ اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: دودھ دینے والی بکری سے احتیاط کرنا؛ چناں چہ انھوں نے ان کے خاطر بکری ذبح کی، دوسری طرف ان کی بیوی نے ان کے واسطے روٹی تیار کی۔

خود کے کھانے سے پہلے بیٹی کے کھانے کی فکر

پھر جب کھانا تیار کرکے ان حضرات کے سامنے رکھ دیا گیا، اس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کا کچھ گوشت لیا اور اس کو روٹی میں رکھ کر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: یہ میری بیٹی فاطمہ کو پہنچا کر آؤ! اس لیے کہ مسلسل کئی دنوں سے اس کی بھی وہی حالت ہے، جیسی ہماری حالت ہے (یعنی بھوک کی حالت ہے)؛ چناں چہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا دیا①۔

①عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما، قَالَ: خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ بِالْهَاجِرَةِ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَ بِذَلِكَ عُمَرُ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا أَخْرَجَكَ هَذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ: مَا أَخْرَجَنِي إِلَّا مَا أَجِدُ مِنْ حَاقِّ الْجُوعِ، قَالَ: وَ أَنَا وَاللهِ مَا أَخْرَجَنِي غَيْرُهُ، فَبَيْنَمَا هُمَا كَذَلِكَ إِذْ خَرَجَ عَلَيْهِمَا النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: مَا أَخْرَجَكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَا: وَاللهِ مَا أَخْرَجَنَا إِلَّا مَا نَجِدُ فِي بُطُونِنَا مِنْ حَاقِّ الْجُوعِ، قَالَ: وَأَنَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أَخْرَجَنِي غَيْرُهُ، فَقُومَا. فَانْطَلَقُوا حَتَّى أَتَوْا بَابَ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَّخِرُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ طَعَامًا أَوْ لَبَنًا، فَأَبْطَأَ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ، فَلَمْ يَأْتِ لِحِينِهِ، فَأَطْعَمَهُ لِأَهْلِهِ، وَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلِهِ يَعْمَلُ فِيهِ، فَلَمَّا انْتَهَوْا إِلَى الْبَابِ، خَرَجَتِ امْرَأَتُهُ، فَقَالَتْ: مَرْحَبًا بِنَبِيِّ اللهِ ﷺ وَبِمَنْ معه، فقال لَهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ: فَأَيْنَ أَبُو أَيُّوبَ؟ فَسَمِعَهُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِيْ نَخْلٍ لَهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ. فَقَالَ: مَرْحَبًا بِنَبِيِّ اللهِ ﷺ وَبِمَنْ مَعَهُ، يَا نَبِيَّ اللهِ! لَيْسَ بِالْحِينِ الَّذِي كُنْتَ تَجِيءُ فِيهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَانْطَلَقَ، فَقَطَعَ عِذْقًا مِنَ النَّخْلِ فِيهِ مِنْ كُلِّ التَّمْرِ وَالرُّطَبِ وَالْبُسْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا أَرَدْتَ إِلَى هَذَا، أَلَا جَنَيْتَ لَنَا مِنْ تَمْرِهِ؟ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَحْبَبْتُ أَنْ تَأْكُلَ مِنْ تَمْرِهِ وَرُطَبِهِ وَبُسْرِهِ، وَلَأَذْبَحَنَّ لَكَ مَعَ هَذَا. قَالَ: إِنْ ذَبَحْتَ، فَلَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ، فَأَخَذَ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا، فَذَبَحَهُ، وَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: اخْبِزِي وَاعْجِنِي لَنَا وَأَنْتِ أَعْلَمُ بِالْخَبْزِ، فَأَخَذَ الْجَدْيَ، فَطَبَخَهُ وَشَوَى نِصْفَهُ. فَلَمَّا أَدْرَكَ الطَّعَامُ، وُضِعَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ، فَأَخَذَ مِنَ الْجَدْيِ، فَجَعَلَهُ فِي رَغِيفٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا أَيُّوبَ أَبْلِغْ بِهٰذَا فَاطِمَةَ، فَإِنَّهَا لَمْ تُصِبْ مِثْلَ هٰذَا مُنْذُ أَيَّامٍ"، فَذَهَبَ بِهِ أَبُو أَيُّوبَ إِلَى فَاطِمَةَ. (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:۵۲۱۶)

یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کئی دن سے بھوکے تھے، کھانا سامنے تھا؛ لیکن انھوں نے خود کھانے سے پہلے اپنی بیٹی کے کھانے کی فکر کی۔

قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا!

جب تینوں حضرات نے اس بکری کا گوشت کھایا، کھجوریں کھائیں اور پانی پیا، جب وہ سیر وسیراب ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا!

نعمتوں کے بارے میں اخروی سوال سے بچنے کا ایک وظیفہ

یہ بات آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی ناگوار گزری، وہ یہ سوچنے لگے کہ اتنی مشقّت اور تکلیف برداشت کرنے بعد کوئی نعمت استعمال کرنے کا موقع ملے، کیا اس کے بارے میں بھی سوال ہوگا؟

ان کے اس ڈر اور خدشے کو دور کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں! لیکن جب تمھیں اس جیسی کوئی نعمت میسّر آئے اور تم اس کو استعمال کرنے سے پہلے "بِسمِ اللّٰہ" کہو اور اس کو استعمال کرنے کے بعد یہ دعا پڑھ لو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي ھُوَ أَشْبَعَنَا وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا وَأَفْضَلَ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمارا پیٹ بھر دیا، ہم پر اپنا انعام اور فضل فرمایا۔

تو یہ دعا تمھیں کافی ہوجائے گی اور اُس نعمت کے بارے میں تم سے سوال نہیں ہوگا۔

احسان کا بدلہ احسان سے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو بھی حسنِ سلوک کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بعد میں اس کو کچھ نہ کچھ بدلہ دیتے تھے؛ چناں چہ یہاں بھی جب تمام لوگ کھانے اور بات چیت سے فارغ ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: آپ کل ہمارے پاس آجانا!

اِس سے ہمیں یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ اگر کوئی ہمارے ساتھ حسنِ سلوک اور بھلائی کا معاملہ کرے تو ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں۔

فرمانِ نبوی کا پاس ولحاظ

چناں چہ دوسرے دن حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہدیے میں ایک باندی دیتے ہوئے فرمایا کہ: تم اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا؛ اس لیے کہ جس وقت سے یہ ہمارے پاس ہے، ہم نے اس میں بھلائی کے علاوہ کوئی چیز نہیں دیکھی۔

جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ وہاں سے اپنے گھر لوٹے تو انھوں نے اپنے دل میں کہا کہ: میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیّت کو پوری کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں پاتا ہوں کہ اس کو میں آزاد ہی کردوں! چناں چہ انھوں نے اس باندی کو آزاد کردیا①۔

---

①فَلَمَّا أَكَلُوا وَشَبِعُوا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُبْزٌ وَلَحْمٌ، تَمْرٌ وَبُسْرٌ وَرُطَبٌ وَ دَمِعَتْ عَيْنَاهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّ هٰذَا لَهُوَ النَّعِيمُ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ, قَالَ اللهُ جَلَّ وَ عَلَا: ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ(التكاثر:٨), فَهٰذَا النَّعِيمُ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. =

مسلم شریف میں حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کا بھی ایسا ہی واقعہ ہے؛ لیکن اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھوک کا اور ان کو کھانا پہنچانے کا تذکرہ نہیں ہے۔

اپنے اعمال ہی کام آئیں گے

شروع زمانے میں جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ (النحل)

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم اپنے قریبی رشتے داروں کو (نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈراؤ ﴿۲۱۴﴾ اور جو ایمان والے تمھارے ساتھ چلے ان کے لیے (شفقت کا) اپنا بازو جھکا دو۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام خاندان والوں کو ایمان کی دعوت دی، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا کہ: بیٹی! تم میرے مال میں سے جو چاہو لے لو؛ مگر میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا، اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

= فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: بَلْ إِذَا أَصَبْتُمْ مِثْلَ هٰذَا، فَضَرَبْتُمْ بِأَيْدِيكُمْ، فَقُولُوا: بِسْمِ اللهِ وَإِذَا شَبِعْتُمْ، فَقُولُوا: الْحَمْدُ للهِ الَّذِي هُوَ أَشْبَعَنَا، وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا وَأَفْضَلَ، فَإِنَّ هٰذَا كَفَافٌ بِهَا. فَلَمَّا نَهَضَ، قَالَ لِأَبِي أَيُّوبَ: ائْتِنَا غَدًا، وَكَانَ لَا يَأْتِي إِلَيْهِ أَحَدٌ مَعْرُوفًا إِلَّا أَحَبَّ أَنْ يُجَازِيَهُ، قَالَ: وَأَنَّ أَبَا أَيُّوبَ لَمْ يَسْمَعْ ذٰلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَسَلَّمَ أَمَرَكَ أَنْ تَأْتِيَهُ غَدًا. فَأَتَاهُ مِنَ الْغَدِ، فَأَعْطَاهُ وَلِيدَتَهُ فَقَالَ: يَا أَبَا أَيُّوبَ، اسْتَوْصِ بِهَا خَيْرًا، فَإِنَّا لَمْ نَرَ إِلَّا خَيْرًا مَا دَامَتْ عِنْدَنَا، فَلَمَّا جَاءَ بِهَا أَبُو أَيُّوبَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا أَجِدُ لِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ خَيْرًا مِنْ أَنْ أُعْتِقَهَا، فَأَعْتَقَهَا. (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۵۲۱۶)

گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا خلاصہ یہ نکلا کہ: بیٹی! ایسا ہرگز مت سمجھنا کہ میں نبی کی بیٹی ہوں؛ اس لیے نجات پا جاؤں گی! نہیں! بلکہ تمھارے اعمال ہی تمھیں نجات دلا سکتے ہیں اور جہنّم سے بچا سکتے ہیں①۔

اپنے اعمال کی خود فکر کرنی چاہیے

دینی بہنو! اس لیے اگر ہمارے گھر میں بھی کوئی عالم، قاری، مفتی ہو تو ان پر امید لگائے نہیں بیٹھنا چاہیے؛ بلکہ خود اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیے، اپنی آخرت کو خود ہی سنوارنا چاہیے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر ان کو تہجد کے لیے بھی جگایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کچھ اچھے کپڑے پہن لیے تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وجہ سے ان سے ناراض ہو گئے اور ان کے پاس سے واپس چلے گئے۔ (از: بناتِ طیبات، ص: ۱۲۲)

---

① حَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ المُسَيِّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ)(الشعراء:۲۱۴) قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ - أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا - اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ المُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ! لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا. (البخاري:۲۷۵۳)

گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یہ سبق سکھانا چاہتے تھے کہ نبی کی بیٹی کو سادگی سے زندگی گزارنی چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: تم اس دعا کو ہمیشہ پڑھا کرو، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات سکھلائے: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ. (عمل الیوم واللیلۃ: ۵۷۰)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: تم روزانہ صبح شام اس دعا کو پڑھا کرو!

اس لیے ہمیں بھی روزانہ صبح شام اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اس کی برکت سے ان شاء اللہ! ہمارے تمام کام آسان ہو جائیں گے۔

میاں- بیوی کے درمیان جھگڑا فطری چیز ہے

ایک مرتبہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: تمھارے چچازاد بھائی (یعنی شوہر) کہاں ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: ہمارے درمیان کچھ معاملہ ہو گیا تھا، جس پر وہ غصہ ہو کر چلے گئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ غصہ آجائے تو شوہر کو گھر سے باہر نکل جانا چاہیے؛ تاکہ بات حد سے آگے بڑھنے نہ پاوے

میاں- بیوی کے جھگڑے کو سلجھانے کی کوشش کریں

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے فرمایا کہ: ذرا دیکھو! علی کہاں ہے؟

تھوڑی دیر کے بعد آ کر وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! وہ مسجد میں آرام فرما رہے ہیں؛ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور دیکھا تو وہ زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور ان کی چادر اُن کے پہلو سے الگ ہوگئی تھی اور ان کے بدن پر مٹی لگ گئی تھی۔

اُن کی یہ حالت دیکھ کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ صادر ہو رہے:

قُمْ يَا اَبَا تُرَاب!

اے ابوتراب! کھڑے ہو جاؤ! اے ابوتراب! کھڑے ہو جاؤ!①

حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھا تو گھر کی ساری بات بھول گئے؛ البتہ وہ لقب (ابوتراب) جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا تھا اسے ہمیشہ یاد رکھا اور اتنا پسند کیا کہ ان کا سب سے پسندیدہ لقب بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے سسر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داماد کے ساتھ کتنا بہترین رویّہ اپنایا!

آج تو اگر میاں- بیوی کے درمیان کبھی جھگڑا ہو جاتا ہے تو دونوں خاندان کے لوگ معاملے کو سلجھانے کے بجائے زیادہ الجھا دیتے ہیں یہاں تک کہ بات طلاق تک

---

①عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ : أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ قَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي، فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ: اُنْظُرْ أَيْنَ هُوَ. فَجَاءَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ! هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ. فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ، وَيَقُولُ: قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ .(صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث: ۴۴۱)

بھی پہنچ جاتی ہے؛ اس لیے ہمیں ان سب چیزوں سے اپنے گھر اور خاندان والوں کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

فاطمہ ایک خوشبودار پھول تھیں

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھاس کا ایک گٹھڑ سر پر اٹھائے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے اتارنے میں مدد چاہی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے فوراً نہ آسکیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ گٹھڑ زمین پر ڈال دیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے: شاید تم کو اس کام میں شرم محسوس ہوئی ہو!

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: جو کام میرے ابا جان- اللہ کے رسول ہوتے ہوئے- کرتے ہوں، میں اس کو کرنے میں کیسے شرم محسوس کر سکتی ہوں! حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا یہ جواب سن کر مسکرائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: فاطمہ جنت کا ایک پھول تھیں، اس کے مرجھانے (انتقال) کے باوجود اس کی مہک سے میرا دماغ ابھی تک معطر ہے، اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔

جہنم کا خوف

امام ذہبیؒ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گلے میں سونے کا ہار پہن رکھا تھا جو کہ ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ہدیے میں دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم کو اچھا لگے گا کہ لوگ یوں کہیں کہ: محمد کی بیٹی کے گلے میں آگ کا ہار ہے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما کر وہاں سے تشریف لے گئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس ہار کو بیچ کر اس کے بدلے غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔

روایاتِ حدیث

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ۱۸/ احادیثِ شریفہ منقول ہیں، جن میں سے ایک ''صحیحین'' میں بھی موجود ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۳۴)

آپ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے آپ کے بیٹے: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ، آپ کے شوہر: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فتاویٰ اور دین میں سمجھ داری کا مقام

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر میں تشریف لے گئے تھے، جب وہ سفر سے واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے قربانی کا گوشت پیش کیا تو ان کو عذر ہوا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع فرمایا تھا؛ مگر اب اس کی اجازت دی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گوشت تناول فرما

رہے تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا، آپ ﷺ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے؛ چوں کہ آپ ﷺ نے اِس سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؛ اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا دامن پکڑ کر کہنے لگیں: وضو کر لیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی! اس کی وجہ سے وضو کی ضرورت نہیں ہے، تمام کھانے آگ ہی پر تو پکائے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اونچے گھرانے کی خاتون ہونے کے باوجود علم وفضل سے اپنے آپ کو کورا نہیں رکھا تھا؛ اس لیے ہمیں بھی علم حاصل کرنا چاہیے، لڑکیوں کے وقتی غیر اقامتی مدرسوں میں اپنی بچیوں کو بھیجنا چاہیے، اسی طرح دینی مجالس میں بھی اہتمام کے ساتھ شرکت کرنا چاہیے۔

اخیر میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر کو نور سے منور فرماوے، جنّت الفردوس نصیب فرماوے اور ان کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرماوے، آمین!

بہر حال! رمضان المبارک کے اتنے مبارک دنوں میں میں نے حضور ﷺ کی چاروں لاڈلی بیٹیوں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مبارک زندگی کی کچھ جھلکیاں آپ لوگوں کے سامنے بیان کی، اس نیت کے ساتھ کہ ہم حضور ﷺ کی اِن چاروں بیٹیوں کی طرح زندگی گزارنے کی کوشش کریں!

اس کی برکت سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ جنّت میں بھی ان کی معیت اور ان کے ساتھ رہنا نصیب فرمائیں گے! وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی: حضرت امِ حکیم بنتِ حارث بنِ ہشام رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اقتباس
ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ بن ابی جہل پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی جماع کرنا ہے۔

حضرت امِ حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں؛ لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔

ایمان اور حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا کیسا ڈر آ چکا تھا!!! اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر اور اپنا خوف عطا فرماوے، آمین۔

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، پرائے مردوں سے دور رہنا آسان ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾

ترجمہ: سو جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اسی (اللہ تعالیٰ) پر خالص عقیدہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ہم ان کو بچا کر زمین کے کنارے لے آتے ہیں تب وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

وَقَدْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدِّيْنِ، مَا الدِّيْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ. (ترمذی، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ح:۲۲۸۵)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: دین کس چیز کا نام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔

ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے

اللہ تعالیٰ نے ہم ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور دعا کرنے کا حکم دیا ہے، چاہے مصیبت اور تکلیف کا موقع ہو، یا راحت اور امن کا موقع ہو، خوشی کا موقع ہو، یا غمی کی حالت ہو، ہر موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سے دعا کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

مکہ کے کافر بھی مصیبت کے وقت اللہ ہی کو پکارتے تھے

جن لوگوں کے دل میں ایمان نہیں ہوتا ایسے لوگ جب کسی مصیبت میں پھنستے

ہیں، پریشانی میں آجاتے ہیں تو ایسے موقع پر وہ بھی ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، حضرت نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں مکے کے کافر تین سو ساٹھ کے قریب بتوں کی عبادت کرتے تھے: لیکن اس کے باوجود بھی وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے، ان کا عقیدہ اِس طرح کا تھا کہ: یہ چھوٹے چھوٹے جو پتھر کے بنے ہوئے بت ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، اتنی بڑی دنیا، اتنا بڑا نظام اللہ تعالیٰ کے لیے (نعوذ باللہ) اکیلے چلانا مشکل ہے، یہ ہمارے پتھروں کے معبود اللہ کی مدد کرتے ہیں، یہ سب اس دنیا کو چلانے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں، اور یہ سب آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری سفارش کریں گے۔

مکہ کے کافروں کے بت اور ان میں سے بعضوں کے نام

مکہ میں کافروں کے بڑے بڑے بت تھے: لات، منات، عزّیٰ، بعل، ہُبل، یہ سب بڑے بڑے دیوتا تھے، کوئی پتھر کا بنا ہوا تھا، کوئی سونے کا بنا ہوا تھا، کوئی لکڑی کا بنا ہوا تھا، قرآن میں بعض بتوں کا تذکرہ آیا ہے:

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۞١٩ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ۞٢٠ (النجم)

ترجمہ: کیا بھلا تم نے لات اور عزیٰ ﴿۱۹﴾ اور اس ایک تیسرے منات (کے حال) پر غور کیا؟ ﴿۲۰﴾

اِس آیت میں ''لات، عزّیٰ'' اور ''منات'' تین بتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَّتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۞١٢٥ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۞١٢٦ (الصافات)

ترجمہ: کیا تم لوگ بعل (دیوتا) کو پکارتے ہو اور سب سے اچھے بنانے والے

(اللہ تعالیٰ) کو تم چھوڑ دیتے ہو؟ ﴿۱۲۵﴾ اللہ تعالیٰ تو تمھارے رب ہیں اور تمھارے اگلے باپ دادوں کے (بھی) رب ہیں ﴿۱۲۶﴾

اِس آیت میں ''بعل'' نامی بت کا تذکرہ ہے۔

بخاری شریف ''بابُ غزوۃِ اُحُد'' میں ایک حدیث ہے کہ: جب احد کی جنگ ختم ہوگئی اور قریش نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر پکارا:

أَفِيْ الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟

کیا تم لوگوں میں محمد ﷺ زندہ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔

اسی طرح ابوسفیان نے تین بار آواز دی؛ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

اس کے بعد یہ آواز دی:

أَفِيْ الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ؟

کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق) زندہ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔

اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہوگیا۔

پھر یہ آواز دی: أَفِيْ الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟

کیا تم میں عمر بن خطاب زندہ ہیں؟

اِس فقرے کو بھی تین مرتبہ دہرایا؛ مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رفقا سے خوش ہوکر یہ کہا:

أَمَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا، فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا.

بہر حال! یہ سب قتل ہو گئے، اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاب نہ لا سکے اور اونچی آواز سے کہا:

كَذَبْتَ وَاللهِ يَا عَدُوَّ اللهِ! أَبْقَى اللهُ عَلَيْكَ مَا يُحْزِنُكَ!

اے اللہ کے دشمن! اللہ تعالیٰ کی قسم! تو نے بالکل غلط کہا، تیرے رنج وغم کا سامان اللہ تعالیٰ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے (وطن اور قوم کے ایک بت کا نعرہ لگایا) اور یہ کہا:

أُعْلُ هُبُلْ، أُعْلُ هُبُلْ.

اے ہبل! تو بلند ہو، اے ہبل! تیری جے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اس کے جواب میں یہ کہو:

اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ.

اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع اور سب سے بڑے ہے۔

پھر ابوسفیان نے کہا:

إِنَّ لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ.

ہمارے پاس عزیٰ ہے، تمھارے پاس عزیٰ نہیں؛ یعنی ہم کو عزت حاصل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: یہ جواب دو:

اَللّٰهُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ.

اللہ ہمارا آقا اور والی، معین اور مددگار ہے، تمھارا کوئی والی نہیں۔

فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيْر.

یعنی عزت صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ سے تعلق میں ہے، عزیٰ کے تعلق میں عزت

نہیں ؛ بلکہ ذلت ہے۔ (از سیرتِ مصطفی ۲/۲۲۱، بخاری: ۳۰۳۹)

اس میں ’’ہبل اور عزّٰی‘‘ نامی بتوں کا تذکرہ ہے۔

بہر حال! اِس طرح ان کے تین سوساٹھ (۳۶۰) کے قریب الگ الگ بت تھے جن میں بعض کے نام قرآن میں آئے ہیں اور بعض کے نام سیرت اور حدیث میں بھی آئے ہیں۔

کعبہ کی دیوار پر زیادہ تر کانچ کے بت تھے

ان تین سوساٹھ بتوں کو انھوں نے کعبہ کی چاروں دیواروں پر چپکا کر رکھا تھا، یہ زیادہ تر کانچ کے بنے ہوئے تھے، جب کعبہ کا طواف کرتے تھے تو ساتھ میں ان بتوں کی بھی نیت کرتے تھے، علمانے لکھا ہے کہ: تین سوساٹھ خدا اس لیے تھے کہ سال میں تین سوساٹھ دن ہوتے ہیں، اس اعتبار سے ہر دن وہ الگ الگ دیوتا اور بت کی عبادت کرتے تھے۔

جب مصیبت ختم ہوجاتی تو پھر شرک کرنے لگتے

قرآن کی بہت ساری آیتوں میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب یہ کافر لوگ کسی مصیبت میں پھنستے تو اس وقت ان کو ان کے یہ پتھروں کے بت یاد نہیں آتے؛ بلکہ وہ ایک اللہ کو پکارتے تھے اور ایک اللہ سے مدد مانگتے تھے، یہ ان لوگوں کا ایک مجبوری کے درجے کا حال تھا؛ جیسے سمندر کے سفر میں نکلے، اُس زمانے میں بھی جدہ بندرگاہ (Port) تھی، وہاں سے سٹیمر (Steamer) اور کشتیاں جاتی تھیں، کبھی بیچ سمندر میں طوفان آجاتا، ہوا کی آندھی آجاتی تو ایسے موقع پر وہ ایک اللہ کو پکارتے اور جب امن وسلامتی کے

ساتھ دریا کے کنارے پہنچ جاتے تو پھر اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے، بتوں کو پکارنے لگتے؛ گویا مجبوری میں اللہ کو پکارا، مجبوری ختم ہوگئی تو بتوں کی عبادت کرنا شروع کردیتے۔

ہمارا ایمانی تقاضا

ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مصیبت میں ہوں یا امن کی حالت میں، خوشی میں ہوں کہ غم میں، تنگی میں ہوں کہ راحت میں، ہر حال میں ایک اللہ کو پکارنے والے بنیں، یہ ہر ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کے ایمان کا تقاضا ہے، ایسا نہیں کہ تکلیف آئی تو اللہ کو پکارا، اور خوشی کی حالت آئی تو اللہ کو بھول گئے، یہ ایمان والوں کا کام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہمیشہ راحت، سلامتی، امن، سکون، چین عطا فرماوے اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ اپنی طرف انابت، رجوع، اس کی بارگاہ میں مانگنا، اس کے دربار میں دعا کرنے والا بنا دیوے، آمین۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

ایک دوسرا مضمون بھی سمجھو! یہ حدیث مشکاۃ شریف میں موجود ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ:

ما الدینُ یا رسولَ اللہ!

دین کس کو کہتے ہیں؟۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے جواب دیا:

الدین النصیحۃ۔ (مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ح: ۴۹۶۵)

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

یعنی ہر ایک کے لیے بھلائی چاہنا،اس جذبے کا نام دین ہے،بڑا پیارا سوال ہوا اور بڑا اعلیٰ جواب ہوا!!!

اولاد کی خیر خواہی

مثال کے طور پر آپ کا بیٹا ہے،آپ کی بیٹی ہے،اللہ نے اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی ہے تو ان کے حق میں بھلائی یہ ہے کہ وہ دین دار بن جائیں،اللہ کا دین سیکھ لیں، ماں اپنی اولاد کو اللہ کا نام سکھائے،نماز سکھائے،دعائیں سکھائے،حضرت نبیِ کریم ﷺ کی سیرت بتلائے،ان کو اچھے اخلاق سکھلائے،اولاد کو بری چیزوں سے روکے،اولاد کو ٹیلی وِژن (TV) سے روکے،گانا بجانے (Music) سے روکے،ناجائز اور حرام کھیلوں سے روکے،یہ ہے اپنی اولاد کے بارے میں خیر خواہی۔

مسلمان بھائی بہن کی خیر خواہی

اسی طرح ہماری کوئی مسلمان بہن ہے،چاہے رشتے کی بہن ہو یا ایمانی بہن ہو، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری وہ بہن کیسے دین دار بن جائے؟ کیسے نمازی بن جائے؟ برقع پہننے والی بن جائے اور گناہ سے بچنے والی بن جائے،اس کی فکر اور کوشش کرنا یہ اس کے ساتھ خیر خواہی ہوئی،یہی جذبہ ہمارے گھر پر جو کام کرنے کے لیے آتے ہیں ان کے لیے بھی ہو۔

افریقہ والوں کے لیے بہت بڑی اللہ کی نعمت

دینی بہنو! آپ کے گھروں میں یہاں کے مقامی (African) لوگ جو کام کاج اور خدمت کرتے ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے،اللہ کی اس نعمت کی ہمیشہ قدر

کرنا، دنیا کے کئی ملکوں: انگلینڈ، کینیڈا، پناما، نیوزی لینڈ اور دوسرے ملکوں کے سفروں میں ہم نے دیکھا کہ خود گھر میں جھاڑو دینا، کارپیٹ پر مشین چلانا، برتن دھونا، کھانا پکانا، بچوں کو نہلانا، کپڑے پہنانا، ان کو وقت پر اسکول، مدرسہ لے جانا اور لانا، مہمانوں کے لیے کھانا پکانا، یہ سب کام ہماری دینی بہنیں خود کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا احسان مانو! اللہ تعالیٰ نے مرد، عورت کی شکل میں خادموں کی بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے، اب ان کے لیے خیر خواہی کیا ہے؟

گھروں میں کام کرنے والوں نوکروں کی خیر خواہی

ان کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے غلام اور باندیوں کے لیے ارشاد فرمایا: جیسا تم کھاؤ ویسا ان کو کھلاؤ، جیسا تم پہنو ویسا ان کو پہناؤ، جیسے تم اپنے لیے مکان کی فکر کرو ان کے لیے بھی مکان کی فکر کرو۔ (بخاری، کتاب العتق، ح:۲۵۴۵)

حدیث میں آیا ہوا ایک عجیب واقعہ

اِس سلسلے میں حدیث میں ایک عجیب واقعہ آیا ہے:

وَعَنِ المَعْرُورِ بن سُوَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ اَبَا ذَرٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهِ مِثْلُهَا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ سَابَّ رَجُلاً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّكَ امْرَؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ. هُمْ إِخْوَانُكُمْ وَ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ. فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ. (بخاری، ح:۲۵۴۵، مسلم، ح:۱۶۶۱)

ترجمہ: حضرت معرور بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک جوڑا (سوٹ) تھا، ان کے غلام کے جسم پر بھی اسی جیسا جوڑا تھا، اس سلسلے میں میں نے ان سے پوچھا: (کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یعنی آقا اور غلام کا جوڑا الگ الگ ہوتا ہے، آپ مکمل عمدہ اعلیٰ قسم کا پہنتے اور اس کو معمولی پہناتے!)

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک جوڑا اعلیٰ قسم کا تھا اور دوسرا جوڑا گھٹیا قسم کا تھا، دونوں میں کی ایک ایک چادر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تھی، اور دوسری ایک ایک اس غلام کو دے رکھی تھی، یعنی حضرت ابوذر کے اوپر بھی ایک چادر اعلیٰ تھی اور ایک چادر گھٹیا تھی اور غلام کے بدن پر بھی ایسا ہی تھا، اس طرح دونوں برابر ہو گئے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتلایا: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرتبہ ایک آزادشدہ غلام کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا، تو میں نے اس کو ماں کا نام دے کر عار دلائی تھی، اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ایک ایسے آدمی ہو کہ جس میں جاہلیت کی خوبو اور عادت موجود ہے، یہ (غلام) انسان ہونے کے ناطے تمھارے بھائی ہیں (اگر ابھی تمھارے خادم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کی بنیاد پر) ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے؛ لہٰذا جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو (دیکھیے! غلام کو بھائی سے تعبیر کیا) تو اس کو چاہیے کہ خود جو کھاتا ہے اسی میں سے اس کو بھی کھلائے، اور جو خود پہنتا اسی میں سے اس کو بھی پہنائے اور ان غلاموں کو ایسے کام نہ سونپیں جو ان پر غالب آجائیں (یعنی جس کے انجام دینے میں ان کو تکلیف ہو اور اگر مشقت والا کوئی کام کبھی سونپ بھی دیا ہو) تو تم بھی ان کی مدد کرو۔

دوسرا واقعہ

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کچھ اونچ نیچ کا معاملہ ہوگیا تھا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ چوں کہ سیاہ فام اور کالے تھے: اس لیے انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ دیا کہ: ''یا ابن السَّوْدَاء '' ''اے کالی عورت کے بیٹے'' اور ظاہر ہے کہ رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی کو عار اور شرم دلانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں جا کر حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کردی کہ: اے اللہ کے رسول! حضرت ابوذر کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہوا تو انھوں نے مجھے یہ کہہ کر عار دلائی (گویا ماں کی گالی دی) چوں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے غلام بھی رہ چکے تھے، اور جو آدمی پہلے غلام رہ چکا ہو اس کو بھی عار کی چیز سمجھا جاتا تھا؛ اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ایک ایسے آدمی ہو جس میں (ابھی تک) جاہلیت کی خوبو اور خصلت موجود ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس بڑھاپے میں جب کہ میری عمر اتنی زیادہ ہوگئی ہے، پھر بھی ابھی تک میرے اندر یہ بات موجود ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، اب بھی موجود ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فوراً وہیں زمین پر لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میرے گال پر پاؤں رکھو، اور جب تک حضرت

بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے رخسار پر پاؤں نہیں رکھا تب تک حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کھڑے نہیں ہوئے۔ (حدیث کے اصلاحی مضامین، ۱۲/ ۱۱۹-۱۲۰)

بہر حال! بڑی بات یہ ہے کہ گھر میں خدمت کے لیے رہنے والوں کو اللہ کا دین سکھاؤ، اللہ کی پہچان کراؤ، اسلام کی پہچان کراؤ، ہماری محنت اور کوشش کی برکت سے وہ جہنم سے جنت میں جانے والے بن جاویں، یہ ان کے حق میں بہت بڑی خیر خواہی ہے۔

بڑے افسوس کی بات!

میری دینی بہنو! کبھی تو دل میں سوچو! بے چارے پوری زندگی ہمارے گھروں میں لگا دیتے ہیں، کوئی بیس سال، کوئی تیس سال، کوئی پچاس سال، کوئی بچپن سے لے کر موت تک کام کرتا ہے، ہم نے ان کو کھلایا، پلایا، ان کو تنخواہ دی؛ لیکن کبھی ہم نے ان کی قبر اور آخرت کی فکر نہیں کی؛ لہذا ان کی آخرت کی فکر کرو، محبت سے ان کو ایمان سمجھاؤ، اسلام سمجھاؤ، اللہ کا دین سمجھاؤ، یہ ہے وہ خیر خواہی، یہ ہے وہ بھلائی چاہنا جو حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

شوہر کی خیر خواہی

جو بہنیں شادی شدہ ہیں، ان کے شوہر ہیں، ان کے لیے کیا خیر خواہی ہے؟

ان کا شوہر بھی نمازی بن جائے، ان کا شوہر بھی چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والا بن جائے، حلال روزی کمائے، حرام روزی سے اپنے آپ کو بچائے، دین دار بن جائے، یہ شوہر کے حق میں آپ کی خیر خواہی ہوئی۔

اگر ایک بہن دین دار ہے؛ لیکن وہ اپنے شوہر کے لیے ذرہ برابر بھی فکر نہیں کرتی،

شوہر کو سمجھاتی بھی نہیں ہے، شوہر کو اللہ و رسول کی دو باتیں بھی نہیں سناتیں، تو یہ بہن اپنے شوہر کے لیے اچھا سوچنے والی نہیں ہے، اپنے شوہر کی بھلائی کے بارے میں خیانت کرنے والی ہے، خیرخواہی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کو بھی دین دار بنانے کی محنت کریں، ان کی زندگی میں دین آجاوے، اس کی کوشش کریں۔

اصل قصہ

اب آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں، حضرت نبئ کریم ﷺ کا مبارک زمانہ ہے، ہجرت کا آٹھواں سال ہے، اُس وقت تک مکہ کافروں کا مرکز تھا، حضرت نبیِ کریم ﷺ تقریباً دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کو لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

مکہ مکرمہ کی حرمت

قرآن میں ہے:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ ۝۱ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ ۝۲

ترجمہ: میں اس (مکہ) شہر کی قسم کھاتا ہوں ﴿۱﴾ اور تمھارے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

(دوسرا ترجمہ) اور تم (ابھی) اس شہر میں اترے ہوئے (یعنی مقیم) ہو (مکہ شہر پہلے سے ہی بابرکت ہے؛ لیکن حضرت نبیِ کریم ﷺ کی اس شہر میں ولادت باسعادت اور پھر آپ ﷺ کے مکہ میں قیام نے مکہ شہر کی برکتوں کو بڑھا دیا۔

(تیسرا ترجمہ) اور تمھارا (قتل) اس شہر والوں (کی نظر میں) حلال (سمجھا جارہا) ہے (یعنی مکہ والوں نے حرم کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کو قتل کرنے کا

منصوبہ (plan) بنایا جس کے نتیجے میں ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔ (از تیسیر القرآن)

یہ مکہ شہر جو حرم؛ یعنی احترام والا ہے، اس مکہ کو جس دن حضور ﷺ فتح کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو اللہ نے تھوڑے سے وقت کے لیے اس کی حرمت کو اٹھا کر حضور ﷺ کے لیے حلال کیا تھا، فتحِ مکہ سے پہلے بھی ادب واحترام والا اور اس کے بعد بھی قیامت تک ادب واحترام والا؛ لیکن ایک دن اور اس میں بھی تھوڑے سے وقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے خاطر حلال کیا تھا۔

لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی

حضرت نبیِ کریم ﷺ کی کوشش یہ تھی کہ لڑائی نہ ہو، جنگ نہ ہو، اطمینان کے ساتھ مکہ سے کافروں کی حکومت ختم ہو جائے اور مکہ ''دار الاسلام'' بن جائے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مراد پوری فرمائی اور بہت اطمینان سے مکہ فتح ہو گیا۔ جس کا واقعہ تفصیل سے ان شاء اللہ! کسی دن پیش کیا جاوے گا۔

عام معافی کا اعلان

حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا کہ جو میری چچازاد بہن امِ ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہو جاوے اس کو امن ہے، اس کو ہم قتل نہیں کریں گے، جو حرم میں داخل ہو جاوے اس کو بھی امن ہے، جو لوگ اپنے گھر کے دروازے بند کر لیویں ان کو بھی امن ہے، ہر ایک لیے امن، معافی اور جان بخشنے کا حضور ﷺ نے اعلان کر دیا، بس! چند خطرناک لوگ مستثنیٰ تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۴ / ۲۹۲)

اُس دن حضور ﷺ چاہتے تو مکہ میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے ہر ایک کو قتل کروا

دیتے؛اس لیے کہ مکہ کی عورتیں بھی ظالمہ تھیں، اللہ کے نبی کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھیں، اللہ کے نبی پر کچرا ڈالا کرتی تھیں، نبی کا مذاق اُڑایا کرتی تھیں؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سب کو معاف کر دیا۔

گیارہ مرد اور چار عورتوں کو معافی نہیں

البتہ گیارہ مرد اور چار عورتیں بڑی خطرناک تھیں، ان کے لیے اعلان ہوا کہ ان کو معافی نہیں ہے۔ (سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳/ ۴۰-۴۱)

ان گیارہ مردوں میں ایک بہت بڑا نام ''عکرمہ'' ہے، یہ عکرمہ کون ہے؟ اِس امت کے فرعون: ابو جہل کا بیٹا ہے، ابو جہل تو بدر کی لڑائی میں مار دیا گیا تھا؛ لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عکرمہ بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ستاتا تھا۔

عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا

عکرمہ کو پتا چل گیا کہ میرے لیے معافی نہ ہونے کا اعلان ہو چکا ہے، اگر ایمان لے آتا، توبہ کر لیتا تو معافی ہو جاتی؛ لیکن اس وقت وہ ایمان نہیں لایا اور اپنی جان بچا کر مکہ سے یمن کی طرف بھاگ گیا، یمن جا کر اس کی نیت یہ تھی کہ کشتی میں بیٹھ کر حبشہ یا کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا، وہ یمن گیا، وہاں سے کشتی کرایے پر لی، اس میں بیٹھ گیا اور کشتی روانہ ہوگئی۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۶/ ۶۱)

سمندر میں طوفان

کشتی دریا میں چل رہی تھی کہ اچانک طوفان آیا، آندھیاں چلنے لگیں اور ایسی حالت ہوگئی کہ وہ کشتی ڈوب جائے، اس نے کشتی میں بیٹھے بیٹھے پتھر، مٹی اور لکڑی کے

اپنے بنائے ہوئے خداؤں کو پکارنا شروع کیا کہ: میری مدد کرو۔

سمندر میں لات وعزّٰی مدد نہیں کر سکتے

کشتی کے ملاح (کپتان) نے کہا کہ: اس دریا میں پتھر کے خدا: لات اور عزّٰی تیری مدد نہیں کر سکتے، ایک اللہ کو پکارو وہ مدد کریں گے۔

عکرمہ کی اچھی نیت

عکرمہ بڑا ہوشیار آدمی تھا، سردار کا بیٹا تھا، اس نے سوچا کہ دریا میں لات وعزّٰی نہیں بچا سکتے اور ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں تو زمین پر بھی ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں اور اللہ ہی حفاظت کر سکتے ہیں، اس نے اپنے دل میں نیت کی کہ اگر میں صحیح سلامت زمین پر پہنچ گیا اور یہ طوفان ختم ہو گیا تو میں محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں گا اور شرک وکفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کر لوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا، طوفان ختم ہو گیا، کشتی اطمینان سے کنارے پر پہنچ گئی، اِدھر یہ قصہ ہوا۔ (روح المعانی ۶ / ۹۲ - ۹۳۔ الطبقات الکبری لابن سعد ۶ / ۶۳)

ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان اور اپنے شوہر کے لیے امان طلب کرنا

اُدھر دوسری طرف ان کی بیوی ام حکیم- جو اس کے سگے چچا کی لڑکی تھی وہ- فتحِ مکہ کے موقع پر ایمان لے آئی، حضرت امِ حکیم رضی اللہ عنہا کا جذبہ تو دیکھو! یہی میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں، وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئی اور آ کر کہتی ہے کہ: حضور! میرا شوہر عکرمہ ایمان نہیں لایا، وہ جان بچانے کے لیے بھاگ گیا ہے؛ کیوں کہ آپ نے

اس کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ میرے شوہر کو بھی امان دے دیجیے۔

آپ ﷺ کا عکرمہ کو امان دینا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ بڑے رحم والے تھے، ایک عورت جو ایمان لائی وہ اپنے شوہر کے لیے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سامنے درخواست کر رہی ہے، حضور ﷺ نے اس کی درخواست قبول فرمالی اور فرمایا: ٹھیک ہے، تمھارا شوہر عکرمہ کافر ہے؛ لیکن ہم اس کو (قتل) سے امان دیتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۶/ ۶۱)

بیوی شوہر کی تلاش میں

اس کے بعد ان کی بیوی اپنے شوہر کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑی۔ مکہ سے یمن دور ہے۔ بیوی تلاش کرتے کرتے یمن پہنچی، اللہ اکبر!

شوہر اور بیوی کی ملاقات ہوگئی، بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عکرمہ سے کہا کہ: میں تیرے لیے تیری جان بچانے کا پروانہ (certificate) لے کر آئی ہوں، اللہ کے نبی ﷺ نے تجھے (قتل سے) معاف کر دیا ہے۔

حضور ﷺ کی تین خوبیاں

اِس موقع پر حضرت امِ حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے اپنے شوہر عکرمہ کے سامنے بڑی زبردست بات کہی جس میں حضور ﷺ کی تین خوبیاں بیان کی، امِ حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا:

جِئْتُكَ مِنْ اَوْصَلِ النَّاسِ، وَاَبَرِّ النَّاسِ، وَخَيْرِ النَّاسِ، لَا تُهْلِكْ نَفْسَكَ، وَقَدِ اسْتَأْمَنْتُ لَكَ مِنْهُ، فَاَمَّنَكَ. (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۶/ ۶۲)

یعنی میں تیرے لیے ایسے انسان کے پاس سے معافی کا سرٹیفکیٹ لے کر آئی ہوں:

① جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے (یعنی رشتے داروں کے ساتھ تعلق کو جوڑنے) والے ہیں۔

② جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے ہیں۔

③ جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔

قطع رحمی کرنے والے کی شبِ قدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی

میری دینی بہنو! یہ تینوں خوبیاں اپنی زندگی میں اتارو، پہلی خوبی: صلہ رحمی۔ رشتے داروں کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا یہ ہمارے دینِ اسلام میں بہت بڑی نیکی کا کام ہے؛ بلکہ جو لوگ رشتے داریوں کو کاٹتے ہیں، رشتے داروں کے ساتھ بات تک نہیں کرتے ایسے لوگوں کی لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے؛ اس لیے اگر کسی رشتے دار کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے، بات چیت بند ہے تو پہلی فرصت میں سلام کر لو، بات شروع کر دو، رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے، تمام رشتے دار خواہ اپنے شوہر کی طرف کے ہوں یا اپنے والدین کی طرف سے ہوں، دونوں طرف کے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرو۔

اپنے اندر نیکی لاؤ

دوسری خوبی: نیکی۔ اپنے اندر نیکی لاؤ، گناہ سے اپنے آپ کو بچاؤ، رمضان کا مبارک مہینہ زندگیوں میں تبدیلی لانے کا مہینہ ہے، آج تک کی زندگی گناہوں اور نافرمانی میں گذر گئی، اب رو دھو کر سچی پکی توبہ کر کے اپنی زندگیوں کو بدلو اور گناہ سے نیکی کے راستے

پر آجاؤ، اِس کو کہتے ہیں ''أَبَرُّ النَّاسِ''؛ یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور پوری دنیا کے اہلِ ایمان کو نیکی والی صفت اپنانے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

اور تیسری خوبی: خیر الناس؛ یعنی لوگوں میں سب سے اچھے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ: میرے ساتھ مکہ واپس چلو اور حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہو جاؤ اور اپنے شرک و کفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کرلو۔

ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی صحبت کرنا ہے۔

حضرت امِ حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں؛ لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔ (سیرت مصطفی ۳/ ۴۴)

ایمان اور حضرت نبیِ کریم ﷺ کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ تعالیٰ کا کیسا ڈر آچکا تھا!

اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر اور خوف عطا فرماوے، آمین!

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے

اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر آ جائے گا تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، پرائے مردوں سے دور رہنا آسان ہو جائے گا۔

عکرمہ آ رہے ہیں تم ان کے باپ کو برا مت کہنا

بیوی شوہر کو سمجھا بجھا کر مکہ لے آئی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پتا چل گیا کہ عکرمہ آ رہے ہیں تو وہاں جو صحابہ مجلس میں موجود تھے ان کو حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: يَأْتِيْكُمْ عِكْرَمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ مُهَاجِرًا، فَلَا تَسُبُّوْا أَبَاهُ، فَإِنَّ سَبَّ الْمَيِّتِ يُؤْذِيْ الْحَيَّ، وَلَا يَبْلُغُ الْمَيِّتَ. (الطبقات:۶/ ۶۲)

ارشادِ عالی کا خلاصہ یہ ہے کہ: دیکھو: عکرمہ ہجرت کر کے ایمان قبول کرنے کے لیے آ رہے ہیں، جب وہ آ جاوے تو تم اس کے باپ کو گالی مت دینا؛ اس لیے کہ۔ اگرچہ اس کا باپ اِس امت کا فرعون، نبی کا دشمن اور اسلام کا دشمن تھا؛ مگر۔ تم اس کے مرے ہوئے باپ کو گالی دوگے تو اس کے زندہ بیٹے کو تکلیف پہنچے گی اور مرے ہوئے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

گالی دینا کتنی بری بات ہے؟

اندازہ لگاؤ! ایک مرا ہوا انسان جو کافر تھا، کافروں کا لیڈر تھا، اِس امت کا فرعون تھا، نبی کو ستانے والا تھا اس کو بھی حضور ﷺ نے گالی دینے سے منع فرمایا۔

آج ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں گالیاں دے دیتے ہیں، گندی گندی باتیں بولتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے؛ اس لیے گالی گلوچ سے اپنے آپ کو بچاؤ، اپنی اولاد کو بچاؤ، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو۔

اللہ تعالیٰ ہماری ایسی گندی عادت سے حفاظت فرمائے، آمین!

کافروں کے بتوں کو بھی گالی مت دو

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک جگہ یہاں تک فرمایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ.(الأنعام:۱۰۸)

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) جن (بتوں) کی وہ (مشرکین) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تم ان کو برا مت کہو؛ ورنہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ جہالت سے) بغیر سمجھے ہوئے حد سے آگے بڑھ کر وہ بھی اللہ تعالیٰ کو برا کہنے لگیں۔

یعنی جو کافروں کے بت ہیں، کافروں کے دیوی دیوتا ہیں ان کو بھی گالی مت دو، تم ان کے بتوں کو گالی دو گے تو وہ جہالت کی وجہ سے جواب میں اللہ تعالیٰ کو گالی دیں گے اور اس طرح اللہ کو گالی دینے کا ذریعہ تم بنو گے۔

دوسروں کے ماں باپ کو گالی مت دو؛ ورنہ!!!

اسی طرح دوسروں کے ماں باپ کو برا بھلا مت کہو؛ کیوں کہ سامنے والا تمھارے ماں باپ کو برا بھلا کہے گا اور تم اپنے ماں باپ کے لیے گالی کا ذریعہ بنو گے۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اِس طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

پاکیزہ جذبہ

دینی بہنو! عکرمہ آئے، ایمان قبول کر لیا، اب عکرمہ نہیں، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد: ۶ / ۶۲)

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کیسی وفادار، نیک جذبے والی اور خوش نصیب عورت تھیں کہ ان کی بدولت شوہر کو ایمان نصیب ہوا!!!

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو ایسے پاکیزہ جذبات عطا فرماوے، جو اپنے شوہر، اپنی اولاد، اپنے خاندان کے لیے دین داری کے آنے کا ذریعہ بنے، ان شاء اللہ! یہ چیز آپ کے لیے جنت کا ذریعہ بنے گی، اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے گی، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے عزت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے۔

معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا

دینی بہنو! رمضان کا مبارک مہینہ ہے، زندگیوں میں کچھ تبدیلی لاؤ، آج تک جس کے ساتھ گالی گلوچ ہو گئی، تعلق توڑ دیا، لڑائی جھگڑا ہو گیا تو معافی مانگ لو، معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کو اونچا مقام عطا فرماتے ہیں، آپ بات چیت، سلام شروع کر دو، سامنے والا اگر نہ کرے تو آپ کی ذمے داری ادا ہو گئی، اگر زیادہ بات کرنے میں جھگڑے کا خطرہ ہے تو صرف سلام کر دو؛ لیکن دل میں میل، کینہ ہوگا تو لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے۔

ستر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت

روزوں کا مقصد ’’دل میں اللہ کا ڈر آنا‘‘ ہے، یہ آخری عشرہ ہے، روزانہ سحری کے

وقت چار آٹھ رکعت تہجد پڑھ کر رو رو کر اللہ سے دعائیں کرو، افطار سے پہلے بھی دس پندرہ منٹ بیٹھ کر دعائیں کرو اور کلمہ طیبہ ”لا الٰہ الا اللہ“ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ پورا کرلو۔ حدیث کی کتابوں میں میں آتا ہے کہ: جو کلمۂ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ کر اپنے مرحومین کو ایصالِ ثواب کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتے ہیں۔

(مرقاۃ ۳/ ۹۸-۹۹۔ فضائل اعمال، فضائل ذکر ۱/ ۸۴-۸۵)

اسی طرح ہم خود کے لیے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں محفوظ (reserve) کروا دیویں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہماری مغفرت فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی برکت سے اپنی رضا کی دولت سے مالامال فرماوے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

توکّل اور حضرت
امِ سُلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اقتباس

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو توکل کا مطلب ہی نہیں سمجھتے، اسباب نہیں اپناتے، اسباب اختیار کیے بغیر اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی بات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس بات کی قدرت اور طاقت رکھتے ہیں کہ بغیر دکان کے، بغیر ملازمت کے ہم کو روزی روٹی دے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اسباب کی جگہ بنایا ہے کہ تم اسباب اختیار کرو، مَیں تم کو ان اسباب کے ذریعے روزی روٹی دوں گا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ﴾ (الطلاق:۳)

ترجمہ: جو مرد یا عورت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کام کو بنا دیتے ہیں۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا أَنْ هَدَانَا اللهُ، وَأَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَ أَتَمَّ عَلَيْنَا نِعمَهُ، وَرَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً؛ وَأَشْهدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه، وَأَشْهدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه؛ صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ عَلَيْه وَعَلىٰ اٰلِه وَأَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَأَهْلِ بَيْتِه وَأَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيْراً كَثِيْراً. أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ، إِنَّ اللهَ بَالِغُ أَمْرِهِ، قَدْ جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا. (الطلاق:۳)

ترجمہ: اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ) اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہتے ہیں) پورا کر کے ہی رہتے ہیں، پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

توکل ایمان والوں کے لیے بہت ضروری چیز ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایمان والوں کے لیے بہت ہی اہم اور ضروری نصیحتیں بھی بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک ''توکل'' ہے۔

یہ توکّل ایمان والے مَردوں کے لیے بھی بہت ضروری ہے، اور ایمان والی عورتوں کے لیے بھی بہت ضروری ہے، توکّل ایک ایسی چیز ہے کہ جب کوئی مرد یا کوئی عورت اللہ تعالیٰ پر توکّل کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو بنا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔

توکل کا مطلب

’’توکل‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا۔

توکل کا مطلب یہ ہے کہ: یہ دنیا دار الاسباب ہے، اس دنیا میں جس کام کے لیے جو ضروری اسباب ہوتے ہیں انسان ان اسباب کو اچھی طرح اپنائے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، جیسے روزی ہے، اس کے لیے جو اسباب ہیں: دکان چلانا، ملازمت کرنا، اس طرح کے جو اسباب ہیں کہ اچھی طرح دکان چلاؤ، صحیح طریقے سے ملازمت کرو، یہ روزی کمانے کے ذریعے ہیں، پہلے اس کو اپنائے، پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

اسی طرح مکان کی حفاظت، کہ مکان کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کرو، کھڑکیاں بند کرو اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

توکل کا غلط مطلب

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو توکل کا مطلب ہی نہیں سمجھتے، اسباب نہیں اپناتے، اسباب اختیار کیے بغیر اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی بات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس بات کی قدرت اور طاقت رکھتے ہیں کہ بغیر دکان کے، بغیر ملازمت کے ہم کو روزی روٹی دے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اسباب کی جگہ بنایا ہے کہ تم اسباب اختیار کرو، میں تم کو ان اسباب کے ذریعے روزی روٹی دوں گا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ﴾ (الطلاق:۳)

ترجمہ: جو مرد یا عورت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کام کو بنا دیتے ہیں۔

ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے

آگے فرمایا: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ بَٰلِغُ أَمۡرِهِۦۚ قَدۡ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَيۡءٖ قَدۡرٗا﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہتے ہیں) پورا کر کے ہی رہتے ہیں، پکّی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک وقت طے کر دیا ہے۔

وقت سے پہلے کسی چیز کو طلب کرنا بے کار ہے

ہر چیز کا جو وقت ہے اس سے پہلے اگر کوئی چیز مانگی جائے تو وہ چیز ملتی نہیں ہے، محنت بے کار جاتی ہے، ذہن کو الجھن ہوتی ہے، دماغ کو تکلیف ہوتی ہے، انسان پریشان ہوتا ہے،جس چیز کا جو وقت ہے اسی وقت پر وہ چیز ہوتی ہے، جیسے آپ سب جانتے ہیں کہ انتیس (۲۹) یا تیس (۳۰) روزے پورے ہوں گے تب عید آئے گی، اب اگر کسی میں عقل کی کمی ہو اور وہ دو چار دن میں ہی عید ڈھونڈنا شروع کر دیوے،تو اس کی عید نہیں ہوگی؛ بلکہ دماغ میں تکلیف ہو جائے گی، پریشان ہو جائے گا۔

تقدیر پر راضی رہنا چاہیے

دوسری ایک بات یہ بھی سمجھنی چاہیے کہ: اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو بات لکھ دی ہے اس پر راضی رہنا چاہیے، چاہے ہمیں وہ تقدیر بری لگتی ہو، چاہے اچھی لگتی ہو۔

مدرسے میں ہم کو قرآن کے ساتھ ضروری عقیدے، پانچ کلمے، ایمانِ مجمل و

مفصل سکھلایا جاتا ہے، آپ نے ایک بات سیکھی ہوگی:

وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

ترجمہ: تقدیر چاہے ہم کو بری دِکھتی ہو یا اچھی دِکھتی ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔

کسی چیز کے چلے جانے کے وقت بہترین تسبیح

کبھی ہماری کوئی چیز چلی جائے، چوری ہو جائے، ٹوٹ پھوٹ جائے تو اس پر زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا، تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا، فوراً اپنی زبان سے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھ لو۔ یہ اتنی زبردست تسبیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے، اس سے اچھی نعمت عطا فرماتے ہیں۔

ہمارے پاس سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی چیزیں ہمیں دنیا میں عطا فرمائی ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے امانت ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنی دی ہوئی امانت واپس لے سکتے ہیں، جیسے آپ کی کسی سہیلی، آپ کے ابا، اماں، بھائی وغیرہ کسی نے کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی، تھوڑے دنوں کے بعد واپس مانگی تو اس کو خوشی خوشی واپس دے دینا چاہیے، کسی طرح کا غم نہیں کرنا چاہیے۔

امانت کو خوشی خوشی واپس دینا چاہیے

دینی بہنو! جس طرح دنیا میں ایک انسان دوسرے انسان کو امانت دیوے اور وہ جب چاہے تب اپنی امانت واپس مانگ لیوے، بالکل اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے

ہم کو بہت ساری امانتیں دے رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ وہ امانت جب چاہے تب واپس لے سکتے ہیں۔

خود کُشی حرام کیوں ہے؟

مثلاً ہماری زندگی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہے یہ زندگی واپس لے سکتے ہیں، ہم اس کے مالک نہیں ہیں؛ اس لیے کوئی مسلمان مرد یا عورت خود کُشی نہیں کرسکتا، یہ حرام ہے۔

خود کُشی کی آخرت میں سزا

اگر کسی نے خودکشی کی تو قیامت تک اس کو ایسا ہی عذاب ہوگا جیسی اس نے خودکشی کی ہے، کوئی اگر زہر پی لیوے، کوئی ٹرین کے نیچے سو جاوے، کوئی گلے میں پھندا لٹکا دیوے- نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِكَ- تو اس کو ہمیشہ ایسا ہی عذاب ہوتا رہے گا؛ کیوں کہ یہ زندگی ہماری ملکیت نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ تعالیٰ کی امانت کو ہم نے برباد کردیا، تو اس کے لیے آخرت میں خطرناک سزا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُۚ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٤﴾ (نوح)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے جب وہ آجائے گا تو پھر اس کو پیچھے نہیں ہٹایا جاسکتا، کاش! تم یہ بات سمجھتے ہوتے۔

ہمیں اپنی زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیے

جب تک یہ زندگی ہے تب تک نیک کام کرلو، اچھے اعمال کرلو، توبہ واستغفار کرلو،

اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کر کے جنت والے اعمال کر کے جنت میں داخل ہونے والے بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب مہربانی

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی بہن کا چھوٹا بچہ انتقال کر جاتا ہے تو وہ روتی ہے، پریشان ہوتی ہے، ماں ہے، رونا آتا ہے؛ لیکن یہ بچہ ہمارا اپنا نہیں تھا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی امانت تھی، اللہ تعالیٰ نے وہ واپس لے لیا؛ لیکن اللہ تعالیٰ اتنے مہربان ہیں کہ اپنی امانت واپس لے لیتے ہیں تو اس پر بھی ثواب عطا فرماتے ہیں۔

اگر کسی بچے کا انتقال ہو جائے تو وہ بچہ قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گا۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے: قاسم، طاہر، طیب، ابراہیم بھی چھوٹی عمر میں انتقال کر گئے تھے۔

چھوٹے بچے کا انتقال، والدین کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے

حدیث میں آتا ہے کہ جو بچہ بچپن میں انتقال کر جاتا ہے وہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائے گا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغوا الحِنْثَ؛ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر جائیں؛ اس کو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر مہربانی کی وجہ سے جنت میں داخل کریں گے، یا ان بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو

جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔ (حدیث کے اصلاحی مضامین ۱۰/۳۶۶)

اسی لیے بچے کے انتقال پر دعا پڑھتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا، وَّاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَّذُخْرًا، وَّاجْعَلْهُ شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا. (الهداية، مراقي الفلاح)

اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے آگے جا کر تیاری کرنے والا بنا دیجیے، اس بچے کو ہمارے لیے ثواب کا ذریعہ بنا دیجیے، اور ہمارے لیے ذخیرہ یعنی جنت میں لے جانے کا ذخیرہ بنا دیجیے۔

اسی طرح مسائل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: اگر کسی عورت کو نو (۹) مہینے یا چھ (۶) مہینے سے پہلے کسی تکلیف کی وجہ سے خود بہ خود بچہ گر جاوے، تو وہ بچہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت، نجات اور سفارش کا ذریعہ بنے گا۔

حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

مَیں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں جو حدیث میں آیا ہے: حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا ایک بڑی نیک صحابیہ عورت گزری ہے، ان کے کارنامے بڑے اونچے ہیں۔

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ۔جنھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔ کی والدہ ہوتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد جب انتقال کر گئے تو حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے دوسری شادی کر لی، اس شادی کے نتیجے میں ایک بچہ پیدا ہوا۔

بچہ پہلے سے زیادہ آرام میں ہے

ایک مرتبہ وہ بچہ بیمار تھا، اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو کہیں سفر میں نکلنا پڑا۔

جب رات کے وقت سفر سے واپس آئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ: بچے کا کیا حال ہے؟ بچے کی طبیعت کیسی ہے؟

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے بہت عمدہ جواب دیا کہ: وہ پہلے سے زیادہ آرام میں ہے، حالاں کہ اس بچے کا انتقال ہوچکا تھا۔

لیکن انھوں نے بالکل سچا جواب دیا؛ اس لیے کہ بچہ جب زندہ تھا، بیمار تھا، تو اس کو تکلیف تھی، انتقال کر گیا تو تکلیف دور ہوگئی، اور وہ بچہ آرام میں ہوگیا۔

شوہر کی راحت کے خاطر نیک بیوی کا کردار

ایک عورت ذات کا جواب کیسا ہونا چاہیے؟ وہ اس واقعے سے سیکھنے کو ملتا ہے، کہ کوئی ایسی بات ہو جس سے شوہر کو ٹینشن ہوسکتا ہو، جیسے کہ شوہر دکان سے، ملازمت سے تھکا ہوا آیا، تو آتے ہی فوراً اس کے سامنے ٹینشن کی بات بیان نہ کریں؛ اس لیے کہ ایک تو دن بھر کی تھکن، پھر تم نے ٹینشن کی بات کی، تو بے چارہ اَور زیادہ پریشان ہوجائے گا۔

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی اپنے جذبات کی عجیب قربانی

پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کھانا لاؤ۔

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے کھانا دیا، کھانے سے فارغ ہو گئے، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: بستر کا انتظام کرو۔

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے بستر بچھایا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سفر سے آئے تھے تو ان کو بیوی کی ضرورت تھی، وہ ضرورت پوری کی؛ یعنی جماع کیا، ہم بستری کی۔

سوچو! یہ کیسی ہمت والی ماں ہے کہ شوہر کھانا کھا رہے ہیں، بستر پر آرام کر رہے ہیں، بیوی سے اپنی ضرورت پوری کر رہے ہیں، پھر بھی وہ یوں نہیں کہہ رہی ہے کہ: میرے بچے کا انتقال ہو گیا ہے۔

جب صبح ہوگئی تب حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: بچے کا تو انتقال ہو گیا ہے، غسل اور کفن، دفن کا انتظام کرو۔

میری دینی بہنو! سیکھنے کی بات ہے، کہ عورت کس طرح شوہر کے سامنے بات پیش کرے۔ آج تو معمولی معمولی بات کو بڑی بڑی بنا کر شوہر کے سامنے پیش کرتے ہیں، جس سے وہ بے چارہ زیادہ الجھن اور زیادہ تکلیف میں آجاتا ہے۔

اپنے شوہر کی عجیب ایمان بھری ذہن سازی

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو پوچھا کہ: مجھے بتاؤ کہ کوئی آدمی اگر کوئی چیز امانت کے طور پر تم کو دیوے، پھر تم سے وہ امانت واپس مانگے تو تم اس کی امانت واپس دے دو گے یا امانت مانگنے پر ناراض ہو گے؟

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: نہیں نہیں! امانت والا جب امانت مانگے تو اس میں ناراض کیا ہونا، اس کو اس کی امانت واپس کر دینی چاہیے۔

جب شوہر کی ذہن سازی کرلی، شوہر کو اچھی طریقے سے سمجھا دیا، تب حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو ایک بچہ عطا فرمایا تھا، جو اللہ تعالیٰ کی امانت تھی، اللہ تعالیٰ اس کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے وہ امانت واپس لے لی ہے؛ لہٰذا اب اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے برکت کی دعا

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر اس کا بڑا اثر ہوا، فوراً انھوں نے جا کر پورا قصہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو برکت کی دعا دی، اللہ تعالیٰ نے اس رات کی صحبت کی برکت سے ان کے گھر میں ایک اَور بیٹا عطا فرمایا، جس کا نام انھوں نے عبداللہ رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت یہ ہوئی کہ اس عبداللہ کے یہاں اللہ تعالیٰ نے نو (۹) بیٹے پیدا فرمائے جو سب بڑے بڑے عالم ہوئے۔

اس واقعے کی اہم نصیحتیں

میری دینی بہنو! یہ واقعہ بہت ہی اہم ہے، اور اس میں بڑی نصیحتیں ہیں کہ:

ایک عورت کو اللہ تعالیٰ پر کیسا توکل کرنا چاہیے؟

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر کیسے راضی رہنا چاہیے؟

اپنے شوہر کے سامنے بات کو کس انداز سے پیش کرنا چاہیے؟

اللہ تعالیٰ یہ سب صفات ہمیں اپنانے کی توفیق اور سعادت عطا فرماوے۔

ہر کام آسان ہونے اور غم و الجھن کے دور کرنے کا وظیفہ

حدیثِ پاک میں توکل کے سلسلے میں ایک دعا آئی ہے، وہ دعائیں آپ کو سنا دیتا ہوں، اس کو پڑھنے کا معمول بنا لو، اس کا بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ قرآن کی آیت ہے، اس کو آپ وظیفہ بنا لیجیے، صبح میں سات مرتبہ پڑھ لو اور شام کو سات مرتبہ پڑھ لو، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمام کاموں کو آسان کر دیں گے، تکلیفوں کو دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مدد عطا فرمائیں گے، وہ آیت یہ ہے:

﴿حَسْبِيَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ۝١٢٩﴾ (التوبة)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی (اللہ تعالیٰ) پر مَیں نے بھروسہ کیا، اور وہ (اللہ تعالیٰ) بہت بڑے عرش کے مالک ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ: جو شخص صبح شام یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام کو آسان فرما دیتے ہیں؛ یعنی دنیا و آخرت کے تمام اہم کاموں کی کفایت فرماتے ہیں۔ (الترغیب، ابوداوٗد)

درد ختم کرنے کا ایک وظیفہ

تفسیرِ روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسیؒ نے ایک اَور وظیفہ لکھا ہے، وہ مَیں آپ کو بتا دوں: بدن میں جہاں پر درد ہو وہاں انگلی رکھ کر یہ آیت پڑھے، تو اللہ تعالیٰ

اُس درد کو بھی ختم کردیں گے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾﴾ (التوبة)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ تمھارے پاس ایک رسول تمھیں میں سے تشریف لائے ہیں، تمھاری تکلیف ان کو بہت بھاری لگتی ہے، تمھاری بھلائی وہ بہت چاہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کرنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۲۸﴾ پھر بھی اگر وہ لوگ منہ پھرالیویں تو (اے نبی!) تم (ان سے) کہہ دو کہ: اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے، اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی (اللہ تعالیٰ) پر مَیں نے بھروسہ کیا، اور وہ (اللہ تعالیٰ) بہت بڑے عرش کے مالک ہیں۔

یہ پوری آیت درد کی جگہ پر انگلی رکھ کر پڑھیں گے، تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے درد کو بھی دور فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت اور سلامتی عطا فرماویں، اپنی ذاتِ عالی پر یقین عطا فرماویں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شادی

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَإِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ أَھْلِ بَیْتِہٖ وَأَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَمِنْ ءَایَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾﴾ (الروم:۲۱)

ترجمہ: اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں؛ تاکہ تم اس کے پاس جاکر سکون حاصل کرو، اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

صدق اللہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبیّ الکریم، ونحن علٰی ذلک لمن الشّاھدین والشّاکرین، والحمدللہ ربّ العالمین.

وقال النبي ﷺ: إِنَّ أَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَۃً أَیْسَرُہٗ مُؤْنَۃً. (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین نکاح وہ ہے جس میں خرچہ کم ہو۔

انسان کی زندگی اور ضروریات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ دنیا ایسی بنائی ہے کہ انسان کے ساتھ بہت ساری ضرورتیں لگادی ہیں، انسان مرد ہو، عورت ہو، کالا ہو، گورا ہو، عرب ہو، عجم ہو، کوئی بھی ہو؛ انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ اس کی زندگی کے ساتھ بہت ساری ضروریات لگی ہوئی ہیں۔ کھانا پینا انسان کی ضرورت ہے، کپڑا، مکان انسان کی ضرورت ہے۔

اسی طریقے سے شادی بیاہ کرنا یہ بھی انسان کی ایک ضرورت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہر ضرورت پوری کرنے کا طریقہ بھی ہم کو سکھلا دیا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ انسانوں کو اللہ کا دین سکھاوے، اور ساتھ ساتھ میں ہر ضرورت پوری کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیوے۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو، اپنی زبان سے، اپنی مبارک حدیثوں کے ذریعے سے کیسے زندگی گزارنی اس کا طریقہ بتلا دیا، اسی طرح اپنے عمل اور اپنے کام کے ذریعے عملی طور پر کیسے زندگی گزارنی اس کا طریقہ بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلا دیا۔ اسی کو ہم ''سنت'' کہتے ہیں، اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں آپ کی مبارک باتیں، آپ کا مبارک عمل، آپ کا مبارک طریقہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایک نمونہ ہے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دے دیا:

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ﴾ (الأحزاب:۲۱)

پکی بات یہ ہے کہ تمھارے لیے اللہ کے رسول: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ زندگی کیسے گزاری جائے؟ life style کیسی ہونے چاہیے؟ زندگی کا راستہ کیسا ہونا چاہیے؟ (way of the life) یہ سب چیزیں نبیٔ کریم ﷺ کی زندگی میں موجود ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ سب چیزیں سیکھ کر کے مجھے اور آپ کو اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

سنت پر چلنے کا انعام

دینی بہنو! یقینی بات ہے کہ جس مرد نے یا جس عورت نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک، نورانی، پاک طریقے کے مطابق زندگی گزار لی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو دنیا میں اور آخرت میں کامیاب کردیں گے، دنیا اور آخرت میں اس کو عزت عطا فرمائیں گے، دنیا اور آخرت میں اس کو اللہ کی رضا مندی نصیب ہوگی، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان فرمایا:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ﴾ (آل عمران: ۳۱)

اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو، اور چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے، تو اس کے لیے آسان (easy) طریقہ یہ ہے کہ، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک سنت پر چلو، حضور ﷺ جیسی زندگی گزارو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

یہ آیت ہم سب کو بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت چاہیے، اللہ تعالیٰ کا پیار چاہیے تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی سنت اور طریقے پر ہم سب کو چلنا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شادی

میری دینی بہنو! آج کی اِس مبارک مجلس میں میرے اور آپ کے آقا، تاجدارِ مدینہ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شادی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، کہ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کیسے ہوتی تھی؟ اللہ کرے کہ ہم سب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک شادی کو سنیں، اور سن کر کے اس کو اپنے دل میں بٹھائیں، اور پکی نیت اور ارادے لے کر کے اٹھیں، کہ ہم ان شاء اللہ ہماری شادیوں کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک شادی کی طرح بنائیں گے۔ اگر ہماری شادیاں حضور کی شادی کی طرح ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ اس میں خیر اور برکت عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ایسی شادی سے خوش ہوجائیں گے۔

ایک دکھ کی بات

میری دینی بہنو! آج ایک دکھ کی بات ہے، ہمارے گھروں میں جب شادی آتی ہے، تو کئی روز پہلے ہم دعوت کی فہرست (list) تیار کرتے ہیں، اپنے تمام رشتے داروں کا نام لکھتے ہیں، قریب کے رشتے دار ہوں، دور کے رشتے دار ہوں، قریب کے جان پہچان والے ہوں، دور کے جان پہچان والے ہوں؛ سب کے نام لکھتے ہیں، ہماری کوشش ساتھ میں یہ بھی ہوتی ہے کہ کوئی تعلق والے اور رشتے دار ناراض نہ رہے۔ کسی سے کبھی ناراضگی ہوگئی تو شادی کے موقع سے ہم ان کے گھر جائیں گے، ان سے معافی مانگیں گے، ان کو بھی دعوت دیں گے، ان کو بھی بلائیں گے، ہماری کوشش یہ رہے گی کہ ہمارے سب رشتے دار خوش ہوکر کے ہماری شادی میں آویں۔ ہم نئے نئے کپڑے سلائیں گے، گھر میں سب کے لیے سلوائیں گے، یہاں تک کے گھر میں جو خدمت

کرنے والے ہوتے ہیں ان کو بھی ہم کپڑے دیں گے، کہ وہ بھی ہم سے خوش رہیں، اور ہماری شادی میں وہ بھی خوشی خوشی شریک رہیں۔

لیکن میری دینی بہنو! ایک نکتے (point) سوچ لو، وہ عجیب ہے، کہ ہم اپنے تمام رشتے داروں کو، گھر میں کام کرنے والوں کو، تمام لوگوں کو خوش کرنے کی محنت اور کوشش کرتے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے، اللہ کے نبی راضی ہوجائے، اس کی کبھی کوئی کوشش ہم لوگ نہیں کرتے۔

بلکہ آج ہماری شادیاں ایسی بن گئیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ناراض ہوجائے، ایسی آج ہماری شادیاں بن گئی ہیں، آؤ! آج اس مجلس میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک شادی کو سنو، اور نیت لے کر اٹھو کہ: سارے رشتے دار ناراض ہوجائیں، تعلق والے ناراض ہوجائیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہوجائے، ایسی ہم لوگوں کی شادیاں بن جائیں، اس کی پکی نیت لے کر اٹھو۔ اللہ تعالیٰ اس کی مجھے آپ کو اور پوری امت کو توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک بیویوں میں، امت کی ماؤں میں ایک بہت پیارا نام ہے: ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا۔

صفیہ کا معنیٰ ہوتا ہے: جس کو پسند (select) کرلیا ہو۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی ہوئی، عجیب شادی ہے، عجیب رخصتی ہے اور عجیب ولیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بہترین سنت کے مطابق سادہ (simple) طریقے سے شادی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی خوش نصیب تھیں، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ان کا تعلق تھا۔

ایک موقع پر خود حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس کا خلاصہ ہے کہ: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے (خاندانی) ابا: حضرت ہارون علیہ السلام، (خاندانی) چچا: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں؛ اتنی ساری خوبیاں ان میں جمع تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا اور شادی ہوئی، اور مدینہ آئی تو انصار کی عورتیں ان کو دیکھنے آئیں، اتنی خوب صورت تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی سلام بن مشکم قرظی سے ہوئی، پھر اس نے طلاق دے دی، تو دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی، اور جب کنانہ خیبر کی جنگ میں قتل ہوا، تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوئی، کسی شوہر سے اولاد نہیں ہوئی۔

خیبر کی طرف

حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیبر والوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے، یہودیوں نے بہت ساری غداریاں کی تھیں، یہی ہجرت کا ساتواں سال تھا، محرم کا مہینہ تھا، نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت کو لے کر کے مدینہ سے نکلے، خیبر مدینہ سے تقریباً ۲۰۰ر میل دور ہے، ۱۶۰۰ر صحابہ رضی اللہ عنہم ساتھ تھے۔

حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، راستے میں ضروریات

کے لیے قیام بھی فرمایا، اور خیبر کے قریب جب پہنچے تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ٹھہرایا اور دعا پڑھی:

اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ، وَرَبَّ الْأَرَضِينِ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ، وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ، فَإِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا.

(رواه النسائي في السنن الكبرى: ۲۵۶/۵. السيرة لابن هشام)

ترجمہ: اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے رب اور ان کے جن پر وہ سایہ کرتے ہیں اور ساتوں زمینوں کے مالک اور ان کے جن کو انھوں نے اٹھا رکھا ہے اور شیطانوں کے رب اور ان کے جن کو انھوں نے گمراہ کیا ہے اور ہواؤں کے رب اور ان کے جن کو انھوں نے بکھیرا ہے، سو ہم آپ سے اس بستی کی، بستی والوں کی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی چاہتے ہیں اور بستی کی برائی اور بستی والوں کی برائی اور جو کچھ اس میں ہے، اس کی برائیوں سے آپ کی حفاظت میں آتے ہیں۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچ گئے تھے؛ لیکن عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ رات کے وقت حملہ نہیں کرتے تھے، صبح کا انتظار فرماتے۔

خیبر کی جنگ

یہودیوں کی غداری کی وجہ سے ہجرت کے ساتویں سال خیبر کی جنگ ہوئی، خیبر میں بہت سارے قلعے تھے، اس میں سے ایک قلعہ ''قموص'' نام کا تھا، جو بہت ہی مضبوط تھا، اس قلعے کا گھیراؤ تقریباً ۲۰/روز تک رہا، اس قلعے کا صحابہ رضی اللہ عنہم نے گھیراؤ کیا، درد کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف نہ لائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہلے دن اور

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا؛ لیکن فتح نہ ہوسکی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ

شام کے وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اور وہ قلعے کو زبردستی فتح کرلے گا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ارشاد کو سن کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم رات بھر آپس میں یہی بات چیت کرتے رہے کہ دیکھیے! کل کس کو جھنڈا ملتا ہے؟ صبح ہوتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے، ہر ایک کو امید تھی کہ شاید جھنڈا مجھے ملے۔ اور ایسے موقع پر یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بشارت یا انعام کی بات ہوتی ہے تو لوگ قصداً سامنے آتے ہیں؛ تاکہ تقسیم کرنے والے کی نظر اُن پر پڑ جائے اور یاد آجائے۔

یہ بھی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے شوق کی بات تھی کہ دین کے اہم کام کے لیے میرا انتخاب ہوجائے، اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت والی بشارت مجھ کو نصیب ہوجائے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: علی بن طالب کہاں ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو بلاؤ، چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔

معجزہ

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر اپنا لعاب مبارک لگادیا اور دعا فرمادی، بس اس کی برکت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے تندرست ہوگئے جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی، آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمادیا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمانے کے بعد نصیحت فرمائی کہ: لڑائی شروع ہونے سے پہلے اسلام کی دعوت دینا، اللہ تعالیٰ کے حقوق بتانا، اور اس موقع سے ایک خاص بات بیان فرمائی جو بہت قیمتی بات ہے۔

ہمارے ذریعے دوسرے کو ہدایت ملے وہ قیمتی نعمت

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا: اے علی! اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعے ہدایت نصیب فرمائے، تو وہ تیرے لیے لال اونٹوں سے بہتر ہے۔ عرب میں لال اونٹ بہت قیمتی نعمت سمجھی جاتی تھی۔

میری دینی بہنو! کوشش کرو، محنت کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعے کسی کو ایمان دے دے، کسی کو ہمارے ذریعے ہدایت عطا فرمادے۔

ہمارے گھر میں کام کرنے والے یہ افریقی بھائی بہنوں پر ایمان کی محنت کرو، اللہ تعالیٰ تمھاری محنت کی برکت سے ان کو مسلمان بنادے، تو اِن شاء اللہ ہمارے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کا ذریعہ ہوگا، اور جو ہماری مسلمان بہنیں دین سے دور ہیں، نماز سے دور ہیں، پردے اور برقع کا اہتمام نہیں کرتے ان کو سمجھاؤ، ان کی ملاقات کرو، ان کو اچھی نصیحت کرو، اگر تمھارے سمجھانے کی وجہ سے ایک بہن

نمازی بن گئی، ایک بہن نے برقعہ پہن لیا، ایک بہن کی زندگی بن گئی، اِن شاء اللہ! تمھارے لیے جنت کا سودا ہوگا، اللہ کی خوشی کا ذریعہ بنے گا۔

خیبر میں بہت سارے قلعے

خیر! تو بات چل رہی تھی خیبر کی جنگ کے بارے میں، خیبر میں یہودیوں کے بہت سارے قلعے تھے، اور اس کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں، مدینۂ منورہ سے خیبر جا سکتے ہیں، خیبر کا مضبوط قلعہ ''قموص'' اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ پر فتح کروایا، اس قلعہ کا سردار ''کنانہ'' یہودی تھا۔

میری دینی بہنو! ایک بات ذہن میں رکھنا، اصل میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا قصہ سنا رہا تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت مال دار گھر کی لڑکی تھی، ان کے ابا: حُیی ابن اخطب بہت بڑے یہودی قبیلہ: بنی نضیر کے سردار تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دوسری شادی کر کے اپنے باپ کے گھر سے قموص کے قلعے میں اپنے شوہر: کنانہ کے گھر پر گئی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک خواب

عجیب بات ہے! میں آپ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک خواب بتلاتا ہوں۔ دوسرے نکاح کے بعد جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تو ایک روز وہ اپنے شوہر کی گود میں سر رکھ کر سو رہی تھی، اس وقت خواب دیکھا۔ خواب یہ دیکھا کہ یثرب سے ایک چاند نکلا۔ یثرب، مدینہ کا پرانا نام ہے، پہلے اس کو یثرب کہتے تھے، قرآن میں یہ نام آیا ہے اور وہ چاند چلا اور چل کر کے خیبر آیا، اور خیبر آ کر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں گرا۔ برابر یاد رکھنا اس خواب کو، دیکھو! اللہ تعالیٰ اس کی تعبیر کیسے ظاہر فرماتے ہیں! حضرت صفیہ

رضی اللہ عنہا نے یہ خواب دیکھا کہ مدینہ سے ایک چاند نکلا، اور وہ چاند نکل کر کے خیبر آیا، اور خیبر آکر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں گرا۔ جب بیدار ہوئی تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے -جو کہ اس وقت یہودیہ تھی- اپنا یہ خواب اپنے شوہر: کنانہ کو سنایا، ان کا شوہر کنانہ یہودی سردار بڑا عالم تھا، سمجھ دار تھا، خواب کی تعبیر بھی جانتا تھا، تورات کتاب کو پڑھتا تھا، جیسے ہی اس نے یہ خواب سنا تو اس کو غصہ آیا، اور ایک طمانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مار دیا، اور طمانچہ مارنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ: صفیہ! تو مدینہ کے بادشاہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے، مدینہ کے بادشاہ کی بیوی بننے کا خواب دیکھتی ہے۔

مار کا نشان

اس واقعے کے درمیان ایک دوسری بات سن لو، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر نے طمانچہ مارا، جس کی وجہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ پر ایک ہرے رنگ کا نشان بن گیا، اور جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی، تب خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نشان کے بارے میں پوچھا تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حقیقت بتائی کہ کنانہ کے طمانچہ کی وجہ سے یہ نشان بن گیا ہے۔

لیکن دینی بہنو! ہم کو ہمارے مذہب نے اس طرح مارنے سے منع فرمایا ہے کہ نشان پڑ جاوے، زخم پڑ جاوے، ہڈی ٹوٹ جاوے، اس طرح مت مارو، اور چہرے پر تو مارنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

خواب کی تعبیر

اس واقعے میں ''مدینہ کے چاند'' سے اشارہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا

کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہو گا۔

اب دیکھو! خواب کی تعبیر کس طرح پوری ہوئی۔

قیدی زینب سے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تک

جب خیبر کا مضبوط قلعہ ''قموص'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ سے فتح ہو گیا، تو بہت ساری عورتیں پکڑی گئیں، ان میں حُیی بن اخطب جیسے سردار کی بیٹی اور کنانہ جیسے بڑے سردار کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھی، ان کا اصلی نام زینب تھا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور ایک باندی مانگی، تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی ''زینب''۔ جن کا نیا نام حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشہور ہوا۔ ان کو دے دی، دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے درخواست کی کہ: حضور! یہ زینب ایک سردار کی بیٹی ہے، اگر ان کو آپ اپنے پاس رکھیں تو بہتر ہو گا، تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا تھا کہ غنیمت کے مال میں سے اپنے لیے تقسیم سے پہلے جو چیز بھی پسند ہو لے لیوے، اس کو ''صفی'' کہتے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''زینب'' کو اپنے لیے پسند فرمایا؛ اس لیے ان کا نام ''صفیہ'' مشہور ہو گیا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا ایک نمونہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا کہ: ''تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہو تو ہم تمھیں مجبور نہ کریں گے؛ لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے''، اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا۔ اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: اگر وہ چاہے تو آزاد ہو کر اپنے گھر چلی جائے، اور

چاہے تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کر لے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چند منٹ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، آپ کے اخلاق کو دیکھا، اور یہ دین اسلام کی خوبی ہے کہ ہمارے دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، جس کو خوشی سے اسلام قبول کرنا ہو وہ کرے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خود کہنے لگی: میں تو آپ سے نکاح کروں گی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی چاہت پوری فرمائی اور نکاح ہو گیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر

اور اسی آزادی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ٹھہرایا، بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ -ﷺ- أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا. (بخاري، رقم:٥٠٨٦)

خواب کی تعبیر کی تکمیل

دینی بہنو! جیسے ہی نکاح ہوا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب پورا، انھوں نے جو دیکھا تھا کہ یثرب (مدینہ) کا چاند ان کی گود میں آیا، تو یثرب کے سب سے بڑے چاند تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے، وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آ گئے، یعنی نکاح ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے نوازتے ہیں

سبحان اللہ! کیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب پورا فرمایا اور اسلام میں داخل ہو گئی، اور اسلام میں داخل ہو کر کے قیامت تک آنے والی امت کی ماں بن گئی، امہات المؤمنین میں سے بن گئی، ہم سب کی ماں کہلانے لگی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی

الغرض! جب نکاح ہوا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے رخصتی کرنا چاہتے تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت ہوشیار اور عقل مند تھی، کہنے لگی: حضور! آپ میرے ساتھ یہاں خیبر میں رخصتی نہ کریں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوراً واپس ہو گئے، پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: تم نے اس وقت کیوں رخصتی سے منع کیا تھا؟ تو اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہودی لوگ، میرے خاندان کے لوگ اس چیز کو دیکھیں گے، ہوسکتا ہے ان کو غصہ آجائے اور ان کی غیرت گوارا نہ کرے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف کوئی سازش کرے؛ اس لیے میں نے چاہا کہ وہاں آپ قریب نہ آویں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات پسند آئی، خیر! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بات کو منظور فرمالیا، اور وہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رخصتی نہیں فرمائی، صرف نکاح ہو گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگے کے لیے روانہ ہو گئے۔

نکاح کے بعد رخصتی دیر سے کر سکتے ہیں

دیکھو! خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح ہوا؛ لیکن فوراً رخصتی نہیں ہوئی، رخصتی کچھ وقت گذرنے کے بعد ہوئی، ایسا دوسری شادیوں میں ہوا ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح ہجرت سے تین سال پہلے ہوا تھا، اور رخصتی ہجرت کے ۸ ر مہینے کے بعد ہوئی؛ یعنی نکاح کرنے کے تقریباً تین سال سے زیادہ وقت گذرنے کے بعد مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ اور عجیب بات یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہی میں رخصتی کا مبارک عمل ہوا۔

آج کے زمانے میں ایک گناہ اور اس سے بچنے کی ایک تدبیر

میری دینی بہنو! اس حوالے سے میں آپ کو ایک بات سنانا چاہتا ہوں کہ آج کل ماحول عجیب بنتا جارہا ہے، عام طور پر ایسا ہو گیا کہ منگنی یا رشتہ ہو جانے کے بعد لڑکی اور لڑکے آپس میں بات کرنے لگتے ہیں، net پر chat کرنے لگتے ہیں، internet پر mobile پر chatting کرتے ہیں، mobile پر باتیں کرتے ہیں، اور آپس میں ملتے بھی ہیں، تفریح میں بھی جاتے ہیں، ماں باپ ان کو روک نہیں سکتے، یا روکتے نہیں ہیں، یا جان بوجھ کر کے بات کرنے دیتے ہیں کہ ان کی منگنی ہو گئی۔

بہت سی جگہوں پر تو منگنی کے بعد لڑکے لڑکی کو آزادانہ ملنے کی، گھومنے کی بڑوں کی طرف سے اجازت ہی مل جاتی ہے، اور اس کو غلط بھی نہیں سمجھتے، حالاں کہ یہ سراسر غلط کام ہے۔

اور بہت سی مرتبہ ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ میری لڑکی گھر میں ہے؛ حالاں کہ وہ اپنے private room میں اس لڑکے کے ساتھ contact میں ہوتی ہے۔

میری دینی بہنو! یہ مسئلہ دھیان سے سن لو، منگنی ہمارے مذہب میں کوئی چیز نہیں ہے، منگنی کے بعد لڑکا اور لڑکی دونوں کے لیے بات کرنا جائز نہیں ہے، دونوں ملاقات کریں، دونوں internet,mobile پر chat کرے، گناہ کا کام ہے، جو لڑکا۔ لڑکی ایسا کریں گے وہ گنہگار ہوں گے، اور جو ماں باپ کرنے دیں گے، روکیں گے نہیں، دیکھتے رہیں گے، جان بوجھ کے اجازت دیں گے، یا چپ رہیں گے، وہ ماں باپ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں گنہگار ہوں گے۔

منگنی کیا ہے؟

منگنی نکاح کا وعدہ ہے، اَور کوئی چیز نہیں۔ بس! جب تمھارا ارادہ ہو جائے، بات چیت ہو جائے تو سادہ، simple نکاح پڑھا دو، بعد میں رخصتی کرتے رہنا، رخصتی اپنی فرصت سے کرنا، ابھی صرف نکاح پڑھا دو؛ تاکہ یہ لڑکا لڑکی دونوں گناہ میں نہ پڑیں، ماں باپ بھی گناہ میں نہ پڑیں، اب جب نکاح ہو گیا تو پھر بات کرنا بھی حلال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ اس قسم کے گناہوں سے امت کی حفاظت فرمائے، ہمارے جوان بھائی - بہنوں کی، لڑکے لڑکیوں کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین!

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

بہر حال! آگے جب روانہ ہوئے تو خیبر سے نکل کر کے مدینہ کے راستے پر ''صہبا'' نام کی جگہ آتی ہے، اس صہبا والی جگہ پر پہنچے، آج بھی وہ صہبا نام کی جگہ موجود ہے، وہاں جا کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔

اس زمانے میں ٹھہرنے کے لیے کپڑے کے خیمے (tent) بنائے جاتے تھے، سب نے خیمے بنائے اور ٹھہر گئے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک صہبا میں قیام فرمایا، اور وہاں جنگل میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

میری دینی بہنو! سوچو ایک دم simple طریقے سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں رخصتی ہوئی، رخصتی کے لیے کوئی عالی شان bed room تیار نہیں کیا گیا، کوئی bed بنوایا نہیں گیا، کوئی شاندار تیاری نہیں کروائی گئی۔

میری دینی بہنو! میرا ایمان ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے میرے حضور دعا کر دیتے،

اللہ تعالیٰ ہیرے، موتی، چاندی، سونے کا ایک محل، ایک کمرہ جنت میں سے اس صہبا میں اتار دیتے، اور اس عالی شان محل میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رخصتی ہوتی؛ لیکن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا نہیں مانگی، اور سادگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصتی فرمائی، اور اپنی آنے والی امت کو یہ سبق (lesson) دیا کہ: تمھارے نبی کی رخصتی سادگی سے ہو سکتی ہے تو تمھاری کیسے نہیں ہو سکتی!!

آج رخصتی میں ہمارا حال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی پیغام کا حاصل یہ ہے کہ: تم لوگ تمھاری رخصتی کے لیے bedroom سجانے میں، bed room تیار کرنے میں ہزاروں ڈالر کا خرچ مت کرنا، یہ میرے حضور نے ہم کو یہ سبق دیا ہے، میری دینی بہنو! آج ہماری شادیوں میں جو خرچ ہوتے ہیں اور اس کے لیے جو تیاریاں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ

آگے کی بات سنیے! آگے اس سے بھی عجیب بات ہے، جب ولیمے کا دن تھا، اللہ اکبر! کیسا ولیمہ! جب رخصتی کی صبح ہوئی تو چمڑے کا ایک دسترخوان بچھوایا، اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: انس! پوری جماعت میں اعلان کردو کہ جس کے پاس جو ہو وہ لے آوے اور لا کر دسترخوان پر رکھ دے۔

ولیمہ میں کیا تھا؟

اعلان ہوتے ہی کوئی صحابی کھجور لائے، کوئی پنیر لائے، کوئی ستو لائے، کوئی گھی لائے، اس طرح کا کچھ سامان جمع ہوگیا، نہ گوشت تھا، نہ روٹی تھی۔

بخاری شریف کی ایک حدیث سے پتا چلتا ہے کہ کھجور، پنیر، گھی ملا کر ''حیس'' نام کا ایک کھانا بنایا گیا، اور سب نے بیٹھ کر ایک ساتھ جمع ہو کر کھایا۔ یہ تھا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدھا سادہ ولیمہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی سادگی والے ولیمے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایسا ولیمہ بھی ہوسکتا ہے

ولیمہ ایسا کریں کہ دو چار گھر سے کھانا لے کر کے شادی والے کے گھر میں بیٹھ کر کھانا کھالیویں، بس ہو گیا ولیمہ، میں اپنے گھر سے ٹفین لے آؤں، تم اپنے گھر سے ٹفین لے آؤ، شادی والے کے گھر میں بیٹھ جائیں، اور بیٹھ کر ولیمہ کھالیویں۔ یہ بھی تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولیمے سے بات سیکھنے کو ملی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آسمانی کھانا

میری دینی بہنو! قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قصہ آیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو صحابہ تھے، جن کو ''حواری'' کہتے ہیں، وہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: کیا آپ کے رب ہمارے لیے آسمان سے کھانا اتار سکتے ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا، جب انھوں نے اصرار کیا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، قرآن میں سورۂ مائدہ میں یہ دعا موجود ہے:

﴿رَبَّنَآ أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَءَاخِرِنَا وَءَايَةً مِّنكَ ۖ وَٱرْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ۝١١٤﴾ (المائدة)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آسمان سے کھانا آیا، اور سب نے مل کر وہ کھانا کھایا۔

آسمانی عجیب کھانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول کر کے آسمان سے دستر خوان اتارا، تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ لال رنگ کا دستر خوان دو بادلوں کے بیچ میں آسمان سے ان کی نظروں کے سامنے آیا، اس دعا کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رونا آ گیا، اور کہنے لگے:

اے اللہ! مجھے شکر کرنے والوں میں سے بنا دیجیے، اے اللہ! آسمان سے آئے ہوئے اس دستر خوان کو رحمت بنا دیجیے اور اس کو سزا نہ بنانا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے، وضو کیا اور نماز پڑھی اور روتے ہوئے دستر خوان پر جو کپڑا اوڑھایا ہوا تھا وہ کھولا، اور پڑھا: بسم اللہ خیر الرازقین: جو اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والے ہیں، ان کے مبارک نام سے کھانا شروع کرتا ہوں۔

اس میں بغیر کانٹے کی بھنی ہوئے مچھلی تھی، ایسی تازہ عمدہ تھی کہ اس مچھلی سے چربی بہہ رہی تھی، ایک روٹی پر زیتون تھا، دوسری روٹی پر شہد تھا، تیسری روٹی پر گھی تھا، چوتھی روٹی پر پنیر تھا، پانچویں روٹی پر گوشت کے ٹکڑے تھے، اور یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تیار کیا ہوا تھا، دنیوی کھانا نہیں تھا۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ مچھلی کھانے کے بعد ''حواری'' لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ: حضرت! آپ کا ایک معجزہ تو دیکھ لیا کہ آسمان سے دستر خوان آیا، دوسرا معجزہ بھی دکھائیے۔

اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس مچھلی کے جو کچھ بچے کچے حصے تھے، اس کو فرمایا: اے مچھلی! تُو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا، تو وہ زندہ ہو گئی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا کہ: پہلے جیسی پھر ہو جا، تو وہ پھر سے بھنی ہوئی ہو گئی۔

تاریخی زیارت

کہا جاتا ہے کہ: جس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے جنت سے کھانا اترا تھا، وہ جگہ مسجدِ اقصی کے بازو میں ہے، یہاں ملاوی آنے سے پہلے میں وہاں جا کر آیا، اپنی آنکھ سے وہ جگہ دیکھ کر آیا، وہ سفر کی کارگزاری میں نے panama میں بیان کی ہے، چوں کہ ارضِ مقدس کے سفر سے ترکی کا سفر ہوا، اور وہاں الحمد للہ! پورے یورپ کے تبلیغی جوڑ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اور ترکی سے پناما جانا ہوا، اور وہاں ۹/ بیان تفصیل سے کارگزاری کے ہوئے، اور پھر جو کارگذاری باقی تھی، وہ تین بیانات آپ کے ملاوی میں مردوں میں کیے ہیں۔

cd میں اس کی پوری کارگزاری کا بیان ہے، آپ لوگ اس سفر کی پوری کارگزاری کو سن لیں اور کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا'' میں بھی وہ کارگزاری چھپ گئی ہے۔

بہر حال! میں نے تو یہ قصہ اس لیے سنایا کہ جو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے جنت سے اتنا شاندار دسترخوان اتار سکتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولیمے کے لیے شاندار کھانا بھیج سکتے تھے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عمل مبارک سے امت کو ولیمے میں سادگی سکھانا چاہتے تھے۔

میری دینی بہنو! سوچو! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولیمہ کتنا سادہ ہوا! اور آج ہمارے یہاں ولیمے کے نام پر کتنی بڑی بڑی دعوتیں ہوتی ہیں، کتنے بڑے خرچ ہوتے ہیں، آؤ! آج اس مجلس میں نیت کر کے جاؤ: ان شاء اللہ! ہمارے گھروں کی شادیوں میں بھی بالکل simple ولیمہ ہوگا، جس میں ہم غریبوں کو بلائیں گے، عالموں کو، نیک

لوگوں کو کھلا دیں گے؛ تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ نکاح ہو گیا۔

ولیمے کا مقصد

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ: ولیمے کا مقصد ہے: لوگوں کو نکاح کی خبر ہو جائے، حلال، حرام میں فرق ہو جائے۔

شادی کی سادگی غریبی کی وجہ سے نہیں ہے

میری دینی بہنو! یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح، رخصتی اور ولیمہ جو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا، اللہ اکبر! یہ ہمارے سامنے ہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، میری دینی بہنو! ارادے لے کر کے جاؤ، ہم اپنی شادیوں کو سنت طریقے کی سادگی والی بنائیں گے۔

اور دل میں یہ نیت کرو کہ ہم simple شادی اس لیے کریں گے کہ یہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت ہے۔

سنت کی نیت سے، اللہ کو راضی کرنے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرنے کے لیے simple نکاح کرو، simple رخصتی کرو، simple ولیمہ کرو۔ اللہ تعالیٰ شادیوں میں خیر و برکت عطا فرمائیں گے، شادیوں میں اللہ تعالیٰ رحمتیں اتاریں گے، اور ان شاء اللہ! لعنتوں سے شادی کی حفاظت ہو گی۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کو اس کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں سنت طریقے کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نصیب فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.